کلیاتِ امتیاز
مرتبہ
ڈاکٹر احمد علی شکیل

اُردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ لُطف النساء اِمتیازؔ

کُلّیاتِ اِمتیاز

(تنقیدی تدوین)

مرتبہ

ڈاکٹر احمد علی شکیل

ایم اے، ایم فل، پی ایچ-ڈی (عثمانیہ)

نام کتاب : کلیاتِ امتیاز (تنقیدی تدوین)
مرتب : ڈاکٹر احمد علی شکیل
سنہ اشاعت : ۲۰۰۴ عیسوی
تعداد اشاعت : ۵۰۰
کمپیوٹر کتابت : الاکرم گرافکس فون : 56552456
قیمت : دوسو پچیس روپے (-/Rs.225)
مطبع : او-ایس-گرافکس، نارائن گوڑہ، حیدرآباد۔

Sincere thanks to OGA & the Exhibition Society, the governing body of Sardar Patel College, Sec'bad for financial assistance for this research project.

ملنے کے پتے

- مینار بک ڈپو چار مینار، حیدرآباد۔
- حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدرآباد۔
- رہائش مرتب...... 12-2-823/A/67/8، سنتوش نگر، مہدی پٹنم، حیدرآباد۔28
فون نمبر : 23522000

یہ کتاب اُردو اکیڈمی آندھرا پردیش کی جزوی مالی اعانت سے شائع کی گئی

KULLIYAT-E-IMTIYAZ (Critical Edition)
Edited by : Dr. AHMED ALI SHAKEEL
12-2-823/A/67/8, Santosh Nagar,
Mehdipatnam, Hyderabad - 500 028.
Phone : 23522000

اِنتساب

اُن اساتذہ کے نام

جِن کی رہنمائی نے دکنی زبان وادب میں

تحقیق کا حوصلہ بخشا

ڈاکٹر احمد علی شکیل

فہرست

ردیف ب

ردیف پ

ردیف ت

ردیف غ

(ردیف ف)

(ردیف ق)

(ردیف ک)

(ردیف گ)

(ردیف ل)

(ردیف م)

(ردیف ن)

(ردیف و)

(ردیف ہ)

(ردیف ے)

دیگر اصناف

تعارف

ڈاکٹر احمد علی شکیل میرے عزیز شاگرد ہیں، گرایجویشن کی سطح سے لے کر پی ایچ-ڈی تک وہ میرے شاگرد رہے ہیں، دورانِ تعلیم میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک شریف النفس، سعادت مند، محنتی اور نیک انسان ہیں، وہ بڑی دلچسپی اور پابندی کے ساتھ اُردو کی کلاسس میں شرکت کیا کرتے تھے، امتیاز کے ساتھ انھوں نے ایم-اے میں کامیابی حاصل کی، اپنے نجی حالات اور تعلیمی مصروفیات کے سلسلہ میں وہ مُجھ سے مشورے بھی حاصل کرتے رہے۔ ایم-اے اُردو کے انٹرنس میں بہت اچھے نشانات کے ساتھ ان کا انتخاب ہوا، ایم-اے ابتدائی اور آخری، دوسال وہ پوسٹ گرایجویٹ کالج بشیر باغ میں میرے شاگرد رہے۔ ایک خصوصیت جو میں نے اُن میں بطورِ خاص محسوس کی وہ اُن کی وفاداری ہے۔ میری زندگی کا اُصول ہے کہ جو کوئی میرے ساتھ تھوڑی دُور چلتا ہے، میں اس کے ساتھ بہت دُور تک چلتا ہوں۔ وفاداری کے اس وصف نے شکیل کے لیے میرے دل میں بڑی جگہ بنادی اور میں ان کو بہت پسند کرنے لگا۔ اُس دور کے پی جی کالج کے اُردو اساتذہ میں پروفیسر ابوالفضل سید محمود قادری صدر شعبہ اُردو اور پروفیسر محمد علی اثر شامل تھے۔ طلباء و طالبات شیر و شکر کی طرح رہتے تھے، ماحول انتہائی پرسکون تھا۔ ایم-اے اُردو کا امتحان احمد علی شکیل نے درجہ اول میں امتیاز کے ساتھ کامیاب کیا، ایم-فل کا انٹرنس لکھا جس میں انھوں نے بہت اچھے نشانات حاصل کیے اور ان کا انتخاب ایم-فل کے لیے ہوگیا، ایم-فل کے داخلہ کا فارم لے کر وہ میرے غریب خانہ پر حاضر ہوئے اور مجھ سے تحقیقی مقالے کا موضوع اور بحیثیت نگران کار اپنی دستخط ثبت کرنے کی خواہش کی، میں نے نہ صرف موضوع ان کے لیے مختص کیا بلکہ بحیثیت نگران کار فارم پر دستخط بھی کردیئے۔

میں نے محسوس کیا کہ شکیل میں ایک شاعر سے زیادہ نثر نگار بننے کی صلاحیت ہے، وہ ایک

اچھے محقق بن سکتے ہیں، اس خیال سے بھی میں نے ''اکرام جاوید کی ادبی خدمات'' کے عنوان سے ایم-فل کا تحقیقی مقالہ لکھنے کی ہدایت کی۔ زندہ موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں کیوں کہ اختلاف رائے کی وقت موضوع خود جواب دے سکتا ہے جب کہ مردہ موضوع کے لیے جواب دہ نہیں ہونا پڑتا۔ بہت ہی کم مدت میں شکیل نے اپنا ایم-فل کا مقالہ بروقت داخل کیا جس پر عثمانیہ یونیورسٹی نے انھیں ایم-فل کی ڈگری عطا کی، ایم-فل کامیاب کرنے کے بعد اس علم کے شیدائی کی تشنگی نہیں بجھی۔ شکیل کی زندگی جہد مسلسل کا ایک بہترین نمونہ ہے، نامساعد حالات میں انھوں نے بی-اے، ایم-اے اور ایم-فل اور لکچرر شپ کے لیے قومی سطح پر منعقد کیا جانے والا امتحان NET کامیاب کیا، بعد ازاں اس علم کے شیدائی نے اپنا علمی سفر ترک نہیں کیا اور پی ایچ-ڈی کے لیے اپنا رجسٹریشن میری ہی نگرانی میں کروایا۔ میں نے ان کے تحقیقی مقالے کا عنوان ''پھول بن و نیہ درپن کا تقابلی جائزہ'' تجویز کیا جس کو بورڈ آف اسٹڈیز کے معزز اراکین نے منظوری دے دی۔ شخصی انٹرویوز اور قابلِ حصول ماخذوں کو انھوں نے اس تحقیقی مقالے میں ٹٹولا ہے، مدلّل بحثیں کی ہیں اور صحیح نتائج برآمد کیے ہیں، ''دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی'' اس کو کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ آج کل جامعات کے مقالے بہت ہی سطحی ہوتے ہیں، چھپنے سے زیادہ یہ چھپانے کے قابل ہوتے ہیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ایم-فل اور پی ایچ-ڈی کے تحقیقی مقالے جو ڈاکٹر احمد علی شکیل نے لکھے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ انھیں زیورِ طبع سے آراستہ کیا جائے۔ اِس وقت ڈاکٹر احمد علی شکیل سردار پٹیل کالج میں صدر شعبہ اُردو کی حیثیت سے کارگذار ہیں، علمی و ادبی ماحول میں زندگی گذارتے ہیں، چنانچہ ان کے تحقیقی مضامین، افسانے اور ایک کتاب بعنوان ''نیہ درپن کا ادبی جائزہ'' خاصے کی چیز ہے۔

اُردو ادب میں لطف النساء امتیاز کا نام بحیثیت پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ کے لیے لیا جاتا ہے۔ وہ چندؔا کی ہم عصر رہی ہے، اُس کا ابھی تک ایک ہی نسخہ کتب خانہ سالار جنگ میں مخطوطہ کی شکل میں دستیاب ہے۔ ضرورت یہ تھی کہ امتیاؔز کے کلام کو تنقیدی تدوین کے ساتھ شائع کیا جائے، اس ضرورت کو تاخیر سے ہی سہی ڈاکٹر احمد علی شکیل نے پورا کیا ہے۔ امتیاز کی زبان پر میر اور سودا کی زبان کے مقابلہ میں قدامت کی چھاپ ہے، بیسیوں الفاظ اس کے کلام میں ایسے ملتے ہیں جو میرؔ،

سودا یا درد کے ذخیرہ الفاظ میں نہیں ملتے۔ واقعہ یہ ہے کہ اٹھارویں صدی کے نصف دوم میں قدیم اُردو مرزا مظہر الدین جان جاناں کی تحریک کے زیر اثر تدریجی طور پر ایک نیا روپ اختیار کر رہی تھی، تبدیلی کا یہ عمل جاری تھا جو مختلف شعراء کے یہاں مختلف انداز اور مختلف رویوں کی صورت میں نظر آتا ہے۔

امتیاز ایک باکمال اور قادر الکلام غزل گو ہی نہیں بلکہ ایک کامیاب قصیدہ نگار بھی ہے۔ امتیاز اپنے زمانے کے ممتاز شاعر و معروف تذکرہ نگار اسد علی خان تمنا کی شریک حیات تھی، تمنا دربار آصفی سے منسلک تھے۔ امتیاز بھی اپنے شوہر تمنا کی طرح آصفی دربار سے وابستگی رکھتی تھی۔ امتیاز نے کل ۸ قصیدے لکھے ہیں جن میں ۲ میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کی مدح میں ہیں۔ ان قصیدوں کی تشبیب بہت دلچسپ ہے، اشعار رواں ہے،، بحر مترنم ہے۔

امتیاز کے قصائد میں رعایت لفظی، تشبیہات اور استعارات کی بڑی دلچسپ مثالیں ملتی ہیں۔ رعایت لفظی سے امتیاز کو خاص شغف رہا ہے، اس نے اپنے قصائد میں لفظی اور معنوی مناسبتوں کا بہت ہی خوبصورتی اور مہارت سے استعمال کیا ہے۔

امتیاز نے غزل اور قصیدے کے علاوہ صنفِ مثنوی کو اپنی طبع کا موضوع بنایا ہے جو ایک خود نوشت سوانح عمری ہے، یہ اپنے عہد کی دلچسپ مثنوی ہے۔

۲۱۹ اشعار کی اس مثنوی کو ابھی تک مرتب نہیں کیا گیا ہے۔ اس مثنوی میں امتیاز کے حالاتِ زندگی نہایت مربوط انداز میں قلم بند کیے گئے ہیں۔ کوئی واقعہ ایسا بیان نہیں کیا گیا ہے جو قصہ کے بیان اور وحدت تاثر پر اثر انداز کیا ہو اور جس کی وجہ سے پلاٹ پر جھول پیدا ہو جائے۔ واقعات نگاری میں بالعموم اختصار سے کام لیا گیا ہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی جزیات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ مثنوی امتیاز ایک خزنیہ مثنوی ہے جس میں بزم آرائی اور بہاریہ منظر کشی کا موقع ملتا اور نہ اس مثنوی میں اس کی گنجائش تھی۔

امتیاز نے پندرہ رباعیاں بھی کہی ہیں۔ سب رُباعیاں ایجاز و اختصار کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ رُباعی کے بارے میں ’’گاگر میں ساگر‘‘ کی جو خصوصیات بیان کی جاتی ہیں وہ خصوصیت امتیاز کی رُباعیوں میں موجود ہے۔

امتیاز ایک باکمال غزل گو شاعرہ ہے، اس کے کلام کے مطالعہ سے نہ صرف یہ کہ شاعرہ

کے ذہنی ارتقاء کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، بلکہ اس سے عہد بہ عہد ادبی رجحانات میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ امتیازؔ کی شخصیت کی تعمیر میں جہاں اورنگ آباد کے ماحول کا ہاتھ رہا وہیں حیدرآباد فرخندہ بنیاد کی تہذیب اور معاشرت نے بھی نمایاں حصہ لیا ہے۔ امتیازؔ نے بحروں کے انتخاب اور زبان اور انداز بیان میں بھی انفرادی انداز اپنایا ہے، اس کے بعض اشعار سہل ممتنع قسم کے ہیں۔

اس نسخے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں غزلوں کے اشعار بغیر کسی امتیاز کے لکھے گئے ہیں، نسخے کا کاتب کم سواد معلوم ہوتا ہے، اکثر مقامات پر اُس نے تعقید لفظی سے کام لیا ہے۔ املا اور تدوین کے ان اُصولوں کی طرف اشارہ ضروری ہے جو کُلیاتِ امتیازؔ کی تہذیب و ترتیب میں ملوث رکھے گئے ہیں، ک اور گ پر ایک ہی مرکز لگایا گیا ہے، مثلاً کل (گُل) درکاہ (درگاہ) جاکا (جاگا) کریباں (گریباں) اِس قسم کے تمام الفاظ کی صورت میں ڈاکٹر شکیل نے ک اور گ کا مروجہ املا استعمال کیا ہے۔

یائے معروف اور یائے مجہول میں بالکل امتیاز نہیں ہے۔ ہر جگہ ایک کے بجائے دوسری ملتی ہے جیسے دیکھی (دیکھے) سی (سے) کی (کے) لی (لے) ای (اے) آ کی (آگے) ڈاکٹر شکیل نے یائے معروف اور یائے مجہول کو مروجہ املا کے مطابق درست کردیا ہے۔ غیر منقوط نون کی جگہ بھی منقوط لکھا گیا ہے جیسے یون (یوں) کیون (کیوں) یقین (یقیں) ایسی ساری صورتوں میں صوتی اعتبار سے جو لفظ دُرست ہے، اسی کے مطابق لکھ دیا گیا ہے۔

کلیاتِ امتیازؔ کی پیش نظر ترتیب و تدوین، متنی تحقیق و تنقید کا کامیاب نمونہ ہے۔ میں ڈاکٹر احمد علی شکیل کو اس وقیع علمی کاوش کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں، اُمید کرتا ہوں کہ ادبی حلقوں میں اِس کتاب کی مناسب پذیرائی ہوگی اور ڈاکٹر احمد علی شکیل اسی طرح کے علمی و ادبی خدمات انجام دیتے رہیں گے۔

اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

پروفیسر مرزا اکبر علی بیگ
(سابق صدر شعبہ اُردو عثمانیہ یونیورسٹی)

بتاریخ ۱۹/ جنوری ۲۰۰۴ء
بیگ منزل، حیدر گوڑہ حیدرآباد

پیش گفتار

سرفلپ سڈنی نے اپنے مضمون شاعری کا جواز، میں کسی جگہ لکھا کہ ''......میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ شاعر مورخ سے بہتر ہے نہ صرف اس لیے کہ وہ ذہن کو علم کی دولت سے مالا مال کرتا ہے بلکہ علم کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ اسے خوب اور قابلِ قبول بھی کہا جا سکے، اپنے مواد کو اس طرح پیش کرنے اور نیکی کی تبلیغ کرنے کی وجہ ہی سے شاعر کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے وہ اس طرح نہ صرف مورخ پر فتح حاصل کر لیتا ہے بلکہ فلسفی پر بھی''۔ (ارسطو سے ایلیٹ تک ص ۲۵۵)

اس خیال کی روشنی میں شاعر (خواہ مرد ہو یا عورت) کی اہمیت تہذیبی اعتبار سے مضبوط و مستحکم ہو جاتی ہے اس لیے کہ وہ جس ماحول و معاشرہ کا پروردہ ہوگا جس عہد و زمانے میں موجود ہوگا اس کی ترجمانی کا ذمہ دار بھی ہوگا۔ اُردو ادب کے ابتدائی دور میں زبان و بیان کی جو کیفیتیں رہی ہیں اُس کی ایک تاریخ ہے اُن بیش قیمت قابل قدر تفصیلات کے قطع نظر تیرہویں صدی ہجری یا سترھویں صدی عیسوی میں اُردو (جسے دکنی سے موسوم کیا جاتا ہے) زبان و ادب کا غیر معمولی اثاثہ ہماری تہذیب و ثقافت کا امین رہا ہے یہی وہ زمانہ ہے جب دکن میں مغلیہ سلطنت کے تسلط سے بیجاپور اور گولکنڈہ کی سلطنتیں درہم برہم اور یہاں کی ادبی، علمی، تہذیبی اور ثقافتی روایتیں تہس نہس ہو چکی تھیں، مزید جبر و قوت کے مظاہروں نے عوام و خواص کو ہراساں و پریشاں حال کر رکھا تھا مگر ایسے دگرگوں حالات میں جب سلطنت آصفیہ کا قیام عمل میں آیا تو لوگوں کی جان میں جان آئی، اس حکومت نے ان تمام باتوں کے اعادہ کی کوشش کی جس کے ذریعے سماج و معاشرہ کی بہترین آبیاری کی جا سکے۔ علمی، ادبی، تہذیبی اور ثقافتی سطح پر ادیبوں، شاعروں اور فنکاروں کی قدر و منزلت گویا انسانیت و شائستگی کی پاسبانی تھی، تاریخی لحاظ سے جنوبی ہندوستان خصوصیت سے دکن کا یہ علاقہ جہاں قطب شاہیہ حکومت کے آثار باقی تھے وہاں آصف جاہی حکمرانوں کی حکمت

عملی نے اُردو ادب وشعر کی خوب خدمت کی۔ چنانچہ عہد نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی میں دکن کی بساط شاعری پر ایک خاتون شاعر لطف النساء بیگم امتیازؔ کا نام چمک اُٹھا۔ امتیازؔ کے علاوہ اسی عہد کی ایک اور شاعرہ ماہ لقابائی چنداؔ کا وجود بھی اسی زمانے کے ادبی وعلمی عظمت کو اُجاگر کرنے کا باعث بنا تاہم دکنی اور دکنیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ بڑی دلچسپ بات ہوگی کہ ماہ لقابائی چنداؔ اور لطف النساء بیگم امتیازؔ کے درمیان شاعرانہ مماثلت کے باوصف امتیازؔ کو اولیت حاصل ہے، زیر نظر کتاب ''کلیاتِ امتیازؔ'' (تنقیدی تدوین) میں امتیازؔ سے متعلق گفتگو کی گئی ہے اور اس کے مرتب ڈاکٹر احمد علی شکیل، استاد شعبہ اُردو سردار پٹیل کالج، سکندرآباد ہیں۔

ڈاکٹر احمد علی شکیل، زمانہ طالب علمی ہی سے اپنی ادبی صلاحیتوں کے لحاظ سے طلباء اور اساتذہ میں معروف رہے، ان کا تعلیمی ریکارڈ بھی بہت اچھا ہے اُستادِ محترم ابوالفضل سید محمود قادری مرحوم سے قریب اور ان کے چہیتے شاگرد رہے، مزاج میں تخلیقی ادب (فکشن Fiction) کا رُجحان غالب تھا لیکن ریسرچ کے سلسلے میں قادری صاحب کے مشورہ وایماء پر دکنی ادب کی جانب متوجہ ہوئے۔ خصوصیت سے پی ایچ ڈی میں مشہور دکنی مثنویاں ''پھول بن و نیہ درپن کا تقابلی جائزہ'' کو اپنا موضوع بنایا اور نہایت کامیابی کے ساتھ ڈاکٹریٹ کو مکمل کیا بلکہ اسے شائع کر کے دکنیات میں ایک کتاب کا اضافہ کیا بعد ازاں اپنی استعداد علمی اور قابلیت کے ساتھ ساتھ دکنی ادب وشعر سے دلچسپی نے انھیں پھر ایک بار دکن کی اس اولین شاعرہ لطف النساء بیگم امتیازؔ پر ریسرچ کے لیے اُبھارا اور آج اسی تحقیقی کاوش کو کتابی صورت سے پیش کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر شکیل نے امتیازؔ کے دیوان کی تنقیدی تدوین میں اُن تمام اُمور کا بطور خاص خیال رکھا جو دکنیات سے متعلق ہیں میری مراد، موضوع کا انتخاب کے بعد اس کی تکمیل تک کے سارے مراحل میں تحقیق و تدقیق کا حق ادا کیا، واضح رہے کہ جب کسی شاعر کے کلام کا واحد ہی نسخہ دستیاب ہو تو ریسرچ اسکالر کو ہر ہر قدم پر محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے امتیازؔ کے سلسلے میں بھی یہی ہوا، لیکن شکیل صاحب نے مکمل انہماک اور جُستجو سے اس کام کو انجام دیا، انھوں نے اس ضمن میں دکنی متن کی قراءت، معنیٰ آفرینی گنجلک، نافہمیدہ عبارت، اشعار کو صحت کے ساتھ پیش کیا، یہ ایسا دُشوار گذار مرحلہ ہے کہ اس راہ میں بیشتر ریسرچ اسکالرس جی چھوڑ بیٹھتے ہیں مگر شکیل صاحب کی

دلچسپی محنت ولگن قابل تحسین ہے، انھوں نے اس ریسرچ کو مزید کسی ڈگری حاصل کرنے کی غرض سے نہیں کیا بلکہ اس منزل پر وہ دکنی زبان وادب کے ایک قابل اُستاد کے زمرہ میں شامل نظر آتے ہیں۔ میرے ان خیالات کی توثیق آپ کو اس کتاب کے مقدمہ کی وسعت اور جامعیت سے ہو جائے گی نیز شاعرہ کے احوال کی تلاش بجائے خود ''ہفت خوانی'' سے جدا نہیں جیسا کہ میں نے ابتدائی سطور میں سڈنی کے خیالات پیش کیے اس کی رو سے امتیازؔ نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا جس طریقہ سے اظہار کیا، اس کو ڈاکٹر شکیل نے اپنی تنقیدی خیالات سے مستند بنا دیا ہے، سوانحی مواد کی پیشکشی سے شاعرہ کے حالات، اس کی عظمت کے گواہ بن جاتے ہیں، ادبی، خصوصاً لسانی مطالعے سے اُس دور کی ثقافتی اور تہذیبی آثار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جب کہ دکنی زبان اپنی پوری قوت واستعداد کا مظاہرہ کر چکی تھی مخفی نہ رہے کہ امتیازؔ کا زمانہ دکن میں ولیؔ دکنی کے متبع سراجؔ اورنگ آبادی کا عہد ہے، امتیازؔ اور اس کے شوہر اسد علی خاں تمناؔ ٹھیک اسی زمانے میں شاعری کررہے تھے، ڈاکٹر احمد علی شکیل نے گو اس باب میں کوئی گفتگو نہیں کی، ہم کلیاتِ امتیازؔ کی غزلوں کو دیکھ کر اس عہد کے نظریۂ شاعری کے ساتھ ساتھ مزاج اور مرتبہ کا بھی ادراک کرسکتے ہیں۔

عبارت مختصر! ڈاکٹر احمد علی شکیل کی یہ کاوش یقیناً دکنی اور دکنیات سے دلچسپی رکھنے والے طالب علموں، اساتذہ اور دیگر اصحاب کے لیے ایک ''تحفہ'' ہے۔ جس کے ذریعہ ان کے ذوق وشوق کو مہمیز کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ شکیل صاحب کی یہ تحقیق مستقبل کے ریسرچ اسکالر کو دعوتِ فہم وفکر سے بھی دوچار کرے گی۔ مجھے یقین ہے کہ ''کلیاتِ امتیازؔ'' کی نہ صرف طلباء برادری میں قدردانی ہوگی بلکہ عوامی سطح پر بھی اس کی زیادہ سے زیادہ پذیرائی ہوگی جس طرح سے ان کی پہلی کتاب ''نیہ درپن کا ادبی جائزہ'' کو شاندار شہرت حاصل ہوئی تھی۔

ڈاکٹر عقیل ہاشمی
(سابق صدر شعبہ اُردو عثمانیہ یونیورسٹی)
۹ر جنوری ۲۰۰۴ء

''حسینی منزل''
10-5-25/1/5
مانصاحب ٹینک، حیدرآباد-28

اپنی بات

دکنی شعروادب کی اہمیت وافادیت سے کسی دور میں بھی انکار نہیں جاسکا، اس کے باوجود دکنی شعروادب کی جانب کم کم ہی رغبت دکھائی دیتی ہے۔ عام طور پر ریسرچ اسکالرس سہل انگاری یا سہولت کی خاطر ایسے موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں جس کا مواد آسانی سے دستیاب ہوسکے۔ مجھے وہ دن خوب یاد ہے جب اُستاد محترم ابوالفضل سید محمود قادری مرحوم نے میری طالب علمانہ کوششوں کو سراہتے ہوئے کہا کہ تم اپنی توجہ دکنی شعروادب کی جانب مبذول کروتا کہ اس باب میں جواہر پاروں کی تلاش کی جاسکے اور اُردو ادب کی کچھ خدمت ہوسکے، اُستاد محترم نے یہ بات مجھے اُس وقت کہی تھی جب میں نے اپنا ایم فل کا مقالہ ''اکرام جاوید کی ادبی خدمات'' پر تحریر کیا تھا۔ بعدازاں پی ایچ۔ڈی کے لیے میں نے دکن کی معروف مثنویوں ''پھول بن ونیہ درپن کا تقابلی جائزہ'' کو اپنی ریسرچ کا موضوع بنایا۔ دورانِ ریسرچ مختلف مراحل میں قادری صاحب کی رہنمائی اور شفقت حاصل رہی اور یہ مقالہ پروفیسر اکبر علی بیگ کی نگرانی میں مکمل کرکے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور آج پھر ایک بار اپنی طالب علمانہ کوشش کی صورت میں دکن کی اولیں شاعرہ لطف النساء بیگم امتیاز کے کلیات کو پیش کررہا ہوں۔

دکنی اور دکنیات کے موضوعات میں عمومی طور پر قدیم نسخوں کی تدوین اُن کا تقابلی جائزہ تہذیبی اور لسانی آثار واقدار کی نشاندہی، ثقافتی اور معاشرتی پہلوؤں کی جانب اشارے یا پھر محض موجودہ اور قدیم زبان وبیان کے ربط وتعلق کو اُجاگر کیا جاتا ہے چناں چہ دکنی موضوعات پر جتنی بھی کتابیں ہمارے مطالعہ میں آتی ہیں ان کا دائرۂ عمل اس سے جُدا نہیں۔ اِس منزل پر جب میں نے کُلیاتِ امتیاز کو مرتب کرنے کا بیڑا اُٹھایا تو قدم قدم پر دُشواریوں سے بھی دوچار ہوا۔ اس طرح کوئی ایک دہے سے زیادہ عرصہ ترتیب وتدوین میں صرف ہوتا ہم اس دوران میں نے اپنی ایک

کتاب ''نیہ درپن کا ادبی جائزہ'' کے علاوہ ملک کے معروف و قابلِ قدر رسائل اور جرائد میں مضامین اور افسانے شائع کروائے مگر دکنی زبان و ادب کے مزاج، اس کی اہمیت سے دُور نہ رہا اور دکنی ریسرچ کے لیے جس محنت، مشقت، توجہ، انہماک، تسلسل و تواتر کی ضرورت تھی اس سے میں کبھی دست کش نہ ہوا۔ اس کتاب کی پیش کشی میں محترم ڈاکٹر عقیل ہاشمی نے مفید مشوروں سے نوازا یقیناً ڈاکٹر صاحب کی رہنمائی فکر و نظر کی قندیلیں روشن کرتی رہیں، مزید موصوف نے اس کتاب کا پیش لفظ بھی تحریر کیا۔ محترم پروفیسر مرزا اکبر علی بیگ نے ازراہِ کرم میری حوصلہ افزائی کی اور اپنے تاثرات سے نوازا۔ جس کے لیے میں ان اساتذہ کا احسان مند ہوں۔

اس کتاب کی تیاری میں مختلف کُتب خانوں میں موجود کتابوں سے استفادہ کیا گیا، ان میں بطورِ خاص کتب خانہ سالار جنگ میوزیم، اے پی اورینٹل مینسکرپٹ لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، سنٹرل لائبریری جامعہ عثمانیہ، نظامس اُردو ٹرسٹ لائبریری و سٹی سنٹرل لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) کے ذمہ دار حضرات کا شکر گذار ہوں۔ مزید میں اُن تمام دوستوں، عزیزوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جو ہمیشہ ہی میری اس طالبِ علمانہ کوششوں کو سراہتے رہے ہیں۔ مجھے اپنی نصف بہتر کی اپنائیت کے ساتھ ساتھ والدہ ماجدہ کی شفقت اور دُعائیں حاصل رہیں۔ اُمید کرتا ہوں کہ میری اِس کوشش و کاوش کو اہل علم کے یہاں پذیرائی حاصل ہوگی جو میرے لیے ایک اِنعام سے جُدا نہیں۔

ڈاکٹر احمد علی شکیل

مقدمہ

حالات

سقوطِ سلطنت قطب شاہیہ کے بعد حیدر آباد میں طوائف الملوکی کا ماحول تھا۔ مغل حکمرانوں کی کمزوری کی وجہ سے ہر صوبہ دار انانیت کا پیکر بنا ہوا تھا۔ کئی صوبہ دار یکے بعد دیگرے بدلتے گئے اور ہر تبدیلی اپنے ساتھ شہر پر ایک مصیبت نازل کرتی گئی۔ آخر میں جب عماد الملک مبارز خاں کو سنہ ۱۱۳۷ ہجری میں نظام الملک آصف جاہ نے شکر کھیڑا کے میدان جنگ میں شکست دی تو صوبہ داروں کے اس دور کا خاتمہ ہو گیا اور یوں نظام الملک آصف جاہ نے دکن میں اپنے قدم جمائے اور اورنگ آباد کو اپنا دار الخلافہ بنایا۔

نواب قمر الدین خاں آصف جاہ اول کے خود مختار ہونے کے بعد اورنگ آباد کی علمی و ادبی فضا بڑی سازگار و مائل بہ عروج تھی اور ہر طرف شعر و شاعری کے چرچے تھے، یہ سلسلہ آصف جاہ ثانی نواب نظام علی خاں کے تخت نشین ہونے تک چلتا رہا۔ ''بہت کم عرصہ میں اورنگ آباد، بیجاپور اور گولکنڈہ کی طرح علم و ادب، تہذیب و شائستگی میں مشہور ہو گیا، یہی وہ سرزمین ہے جہاں با کمال ہستیوں نے جنم لیا جن کی تفصیل سے تاریخیں بھری پڑی ہیں''۔ [1] اور یہی وہ دور ہے جس میں داؤد، ولی، سراج، تجلی، معتبر خاں عمر، عارف الدین خاں عاجز اور اسد علی خاں تمنا جیسے استاد سخن اور با کمال شعراء کا ذکر ملتا ہے۔ اسی عہد میں اردو کی دو خاتون شعراء بھی گذری ہیں جن کو صاحبِ دیوان ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ماہ لقابائی چندا اور لطف النساء امتیاز۔ ماہ لقائی چندا پر کئی ایک تحقیقی مضامین لکھے گئے اور تاریخ کی کتابوں میں بھی اس کا ذکر موجود ہے نیز اس کا دیوان بھی کئی مرتبہ شائع ہو چکا۔ لیکن امتیاز کے حالات زندگی اور کلام پر تحقیقی کام ابھی باقی ہے اور آج تک اس کے کلیات کی اشاعت کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

امتیاز اورنگ آباد کے اُستاد سخن شاعر تمنا کی زوجہ تھیں۔ بیسویں صدی کے ربع اول کے بعد کے تذکرے نگاروں جیسے سید شمس اللہ قادری، ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور اور

---

[1] مقدمہ کلیات ایجاد مرتبہ ڈاکٹر عقیل ہاشمی صفحہ ۱۵ مطبوعہ ۱۹۹۰

عبدالقادر سروری نے بھی امتیاز کے بارے میں کوئی خاطر خواہ معلومات فراہم نہیں کیں۔ جس کی وجہ سے ایک عرصہ تک ماہ لقابائی چندا کو اُردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ سمجھا جاتا رہا، جس طرح ڈاکٹر زور کی تحقیق نے ولی کے بجائے محمد قلی قطب شاہ کو پہلا صاحبِ دیوان شاعر قرار دیا، اُسی طرح دیوانِ امتیاز کے دستیاب ہو جانے کے بعد پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ ہونے کا سہرا امتیاز کے سر جاتا ہے۔ چندا نے اپنا دیوان ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء میں مرتب کیا، جب کہ امتیاز نے اپنا دیوان ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں تکمیل کیا۔ اس ایک سال کی اوّلیت سے امتیاز اُردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ قرار پاتی ہے۔

امتیاز کا پورا نام لطف النساء بیگم اور تخلص امتیاز ہے۔ اُس کے دیوان کا واحد قلمی نسخہ کُتب خانہ سالار جنگ، حیدرآباد میں موجود ہے جس کی صراحت کچھ اس طرح سے ہے :

نسخہ نمبر : ۱ داخلہ نشان : ۵۳۶ دواوین نمبر : ۳۸

تعداد اشعار : ۲۱۶۰ مسطر : ۱۵ سطری

سائز : ۶ ½ x ۱۰ ½ انچ مکمل نسخہ تعداد صفحات : ۱۵۶

خط : نستعلیق کاغذ : دیسی

یہ ایک مکمل نُسخہ ہے جو ناقص الاول و آخر کے قطع نظر اس میں ترقیمہ بھی موجود ہے۔

تمت تمام شد در شہر حیدرآباد

بتاریخ پنجم جمادی الثانی ۱۲۲۳ ہجری نبوی صلعم نوشتہ شدہ

مہر

سید محمد علی ۱۲۲۳ھ

خان بہادر

اِمتیاز کے بارے میں سب سے پہلے نصیر الدین ہاشمی نے اپنی کتاب اُردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست مرتبہ ۱۹۵۷ء میں یوں سرسری تعارف کروایا ہے :

"اِمتیاز دکن کا شاعر تھا، ہم کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کس کا شاگرد تھا، اس کا حال کسی قدیم اور جدید تذکرے میں نہیں ہے...... اختتامی شعر میں لفظ "کنیز" آیا ہے

اس سے خیال ہوتا ہے ممکن ہے کہ امتیاز کوئی شاعرہ ہو"۔ [۱]

مزید ۱۹۶۲ء میں ہاشمی صاحب "دکن میں اُردو" میں لکھتے ہیں :

"لطف النساء بیگم نام اور اِمتیاز تخلص تھا، حیدر آباد وطن، ماں کا بچپن میں انتقال ہو گیا، اس لیے شاہی خاندان میں پرورش ہوئی۔ اسد علی خان تمنا سے بیاہی گئی مگر جوانی میں بیوہ ہو گئی۔ [۲]

مجلّہ عثمانیہ دکنی ادب نمبر، شعبہ اُردو، جامعہ عثمانیہ سنہ ۶۴-۱۹۶۳ء میں امتیاز اور اس کی شاعری پر ڈاکٹر اشرف رفیع نے ایک تفصیلی مضمون تحریر کیا ہے، اس مضمون میں وہ امتیاز کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں :

"کل کی تحقیق نے ماہ لقا بائی چندا کو پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ کا رتبہ عطا کیا تھا مگر آج اسی تحقیق نے لطف النساء امتیاز کے سر پر اوّلیت کا تاج رکھا ہے"۔

ڈاکٹر اشرف رفیع کے بعد سنہ ۱۹۷۹ء میں شعبہ اُردو، جامعہ عثمانیہ کی ایک ریسرچ اسکالر ڈاکٹر مہر جہاں نے امتیاز کے شوہر "اسد علی خاں تمنا حیات اور کارنامے" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر مہر جہاں نے اپنے اس مقالہ میں امتیاز کے بارے میں یوں لکھا ہے :

"اُردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ لطف النساء امتیاز میر اسد علی خان تمنا کی رفیق حیات تھیں۔ امتیاز کے بارے میں بھی ادبی تاریخیں اور تذکرے بالکل اُسی طرح خاموش ہیں جس طرح تمنا کے تعلق سے خاموش ہیں۔ ان دونوں کے بارے میں اس عہد کی خاموشی بڑی معنی خیز ہے، کیوں کہ دونوں میاں بیوی اپنی خصوصیتوں کی وجہ سے اس دور کی ممتاز شخصیتیں رہی ہیں"۔ [۳]

راقم الحروف نے ایک مضمون "لطف النساء امتیاز پہلی صاحب دیوان خاتون" کے عنوان سے سپردِ قلم کیا تھا۔ یہ مضمون اکتوبر ۱۹۹۳ء میں بمبئی سے شائع ہونے والا تحقیقی جریدہ

---

[۱] اُردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست مرتبہ : نصیر الدین ہاشمی صفحہ ۲۳-۲۲۳ مطبوعہ ۱۹۵۷ء

[۲] دکن میں اُردو مرتبہ : نصیر الدین ہاشمی صفحہ ۴۸۵ مطبوعہ ۱۹۶۲ء

[۳] مقالہ اسد علی خاں تمنا حیات اور ادبی کارنامے مرتبہ ڈاکٹر مہر جہاں صفحہ ۱۱۵ سنہ ۱۹۷۹ء

''نوائے ادب'' میں شائع ہوا۔ جس میں امتیاز کی شاعری کا تفصیل سے احاطہ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد راحت عزمی نے بھی اپنی مرتبہ کتاب ''ماہ لقا حالات زندگی معہ دیوان'' سنہ ۱۹۹۸ء میں امتیاز کا ذکر کیا ہے اس طرح محققین اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ ہونے کا سہرا امتیاز کے سر جاتا ہے۔

امتیاز کے حالات زندگی کے بارے میں جو بھی معلومات دست یاب ہوتی ہیں اُس کا واحد ذریعہ امتیاز کے دیوان میں موجود مثنوی ہی ہے۔ اس مثنوی میں ہمیں امتیاز کی پیدائش سے لے کر حیدر آباد منتقل ہونے تک کے حالات کی تفصیل مل جاتی ہے۔

اس مثنوی میں امتیاز نے ذکر کیا ہے کہ اس دیوان کو اُس نے ۳۶ سال میں مرتب کیا ہے۔ یہ چھتیس سال امتیاز کی ولادت سے شروع ہوتے ہیں یا پھر سن شعور کو پہنچنے کے بعد سے، یہ امر تحقیق طلب ہے۔ اس بارے میں نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں :

''اس کا دیوان ۱۲۱۲ھ میں مرتب ہوا۔ اس میں اُس نے اس امر کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ دیوان اس نے چھتیس سال کے سن میں مرتب کیا ہے۔ اس لیے اس کی پیدائش ۱۱۷۶ ہجری میں قرار پاتی ہے''۔[1]

لیکن ڈاکٹر اشرف رفیع اس بات کی تردید یوں کرتی ہیں :

''مثنوی میں دو شعر ایسے ملتے ہیں جن میں چھتیس کا عدد آیا ہے۔ جس سے چھتیس سال کی عمر میں دیوان مرتب ہونا اخذ نہیں ہوتا۔ اس سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیاہتا زندگی کے چھتیس سال بعد شاعرہ کے شوہر تمنا کا انتقال ہوا ہے''۔[2]

ڈاکٹر اشرف رفیع کی یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ انہوں نے مثنوی میں چھتیس کے عدد کے دو شعر کے موجود ہونے کا ذکر کیا ہے اور ان اشعار کی مدد سے شاعرہ کی بیاہتا زندگی کے چھتیس سال اور اس کے بعد شوہر کی موت واقع ہو جانے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ہمیں مثنوی میں چھتیس کے عدد کے دو نہیں بلکہ تین شعر ملتے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں :

---

[1] دکن میں اُردو مرتبہ نصیر الدین ہاشمی صفحہ ۴۸۵ مطبوعہ ۱۹۶۲ء

[2] اُردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ مضمون ڈاکٹر اشرف رفیع مجلہ عثمانیہ دکنی ادب نمبر صفحہ ۱۸۵ مطبوعہ ۶۲-۱۹۶۳ء

مرا عشق ہے سال چھتیس کا سو برباد پل میں یہ کیا گیا
مشقت برس ہائے چھتیس کی سو یکبارگی ہائے دھوئی گئی
کرے نامۂ اعمال کوئی سیاہ کیا برس چھتیس اس میں تباہ

اوران تینوں اشعار سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ شاعرہ کی پیدائش ۱۱۷۶ھ میں ہوئی ہوگی۔ پہلے شعر سے شوہر کے انتقال کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ دوسرے شعر میں تمنّا کی موت کی وجہ سے مشق سخن سے ہاتھ دھو بیٹھنے کی بات کہی گئی جب کہ تیسرے شعر میں مشقِ سخن میں چھتیس سال تباہ ہوجانے کا ذکر ملتا ہے اور ان تمام باتوں سے صرف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ امتیازؔ چھتیس برس تک اپنے شوہر اسد علی خان تمنّا سے اِصلاح لیتی رہی اور چھتیس برس تک اپنے دیوان کو مرتب کرنے کی کوشش میں لگی رہی، نیز اُس نے اپنی بیاہتا زندگی کے چھتیس برس گذارے۔ لیکن قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کب پیدا ہوئی ہوگی، بقول ڈاکٹر اشرف رفیع، تمنّا کا انتقال شادی کے چھتیس سال بعد ۱۲۰۴ھ میں ہوا۔ اس طرح سنہ ۱۱۶۸ ہجری شادی کا سن ہوتا ہے۔ اُس زمانے میں لڑکیوں کی شادی کی زیادہ سے زیادہ عمر عموماً تیرہ چودہ سال تھی۔ اس لحاظ سے اندازاً امتیازؔ کا سنہ پیدائش ۱۱۵۵ ہجری یا ۱۱۵۴ ہجری ہوسکتا ہے۔[1] اس طرح نصیر الدین ہاشمی کے اُس قیاس کی نفی ہوجاتی ہے کہ شاعرہ کی پیدائش ۱۱۷۶ ہجری قرار پاتی ہے بلکہ یہ تو امتیازؔ کی سنِ شعور کی عمر قرار دی جاسکتی ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ سنہ ۱۱۷۶ ہجری میں امتیازؔ کی عمر ۲۲ برس کی تھی اور اُس نے اپنی ازدواجی زندگی کے آٹھ سال بھی مکمل کرلیے تھے۔

امتیازؔ نے کس گھرانے میں آنکھ کھولی اور وہ کس خاندان کی چشم و چراغ تھی اس کا کوئی داخلی یا خارجی ثبوت فراہم نہیں ہوتا، لیکن دیوان میں موجود مثنوی کے ایک شعر سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ اُس کا تعلق ایک بڑے قبیلے سے تھا:

قبیلہ ہی میرا تھا کچھ کم ہزار دو غم باپ و ماں کا مجھے بے شمار

لیکن خاندان کے کسی فرد نے اس کی پرورش نہیں کی۔ پیدائش کے سوا سال بعد ہی ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور باپ نے بھی اس سے منہ موڑ لیا، چنانچہ وہ کہتی ہے:

---

[1] اُردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ مضمون ڈاکٹر اشرف رفیع مجلّہ عثمانیہ دکنی ادب نمبر صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ ۶۳-۱۹۶۲ء

که اوّل جدائی کیا باپ و ماں — سوا برس کی بے شبہ تھی یہ جاں
تو پائی اسی عمر میں ماں نے فوت — دی خلعت بسیرے کی جب آ کے موت
موی تو ہوا ایک عالم پہ غم — مرے پر جدائی کا غم تھا ستم
دو چھٹ پن میں کیا کیا کیا چھوٹھ جاں — رہا ہوگا کِس طور گریہ کناں

اوراس سانحہ کے بعد امتیاز کو کسی لاولد رئیس نے گود لے لیا، جس کا وہ یوں اظہار کرتی ہے:

ہوا پرورش ہائے غیروں کے سات — ہوئے اُن پو دِن عید شب برات
کیے پرورش وہ تو چاوں کے سات — رکھے دائیاں نیک اور پاک ذات
ولیکن نہ میں دود کس کا پیؤں — فراق جنی ماں سے ہر دم جھروں
کیے پرورش وہ جو پالی تھی ماں — زر و مال کیا تھا تصدّق تھی جاں
نہ اولاد تھی اُن کو اور آل تھی — دو ہوتے تھے صدقے یہہ دیکھ حال ہی
تڑپنا دو رونا میرا کام تھا — نہ یہہ مج کو معلوم انجام تھا
سبھی گھر کے تھے لوگ بے صبر و تاب — کسی سے نہ دیکھا یہ جاتا عذاب

ہمارے مسلم معاشرہ میں بچوں کی تسمیہ خوانی پانچویں سال میں داخل ہونے کے بعد کی جاتی ہے اوراس کے بعد ہونہار بچوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے امتیاز کے کفیل وسرپرست نے بھی امتیاز کی بسم اللہ کی تقریب منائی اور تعلیم کا آغاز ہوا جس کا اظہار ان اشعار سے ہوتا ہے:

ہوا جب آ کے سال پنجم — تو سونپے معلم جو تھے خوش رقم
دو بسم اللہ جب دھوم سے میں پڑھا — ہوا اِسم اللہ مرا رہ نُما
ہوئے چند روز اس کسب میں جو صرف — دو قسمت کے حاصل ہوئے جتنے حرف

ماں کے انتقال کے بعد امتیاز شفقتِ پدری سے بھی محروم ہوگئی تھی لیکن نو برس بعد اُس کی ملاقات اپنے والد سے ہوتی ہے۔ چناں چہ اُس کی ملاقات جب اپنے باپ سے ہوتی ہے تو امتیاز نے انھیں پہچانا نہیں۔

کچھ یک اقرباء آ کے ملنے لگے — دو نو سال کے بعد باپ آ ملے

رہی ناشناسائی اُن کی مجھے — کہ قبلہ ہے میرا یہہ کوئی غیر ہے
فدا دم بدم مُجھ پو کرتے تھے جان — دو قُربان ہوتے تھے ہر آن آن
غرض کیا کہوں اتنی مدت کا غم — کہ اس سے ہوا مجھ پہ کیا کیا ستم

امتیاز کو ابتداء سے ہی شعر و شاعری کا شوق تھا حُسن اتفاق سے اُسے شاعرانہ ماحول اور استادِ سخن شاعر اسد علی خان تمنا جیسا شوہر بھی ملا، جس سے امتیاز کی شاعری کی آبیاری ہوتی رہی، وہ لکھتی ہے:

مُقدر کا تھا جتنا لکھا پڑھا — تکاور جوانی پہ جب جا چڑھا
لڑکپن سے یہہ شوق دِل نے کیا — یہ کچھ شعر و اشعار کا مشغلہ
لیاقت تو کیا شعر کہنے کی تھی — ہوس یوں ہی چُپ کہنے سُننے کی تھی
فراست کدھر شعر فہمی کی ہائے — یہہ ہو حوصلہ جس کا وہ کیا نبائے

اپنے معتقدات کے اعتبار سے امتیاز امامیہ مسلک کی پابند تھی جس کا اظہار اپنے دیوان میں مختلف مقامات پر امتیاز نے کیا ہے۔ امتیاز کی غزلوں کے اکثر مقطعوں میں اس بات کا کھلا اظہار ملتا ہے جیسے:

امتیاز ترا لقب ہم نے — جان فدائے ابو تراب کیا
بلالو اب نجف میں امتیاز ہے یا علیؑ مضطر — دکھاؤ اب کرم سے اُس کے تیں ہر دم مزار اپنا
امتیاز اب یاد کر درد و الم حسنین کا — ماتمی ہوکر ہمیشہ سر کو دائم کوٹنا
تڑپتا ہے پہنچنے اب نجف کو امتیاز ہے ہی — صبا تو والدِ شبیر و شبر کو سُنا دینا
جلدی سے امتیاز کرے یا حسین جا — کعبہ، مدینہ اور نجف، کربلا کی سیر
جناب مرتضٰی سے ہے اُمید امتیاز اتنی — نجف میں کھینچ لیویں اُس کو اپنی مہربانی سے
امتیاز اب معصیت کے بحر میں ہے یا علی — پار ہونے جلد کشتی یا نواڑا چاہئے
یہی ہے یا علی اب تو نجات امتیاز اتنی — نجف میں اپنے قدموں پاس یا شاہ اس کو گڑواؤ
ہے ارادہ نجف میں جا پہنچیں — کھینچ لو امتیاز کو باشاہ
امتیاز اب تو لیا تونے پنہ دل سے علی کی ہی مقرر — کونین کا سب جائے الم غم پھر غم کہو کیا ہے

دوسری بات یہ ہے کہ اسد علی خان تمنؔا بھی امامیہ عقائد کے حامل تھے اور عام رُسوم و رواج کے مطابق ازدواجی رشتے ہم مذہب اور ہم فرقہ لوگوں ہی میں طے پائے جاتے تھے۔ اس لحاظ سے بھی امتیازؔ کے اہلِ تشیع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اِس کے باوجود، وہ شاہ عطااللہ کی مرید تھی، شاہ عطاء اللہ، امین الدین علی بیجاپوری کی اولاد اور خلفاء میں سے تھے۔ شاہ صاحب سے اپنی عقیدت مندی کا اظہار امتیازؔ اپنی طویل مثنوی گلشن شعراء میں یوں کرتی ہے :

عطااللہ سچہ میرے مرشد کا نام ۔۔۔ عطا وہ کیے معرفت کا کلام
وہ علمِ حقیقی کے ہیں مجتہد ۔۔۔ امین الدین اعلیٰ جو ہیں ان کے جد
ہیں سب اولیا میں وہ مثلِ نگیں[۱] ۔۔۔ جہاں تک زمیں ہے وہاں تک امیں

امتیازؔ کی شادی اورنگ آباد کے نامور شاعر اسد علی خان تمنؔا سے ہوئی۔ اسد علی خان تمنؔا ایک صاحبِ دیوان شاعر گذرے ہیں، وہ سراؔج اورنگ آبادی کے ہم عصر تھے۔ امتیازؔ اپنے شوہر سے بہت خوش تھی اور اُنھیں بے انتہا پسند کرتی تھی، اُس نے جہاں کہیں بھی محبوب کا ذکر کیا ہے اس کی پس پردہ صرف تمنؔا ہی دکھائی دیتے ہیں۔ دیوان میں موجود کئی اشعار سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ لیکن امتیازؔ لاولد تھی، چناں چہ وہ لکھتی ہے :

مشبہ بہ دو حرف نقش نگیں ۔۔۔ نہ کوی ہے خلیفہ نہ کوی جانشین
رکھتا ہے جہاں میں کوئی کیوں ایسے شجر کو ۔۔۔ ہر چند نہ پاوے کوئی برگ یا بر ہی

امتیازؔ اپنے شوہر اسد علی خان تمنؔا کا سراپا بیان کرتے ہوئے لکھتی ہے :

نہایت شکیل و جمیل یک نوجواں ۔۔۔ کہ تھا چشمِ آہو وو ابرو کماں
بنا کر وو آنکھوں کے دوروں کے پھاند ۔۔۔ لگا لاوے لیا کر محبت کا باند
ہر یک صید کا وو ہی صیّاد تھا ۔۔۔ جو بے دادیوں کا وو ہی داد تھا
وو تھا نازنین حور خو خوش مزاج ۔۔۔ نہایت نزاکت سے نازک مزاج
قد سرو تھا باغ جانِ جہاں ۔۔۔ جسے دیکھ خوش تھے زمیں و زماں
تکلّم تبسّم سے آمیز تھا ۔۔۔ وہ ہر نکتہ اس کا دل آویز تھا

۱۔ دکن میں اُردو مرتبہ نصیر الدین ہاشمی صفحہ ۴۸۵-۴۸۶ مطبوعہ سنہ ۱۹۶۲ء

صفِ قابلوں پر ہی لایق تھا وو | جمع خوبیوں کا ہی لایق تھا وہ
وو سب خوبرووٗں میں تھا نام دار | کہ تھا کشورِ حُسن کا تاج دار
کہ تھا نازنیں خُوش شکل نوجواں | رکھے تیر مژگاں و ابرو کماں
عجب خوش ادا تھا نزاکت مآب | وو سب ماہ رووٗں کا تھا آفتاب
اُسی کا تو خانِ تمنا تھا نام | اسد تھا علی کا تھے روباہ رام

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ امتیاز کو اپنے شوہر سے کس قدر محبت تھی اور وہ ایک لمحہ کے لیے بھی تمنا کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تھی لیکن دستِ قضا نے تمنا کو اُس سے چھین لیا۔ بیوگی کا غم امتیاز کے لیے ایک ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ اُس پر آفتوں کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اپنے شوہر کی غیر متوقع موت سے امتیاز بیمار پڑ گئی۔ وہ اپنے غم اور دُکھ بھرے جذبات کا یوں اظہار کرتی ہے :

کہ آعلیٰ و ادنا سبھی مِل مجھے | بُرا مری گردش کو سب نے کہے
جو گردش سے اس چرخ کی وہ جوان | ہوا ہائے زیرِ زمیں مہہ نہاں
زمیں گود میں اپنی لے کر ہی ہائے | نہ کچھ عار کرشہ جواں کو سُلائے
نہ پھٹ کر زمین کا کلیجہ گیا | کہ جس وقت ایسا یہ جا سو رہا
بنائی تھی اپنی میں وو خواب گاہ | اُسے کیوں سُلائے کہو ہائے آہ
فلک نے کہ جس کا کیا ہو یہہ غم | تو پھر پُوچھنا کیا ہے میرا الم
مرا قرۃ العین وو خوش خصال | میں عاشق وہ معشوق صاحب کمال
ہے تاریک آنکھوں میں سارا جہاں | تڑپنا شب و روز ہے گا یہہ جہاں
کیا ہے گا فرقاں میں رب عالمیں | کہ تحقیق ان اللہ مع الصابرین
تو صابر صبر کرکے ہو امتیاز | کہ بندہ ہے جس کا وو بندہ نواز

امتیاز نے اپنی ازدواجی زندگی کے چھتیس برس تمنا کے ساتھ گذارے اور اس کے بعد وہ بیوہ ہوگئی۔ تمنا کا انتقال ۱۲۰۴ ہجری مطابق ۱۷۸۹ء میں ہوا۔ قیاس اغلب ہے کہ امتیاز کے شوہر کی موت حالتِ سفر میں ہوئی ہوگی۔ اپنے شوہر کی موت کے غم میں امتیاز جذبات سے مغلوب ہو کر

دل کی گہرائیوں سے یوں شکوہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے :

کہوں بے خودی سے میں سب رازِ دل / ارے بے رحم مجھ سے یک دل ہو مل
تجھے تو کہیں مل کے سب غم تراش / معالج ہوکر گم ، جگر کا خراش
شتاب آ کے محفل میں ہو جلوہ گر / ترے بن تو ویراں ہے دل کا شہر
تجھے اِس سفر میں ارے دل کے سنگ / مرا دردِ سر دیکھ اور زرد رنگ
مرے دل سے اب چین کھویا گیا / یہہ کیوں تخم غم آہ بویا گیا
ہزاروں درخت ہائے اُگتے یہاں / ثمر غم سے پُر بار جھکتے ہیں ہاں
نہ برداشت ہے دل کو غم کی اے یار / شب و روز کب تک رہوں اشک بار
ہے اوّل مجھے اِس سفر میں یہہ غم / کہ تنہا ہوں میں ، ہے بڑا یہہ ستم
پھر اس پر بھی اب تندرستی نہیں / یہہ اعضا کو غیر از شکستی نہیں
نکوئی پوچھتا حال میرے کو اب / یہہ شب تو کٹی آہ و افغاں میں سب
کہ راتوں کی بیداریاں ہیں مجھے / نہیں آہ و فریادیاں ہیں مجھے
نکوئی منھ دکھاتا ہے آ دوست دار / نہ کہتا کوئی کیوں تُو ہے بے قرار
کسی کو مری آہ وزاری سے کیا / کسی کو مرے اشک جاری سے کیا
مرے حال پر غور فرما ہے کون / حقیقت اذیّت کی سُنتا ہے کون
بیاں اس سفر کا میں کیا کیا کروں / ہر اِک دَم کی ایذا کو کیوں کر لکھوں

ایک اور جگہ امتیاز اپنی بے قراری کا اظہار یوں کرتی ہے :

کہاں تک صبر کیجئے اُڑ گیا ہے صبر تو میرا / میں بیٹھا دے تجھے دل آہ ہوں بے دِل، ذرا آجا
میں ایسی بے قراری میں رہوں کب تک بتا قاتل / نہیں ہے چین مج کو ہائے تل بھر تل ذرا آجا

اور یہاں جذبات کی شدّت اپنے عروج پر ہے :

سینہ تری جفا سے معمور ہو رہا ہے / پڑ زخم دِل میں ظالم ناسُور ہو رہا ہے

تمنّا کے انتقال کے بعد امتیاز تنہا ہو گئی تھی۔ غمِ جاناں کے ساتھ ساتھ اُسے اب غمِ دوراں بھی لاحق ہو گیا تھا۔ چناں چہ اُس نے ترکِ وطن کیا اور حیدر آباد منتقل ہو گئی، اُن دنوں نظام علی

خاں آصف جاہ ثانی مسند آرائے سریر سلطنت دکن تھے۔ آصف جاہ دوم کی مدح میں دیوانِ امتیاز میں کئی قصائد ملتے ہیں جن کے مطالعہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ امتیاز کی رسائی دربار تک رہی ہو گی۔ وہ لکھتی ہے :

نظامِ دکن شاہ والا تبار ہے زیب آورِ تخت وہ تاجدار
سکندر مثال و سلیماں عصر ہے دارائے ثانی شہ نامدار
ہے آصف اسی دور کا بے شبہ رعایا پہ ہے لُطفِ پروردگار
شجاعت کے میدان میں جولاں ہو گر تو اُٹھ جائے رُستم دلوں سے قرار

ہو کوئی شاہِ شہاں یا محسن و جواد ہو زیرِ فرماں ہو کے تیرا ہے مطیع منقاد ہو
دو جہاں کا ہو مقاصد بر ہی تو شاہنشہا خاطرِ دل خواہ تیرے سب طرف سے شاد ہو
پوچھنا کیا ہے گا اُس کی جاہ و حشمت کا اے دل فضلِ حق سے یہہ ریاست جس کی مادر زاد ہو
جس طرح سے ہے بزرگی عرش کی رفعت کے سات سلطنت کو تیری ایسے طرز کی بنیاد ہو
ہے سکندر تُو ہمارے عصر کا لاشک و ریب عمر کا رشتہ ترے جیوں رشتۂ فولاد ہو
تُو سلیماں وقت آصف کار فرمائے جہاں عدل و احسان سے ترے سارا جہاں آباد ہو

اپنے دیوان کو مرتب کر کے امتیاز نے خواتین کو حاملانِ شعر و ادب کے زمرہ میں لا کر کھڑا کر دیا اس لیے کہ اُس نے یہ کارنامہ ایک ایسے دور اور ایک ایسے ماحول میں انجام دیا اور اُس وقت شاعری کا آغاز کیا جب کہ کسی خاتون کا لکھنا پڑھنا تو دُور کی بات اس کے بارے میں سوچنا تک گُناہ تصور کیا جاتا تھا۔

تمنا کے انتقال کے بعد اُس نے اپنی زندگی کے باقی دن کیسے گذارے اور کتنی عمر پائی تھی اس بات کا پتہ نہیں چلتا اور یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ کب اور کن حالات میں اُس کا انتقال ہوا، لیکن دُنیائے ادب میں چھوڑا ہوا اُس کا یہ دیوان اُس کے کمالِ فن کا مظہر ہے۔

شاعری

امتیاز کی شاعری کس قدر اہم اور بلند ہے اس بات کا اندازہ کرنے کے لیے امتیاز کے دیوان کا بغور مطالعہ، کلام کی خصوصیات کا جاننا ضروری ہوگا۔ امتیاز کی شاعری کے بارے میں بہت کم محققین نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اگرچہ کہ نصیرالدین ہاشمی نے سب سے پہلے اپنی مرتبہ فہرست میں امتیاز کا تعارف کروایا تھا لیکن شاعرہ کے کلام پر انہوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ دیوان میں موجود مثنوی کے اشعار سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ امتیاز کو بچپن ہی سے شعر و شاعری کا شوق تھا۔

لڑکپن سے یہ شوق دل نے کیا — یہ کچھ شعر و اشعار کا تھا مشغلہ
لیاقت تو کیا شعر کہنے کی تھی — ہوس یوں ہی چپ کہنے سننے کی تھی

امتیاز کو چوں کہ کسی لاولد رئیس نے گود لے لیا تھا اُس کی تعلیم و تربیت کا خاص انتظام کیا گیا تھا، یقیناً اُس کی تعلیم معیاری رہی ہوگی اور فنِ شاعری کو اُس نے اپنی روح میں جذب کر لیا ہو۔ پھر جب تمنا سے رشتۂ ازدواج مُنسلک ہو گیا تو اُسے استادِ سخن شاعر اور شوہر سے تلمذ بھی حاصل ہوا۔ پھر بھی کسی شاعر کے کلام کہنے کا مقصد، وجوہات اور رُجحان یا نظریۂ شاعری کی تلاش ضروری ہو جاتی ہے۔ ''ہر شاعر کسی نہ کسی جذبہ کے تحت شعر کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے، کوئی حسنِ فطرت کا دل دادہ ہوتا ہے، کوئی صداقتِ عشق کا رسیا، کوئی واردات قلبی اور اس کے اظہار کا عادی، کوئی محض زبان و بیان کی قدرت اور اپنی قابلیت کے اِظہار کا خواہش مند ہوتا ہے'' [۱]

اِس نقطہ نظر سے اگر امتیاز کے کلام کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امتیاز کو شاعری سے فطری لگاؤ تھا اور اُس نے اپنے دلی جذبات اور کیفیات کے اظہار کے لیے شاعری کو ذریعہ بنایا جہاں اس کا عشق، عشقِ مجازی نہیں بلکہ عشقِ حقیقی محسوس ہوتا ہے۔

شعر کہنے کا سلیقہ کچھ نہیں ہے امتیاز — ہے مگر اتنا کہ رکھتا ہے ٹک غم کا تراش

راقم الحروف نے امتیاز کے قلمی دیوان کا مطالعہ نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ کیا اور اس

---

[۱] کلیاتِ ایجاد مرتبہ ڈاکٹر عقیل ہاشمی صفحہ ۵۶ سنہ ۱۹۹۰

سے کچھ نتائج اخذ کیے۔ سب سے پہلے اس دیوان میں امتیاز نے علاوہ غزلوں کے دیگر اصناف سخن پر بھی طبع آزمائی کی ہے اس لیے ہم اسے محض دیوان نہیں کہہ سکتے جب کہ اس کی صورت اصناف کی روشنی میں ''کلیات'' کی سی ہے، مگر شاعرہ خود اسے دیوان کہتی ہے اس طرح کلیاتِ امتیاز میں جملہ ۱۸۵ غزلیات ہیں، جن میں سے ۷ غزلیں نامکمل ہیں کیوں کہ کسی مکمل غزل کے لیے مطلع و مقطع کو ملا کر کم سے کم ۵ اشعار کا ہونا ضروری ہے اور یہ سات غزلیں ان شرائط کو پورا نہیں کرتیں۔ ان نامکمل غزلوں کی تفصیل یوں ہے :

ردیف ت ۳ شعر، ردیف ج ۲ شعر، ردیف خ ۳ شعر، ردیف غ ایک شعر، ردیف ق ۳ شعر، ردیف م ۴ شعر اس کے علاوہ درج ذیل کے اشعار ردیف ''ہ'' میں سہواً لکھے گئے ہیں۔

جس وقت سرکشی سے گردش میں ہو بالا	مئے ناب کی قسم ہے جاتا ہے جان میرا
بنت العنب اے لڑکو کیوں ہم کو دیتے بالا	سب لے مزہ مزوں سے اور ہم پہ جاں کندن

یہی نہیں بلکہ ردیف 'ب' میں 'پ'، 'ز' میں 'ژ' کی غزلیں لکھ دی گئیں۔ اس طرح مکمل غزلیات کی تعداد ۱۷۸ ہے جب کہ غزلیات کی ان تعداد کے بارے میں نامکمل غزلیات کو ملا کر ڈاکٹر اشرف رفیع نے ۱۸۴ اور ڈاکٹر مہر جہاں نے ۱۸۶ بتایا ہے۔

امتیاز کے کلیات کے جملہ ابیات کی تعداد ۲۱۶۰ ہے۔

مخمس دگر ریختہ جو ہوا	مناقب قصاید مدح جو لکھا
ہوے دو ہزار ساٹھ اور ایک سو	ہے تعدادِ ابیاتِ دیوان جو

جب کہ صرف غزلیات کے ابیات کی تعداد ۱۲۱۲ ہے اور حسنِ اتفاق سے ۱۲۱۲ ہجری امتیاز کے دیوان کے مرتب ہونے کا سن بھی ہے۔ اس بات کی صراحت خود امتیاز یوں کرتی ہے :

کیا سنِ ہجری کو جب میں عیاں

ہوے ایک ہزار دو سو پہ بارا ہے جاں (۱۲۱۲ ہجری)

امتیاز کی سب سے زیادہ غزلیات ردیف ''ی'' میں ملتی ہیں جن کی تعداد ۴۵ ہے اس کے بعد ردیف ''الف'' میں ۳۳ اور ردیف ن میں ۲۷۔ غزلیات کے علاوہ امتیاز نے جن دوسرے اصناف میں طبع آزمائی کی ہے اُن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے :

قصیدہ جات ۸، مثنوی ۱، مخمسات ۳، مسدسات ۵، قطعات ۱۵، رُباعیات ۲۵، ۲۳،
فارسی غزل ایک، مثمن ایک، فارسی قطعہ ایک، منقبت ۵، ایک عرضی کے علاوہ ایک نثری مقفیٰ
عبارت، گویا امتیاؔز نے تقریباً تمام اصنافِ سخن کے گیسو سنوارے ہیں اور یہ بات امتیاؔز کو شاعری
سے فطری لگاؤ کی غمازی کرتی ہے اور ایک قادرالکلام باکمال شاعرہ ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرتی
ہے۔ "دیوان کے علاوہ اُس نے ایک ضخیم مثنوی "گلشن شعراء" کے نام سے موسوم ہے اور اس کے
آٹھ ہزار شعر ہیں۔ اِن سے امتیاؔز کی پُر گوئی کا ثبوت ملتا ہے۔ مثنوی کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ
خواتین دکن میں موجود ہے"۔[۱]

امتیاؔز نے کسی صِلہ یا ستائش کی خاطر شعر نہیں کہے جب کہ اُس کی ہم عصر شاعرہ ماہ لقا بائی
چنداؔ نے اپنا پورے کا پورا کلام صلہ و ستائش کی تمنا میں لکھا کیوں کہ شاعری اور مُجرا اُس کا ذریعہ
معاش تھا۔ اِس سے پہلے کہ ہم امتیاؔز کا شعر و ادب میں صحیح مقام متعین کریں، اُس کی ہم عصر شاعرہ
ماہ لقا بائی چنداؔ کے حالات زندگی کا اجمالی جائزہ لیں گے۔

امتیاؔز اور چنداؔ کی عمروں میں ۲۵ سال کا فرق ہے۔ امتیاؔز کی پیدائش غالباً ۱۱۵۴ ہجری
اور چنداؔ کی پیدائش کا سن ۱۱۸۱ ہجری ہے۔ چنداؔ کو ہمیشہ روساء و امراء کی صحبت حاصل رہی۔
شاعری اور مُجرے کے ذریعہ اُس نے بہت ساری دولت کمائی، اُس کے بے شمار پرستار تھے۔ اُس
نے اپنی زندگی کے ساٹھ سال چھ درباروں میں گذارے، جن میں رکن الدولہ، نظام علی خاں آصف
جاہ ثانی، سکندر جاہ آصف جاہ ثالث، ارسطو جاہ، میر عالم، راجہ راؤ رنبھا اور مہاراجہ چندو لعل شاداں
کے دربار شامل ہیں۔ وہ ساری عمر زندگی کی رنگینیوں میں کھوئی رہی اور تاحیات غیر شادی شدہ رہی۔
دنیا کی تمام آسائشیں میسّر ہونے کے باوجود چنداؔ نے تنہا رہنے کو ترجیح دی۔ امراء و روساء
کی نوازشوں سے وہ ان گنت جاگیرات کی مالک بن گئی تھی۔ اُس کی جاگیرات میں سید پلی،
حیدر گوڑہ، چندا پیٹھ، پلے پہاڑ، علی باغ اور اڈیکمٹ شامل تھے۔ "یہی نہیں بلکہ اُس نے اپنا دیوان
بھی راجہ راؤ رنبھا کی فرمائش پر مرتب کیا۔ راجہ راؤ رنبھا کو شعر و ادب اور رقص و سرود سے دل چسپی
تھی ماہ لقا کا دیوان راجہ صاحب ہی کی ایما پر مرتب ہوا"۔[۲]

۱۔ دکن میں اُردو مرتبہ نصیرالدین ہاشمی صفحہ ۴۸۵ مطبوعہ ۱۹۶۳ء

۲۔ ماہ لقا حالات زندگی معہ دیوان مؤلفہ راحت عزمی صفحہ ۹۳ مطبوعہ ۱۹۹۸ء

۱۲۴۰ ہجری میں جب اُس کا انتقال ہوا تو اُس نے اپنے عملہ اور زیر پرورش کنیزوں وغیرہ کی پرورش کے لیے باغ، مقطعہ اور جاگیر کے علاوہ صرف نقدی و جواہر وغیرہ ملا کر ایک کروڑ روپے چھوڑے تھے۔[1] جب ہم امتیازؔ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو امتیازؔ کی زندگی کے احوال بالکل مختلف نظر آتے ہیں۔

امتیازؔ، چنداؔ سے ۲۴، ۲۵ سال پہلے پیدا ہوئی، اُس کی ولادت کے کچھ مہینوں بعد ہی ماں کا انتقال ہو گیا اور باپ نے بھی اُس سے منہ موڑ لیا، کسی لاولد رئیس نے اُس کی پرورش کی، بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام کیا، شعر گوئی کی طرف وہ بچپن ہی سے مائل تھی۔ پھر جب تمناؔ سے شادی ہوئی تو اپنی شاعری کے نوک پلک سنوارنے اور نکھارنے کا اُسے پورا پورا موقع ہاتھ آیا۔ ''قدرت نے امتیازؔ کی شاعری کو پھلنے پھولنے کے لیے سارے مواقع فراہم کیے تھے۔ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ شاہانہ علمی ماحول اس پر رفیقِ حیات بھی مِلا تو فن شعر گوئی میں مسلم الثبوت اُستاد...... اُس کی نجی زندگی پر سکون اور خوش حال تھی''۔[2]

امتیازؔ کی زندگی میں تمناؔ کے علاوہ کوئی اور مرد نہیں تھا۔ وہ ایک شریف النفس، اعلیٰ اقدار کی حامل پردہ نشین، خانہ دار اور شوہر پرست خاتون تھی۔ اُس نے اپنی ازدواجی زندگی کے دن کامیابی کے ساتھ گذارے، اپنی نجی زندگی کی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے اُس نے شاعری کی اور کسی صِلہ یا ستائش کی تمنا کے بغیر ۲۱۶۰ اشعار پر مشتمل اپنا کلیات مرتب کیا یہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔

کسی طرح کی سِتائش یا صلہ کی خاطر لکھا جانے والا کلام دل کی گہرائیوں سے نہیں لکھا جاتا اور نہ ہی اُس میں دل کے جذبات، کسک یا تڑپ کا احساس موجود رہتا ہے۔ کیوں کہ جب تک کوئی شاعر عشق کی آگ میں جل کر، تپ کر کندن نہیں بن جاتا وہ عشق کی لذت، اس کے درد سے ناواقف رہتا ہے اور اُس کا محبوب، ایک خیالی محبوب سے سوا نہیں ہوتا، اور ایسے کلام میں ندرت، رعنائی، جذبات کی بہترین عکاسی یا ترجمانی نہیں ملتی بلکہ صرف واہ واہ ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف ایک سچے عاشق کے دِل کی اتھاہ گہرائیوں سے اُٹھنے والی آہوں کا کلام صحیح معنوں میں دلی کیفیت کا آئینہ دار ہوتا ہے اور یہی بات امتیازؔ کے کلام میں پائی جاتی ہے۔

---

[1] ماہ لقا حالات زندگی مع دیوان — مرتبہ: راحت عزمی — صفحہ ۱۷ سنہ ۱۹۹۸ء

[2] مقالہ اسد علی خان تمنا — مرتبہ: ڈاکٹر مہر جہاں — صفحہ ۱۳۴ سنہ ۱۹۷۹ء

امتیاؔز کی زندگی میں صرف تمنّا کے ساتھ گذرے ہوئے دن ہی خوش گوار اور خوش حالی کے تھے اُس کے اکثر اشعار سے شُوخی اور چنچل پن ہی ظاہر ہوتا ہے :

راست کہہ رات ترا کس نے مزہ لوٹا تھا
بند قبا کے تھے کھلے ہار گلے تو ٹا تھا

سُرمہ آنکھوں میں کھلا پیچ ہیں چیرے کے کھلے
سٹ پٹاتے ہو گلے کن نے لگا گھوٹا تھا

جب آلگتا گلے سے امتیاؔز اٹکھیلیاں دیکھلا
بیاں وو کیا کروں پیار سے میں تیری مہربانی کا

چھوڑ دے صیاؔد ہم کو ، ورنہ توڑیں گے قفس
فصلِ گل یوں مفت جائے اور رہے باقی ہوس

آنکھیں مت اپنی ہم سے تو ایسی پھرا صنم
کہیں اس پلٹ میں ، بیٹھے نہ دِل ہی ترا صنم

تمنّا کی وفات کے بعد امتیاؔز کا رنگِ تغزل بدل جاتا ہے جس میں یاس وحسرت ، درد والم نمایاں ہیں :

میں غم کا ہات دل کا گریباں دریدہ ہوں
آنکھوں کے خم سے خون جگر مئے چکیدہ ہوں

میں سوزِ ہجر لکھوں جس گھڑی تڑپ دل کی
قلم کا چاک ہو سینہ ، کرے فغاں کاغذ

اُمید ہے کہ قبر پر آکر مری کبھی
شاید کہ چادر اپنی بنا کر اڑھائے گُل

دل بے تاب کو میرے نہیں آرام کہیں
جب تلک ہو نہ ہم آغوش گل اندام کہیں

دل کی تڑپ کے نقشہ کو کیوں کر رقم کروں
تشبیہ برق ، صورتِ لبمل ، صنم کروں

امتیاؔز کے کلام میں عشقِ حقیقی کی جھلکیاں صاف نظر آتی ہیں۔ اپنے دیوان میں اُس نے جو مثنوی لکھی ہے وہ اُس کے حالات پر مبنی ایک خودنوشت سوانح عمری پر مشتمل ایک اہم دستاویز ہے۔ یہ مثنوی، مثنوی نگاری کی قدیم روایت سے ہٹ کر لکھی گئی ہے۔ قدیم مثنویوں میں، مثنوی نگار اصل واقعہ قلم بند کرنے سے قبل حمد، نعت، منقبت اور مدح بادشاہ وغیرہ کے اشعار کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔ لیکن امتیاؔز نے اِس مثنوی میں بغیر کسی عنوان کے راست اپنی سوانح عمری اور شوہر سے جدائی کے جذبات کو نہایت پُراثر و پُرسوز انداز میں رقم کیا ہے۔ اپنے غم واندوہ کی پیش کشی کی یہ ایک انوکھی مثال ہے۔ مثنوی کے ابتدائی اشعار میں شاعرہ اپنا دردِ دل بیان کرتی ہے، اپنی تنہائی، کرب اور دُکھ بیان کر کے اپنی وفا کی داد طلب کرتی ہے۔

یہ موسم ہے اے ساقیٔ نوبہار — یہ موسم ہے اے ساقیٔ گُل عذار
یہ موسم ہے اے ساقیٔ مشک بو — یہ موسم ہے اے ساقیٔ ماہ رُو
یہ موسم ہے اے ساقیٔ دل رُبا — یہ موسم ہے اے ساقیٔ خُوش ادا
نہ رہ مجھ سے اب سخت دل مثلِ سنگ — یہ موسم ہے اے ساقیٔ سبز رنگ
یہ موسم ہے کچھ ہم سے کر گفتگو — یہ موسم ہے اے ساقیٔ حور خُو

اِن اشعار کے بعد امتیاؔز اپنے محبوب سے ملنے کے لیے بے قرار ہے اور اُسے خدا، رسول اور آلِ علی کی قسمیں یاد دلاتے ہوئے فوری آ ملنے کی فریاد کرتی ہے :

خدا کی قسم ہے کہ تو غم کو سُن
گہ اشک [illegible] جلد دامن کو پہنچ

قسم ہے تجھے اب نبی الہدا
کہ [illegible] دھن سن مرا [illegible]

قسم ہے تجھے مرتضیٰ کی مرے
قسم تج کو خیر النسا کی مرے

قسم ہے تجھے میرے حسنین کی
قسم ہے مری جان بے چین کی

قسم تج کو زین العبا کے اے یار
کہ ہوں بے وطن چھوڑ اپنا دیار

قسم ہے تجھے باقرِ راہ بر
قسم تج کو جعفر کی ہے سر بسر

قسم تج کو موسیٰ کاظم کی ہے
قسم ویسے شاہِ آعظم کی ہے

تجے ہے امامِ نقی کی قسم
پھر اُس پر حسن عسکری کی قسم

تجے ہے امامِ زماں کی قسم
ہے بے شک شہہ دو جہاں کی قسم

اسی چھار دہ تن کی تج کو قسم
تلطّف مدارا سے کیجو کرم

تجھے بھی تو آخر انہوں سے ہے کام
توہو قدر داں مج سے اے نیک نام

غرورِ جوانی کو کر برطرف
ذرا ہو کہ غم خوار آ اِس طرف

اِس مثنوی میں امتیاز کی پیدائش سے لے کر بچپن، بسم اللہ، جوانی، تعلیم و تربیت، والدین، سرپرست، شعر گوئی کا رجحان، شادی، اِزدواجی زندگی، لاولدی کا غم، بیوگی کا کرب، دیوان کی ترتیب، اشعار کی تعداد، دیوان کے مرتب ہونے کا سن وغیرہ کی ساری تفصیلات موجود ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امتیاز نے یہ مثنوی لکھ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرلیا ہے۔ اُس کے دل کی ہر بات بے ساختہ اُس کی زبان پر آگئی ہے اور اُس کے احساسات فن میں ڈھل کر مثنوی کا روپ اختیار کرلیے ہیں۔

یہ ایک کامیاب مثنوی ہے جس کی زبان سادہ سلیس ہے کلام میں بڑی روانی ہے، اُس کے خیال میں ندرت اور بانکپن ہے۔ امتیاز کو زبان پر قدرت حاصل تھی۔ امتیاز کی زبان اٹھارویں صدی ہجری کی ایک ترقی یافتہ دکنی زبان ہے، دکنی کے علاوہ اُس نے فارسی زبان میں بھی اپنے فن کے جوہر دکھائے ہیں۔

مثنوی کے علاوہ قصیدہ جات، مخمسات، مسدسات، قطعات، رُباعیات، فرد، مثمن، منقبت، عرضی، نثری مقفع و مسجع عبارت، فارسی غزل و قطعہ بھی شامل دیوان ہے جس کے مطالعہ سے اُس کی علمی اِستعداد کا پتہ چلتا ہے۔ امتیاؔز نے ہولی جیسے مقامی تہوار پر بھی غزل کہی ہے جو ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی ایک علامت ہے۔ اس سے امتیاؔز کی صاف ذہنیت کی نشان دہی ہوتی ہے۔

اُردو ادب کے لیے امتیاؔز کا یہ دیوان ایک انمول، قیمتی عطیہ ہے، اوّلین شاعرہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک قادر الکلام اور پُرگو شاعرہ ہے جس نے اپنے آپ کو صرف غزل گوئی کی حد تک محدود نہیں رکھا بلکہ پہلے صاحبِ دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ کی طرح اُس نے اُردو شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کرتے ہوئے اپنا کُلیات یادگار چھوڑا۔

امتیاؔز کا کلام اپنے عہد کی شاعری کا ایک عمدہ نمونہ ہے اور یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ امتیاؔز کو کم و بیش سارے اصناف شعری پر عبور حاصل تھا۔ چھوٹی بحروں میں امتیاؔز کے اشعار سہل ممتنع کے اچھے نمونے ہیں، روانی، سلاست، بے ساختگی نادر تشبیہات و اِستعارات اور محاوروں نے اس کے دیوان کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

جیسا کہ راقم الحروف نے لکھا ہے امتیاؔز کی زبان اٹھارویں صدی ہجری کے آخری دہے کی ہے اور رسم الخط بھی قدیم طرز کا ہے۔ اِس منزل میں اٹھارویں صدی کی دکنی زبان کی لسانی خصوصیات بول چال، محاوروں، لب و لہجہ اور رائج الفاظ سے واقفیت ضروری ہے۔ زبان کی قدامت کے ساتھ ساتھ اِملے میں ایک دوسرے لفظوں کو گتھا کے لکھنا، قاری کو اُلجھن میں ڈال دیتا ہے...... بعض بعض جگہ اشعار نامکمل ہیں۔ کہیں کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے جس کی تشکیل ضروری ہو جاتی ہے۔ کہیں کہیں اوزان میں بے اعتدالی پائی جاتی ہے تو اکثر جگہوں پر قافیے کی اُلجھنیں ملتی ہیں۔

۱- مروجہ اِملا کے مطابق کتابت میں پائی جانے والی غلطیوں کو حاشیہ میں دُرست کر دیا گیا ہے۔

۲- ہائے مخلوطی کو ہائے ہوز سے لکھا گیا ہے جیسے تہا (تھا)، پہر (پھر)، بہی (بھی)، مجہ (مجھ)، تجہ (تجھ)، وغیرہ۔ متن میں جہاں "ہ" اور "ھ" کو خلط ملط کیا گیا ہے وہاں اُس کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۳- ک اور گ میں ایک ہی مرکز لگایا گیا ہے مثلاً مکر (مگر)، اکر (اگر)، کل (گل)، تدوین کے وقت 'ک' اور 'گ' کا مروجہ اِملا استعمال کیا گیا ہے۔

۴- نون ساکن کو منقوط لکھا گیا ہے جیسے یون (یوں)، مین (میں)، یہان (یہاں)، صوتی لحاظ سے اُن کو دُرست کیا گیا ہے۔

۵- حروف ٹ، ڈ، ڑ کے لیے چار نقطے دیے گئے تھے، اس قدیم طریقہ کے بجائے ط کا نشان لگا دیا گیا ہے۔

۶- اکثر مقامات پر الفاظ کو گتھا کر لکھا گیا ہے جیسے ہوشمین (ہوش میں)، زبانسی (زباں سے)، چاندنمیں (چاندنی میں)، جہانمیں (جہاں میں)، اس طرح کی کتابت کو علاحدہ علاحدہ لکھ دیا گیا ہے۔

۷- دیوان میں پیش کی حرکت کے لیے واو سے ظاہر کیا گیا ہے جیسے اوس (اُس)، اودھر (اُدھر)، اون (اُن) اس کے لیے ہم نے شعر میں جو صوتی شکل باندھی گئی ہے اس کی صراحت حاشیہ میں کر دی ہے۔

اکثر مقامات پر یھاں (یہاں) وھاں (وہاں) نھیں (نہیں) کھیں (کہیں) بھی لکھا گیا ہے اور جب اشعار میں صوتی شکل استعمال کی گئی ہے جو یھاں، وھاں، نھیں وغیرہ کی گنجائش فراہم کرتی ہے ہم نے اس کی بھی حاشیہ میں صراحت کر دی ہے تا کہ اشعار کی قرأت میں دشواری اور وزن میں کوئی فرق نہ ہو۔

۹- دیوان میں بعض مقامات پر مکمل ''کے'' کے بجائے کاف بیانیہ ''کہ'' کا استعمال ہوا ہے ہم نے مروجہ اِملا کے مطابق اس کو بھی دُرست کر دیا ہے۔

۱۰- کاتب نے بعض مقامات پر بعض الفاظ کا غلط اِملا لکھ دیا ہے یا توڑ موڑ کر یا پھر حروف میں اضافہ کر دیا ہے جیسے تعذیر (تعزیر) مزبوط (مضبوط) مطانت (متانت) سمبھال (سنبھال) اور اضافت کے بجائے یائے معروف لکھ دی گئی ہے ان تمام اغلاط کو بھی دُرست کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں اِس کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۱۱- ''وہ'' کے لیے وو لکھا گیا ہے اس کو من وعن قائم رکھا گیا ہے۔

۱۲- کتابت میں تعقیدِ لفظی اور نقطوں کے غلط استعمال کی وجہ سے شعری حُسن مجروح ہوا ہے۔ جس کو دورانِ تدوین دُرست کر دیا گیا ہے۔

قدیم مخطوطہ کی تدوین میں جن اُمور کا خیال رکھا جانا چاہیے اس کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوصف کہیں کہیں حذف وترمیم کی گنجائش ہوگی۔ خُصوصیت کے ساتھ شعری تدوین (کُلیات) میں اس امر کا لحاظ رکھا جا سکتا ہے کہ شاعر کے نفسِ مضمون کو قریب الفہم بنا کر پیش کیا جا سکے۔ اس مرحلہ پر مقدور بھر کوشش کی گئی ہے تا کہ اس تدوین سے ''کلامِ امتیاز'' کا حُسن برقرار رہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عکس تحریر دیوانِ امتیاز صفحہ اول

عکس تحریر دیوانِ امتیاز صفحہ آخر

غزلیات

ردیف الف

①

برحق ہے خداوند جو توں، کون و مکاں کا
کہہ کن فیکوں، جلوہ کیا رازِ نہاں کا

کیا تاب زباں کو کہ، جو اوس بھید سے کچھ بھی
شمّہ ہی کرے واز، حقیقت کے بیاں کا

پھر ذاتِ محمد کی ثنا، اور دلیلیں
چاہے کہ کہے، کچھ نہیں مقدور زباں کا

امتیاز کی، اُمید قوی آپ سے، اتنی
مقصد ہی برآوے مگر، اس جانفشاں کا

کہتا ہوں، ہمیشہ ہی جگر سوختہ ہو کر
پہنچا ہے فلک پر، یہی آواز فُغاں کا

دن رات، نہ آرام تڑپنے سے، دل کو
لے کھینچ شتابی اِسے، نکتہ ہے جہاں کا

اوس گلشنِ جاں فرح بجز، کیوں کہ لگے دل
یہ طائر جاں، مرغ صریحاً ہے، وہاں کا

ہو سیرِ، دل اب دید سے دنیا کی، ہے بیزار
کیوں کر کہ، کیا سیر بہت، اوس نے یہاں کا

لیکن نہ نظر بیچ پڑے کوئی بھی، ایسے
جو عقدۂ دل کھول کہیں، عشق بُتاں کا

②

اگر گل رو مرا جا کر، چمن کو منہ نہ دکھلاتا
نہ بلبل شور میں آتی، نہ غنچہ چاک ہو جاتا

اوٹھا میں، آہ کا ابر، اشک کا بارش، نہ برساتا
نہ ہر بیچی میں ذرہ ہوتے، جہاں نا، تازگی پاتا

یہ مشک افشان کاکل کو، اگر وہ کھول نا آتا
تو میں دل کی تہیں، ہر پیچ میں اس کی نہ اولجھاتا

اگر شیریں، کبھی فریاد کو، کچھ لطف دیکھلاتی
شتابی، چیر سر تیشہ سے، مرنا می نہ کہلاتا

کہو، دیر و حرم میں عمر کھویا، امتیاز اب تو
کرشمے بت کے دیکھا، یا حرم کچھ جلوہ بتلاتا

۱- اوس : اوس
۲- تے : سے
۳- اوٹھا : اُٹھا
۴- اولجھاتا : اُلجھاتا
۵- دیکھلاتی : دِکھلاتی

(۳)

راست کہہ، رات ترا کس نے مزہ لوٹا تھا
بند قبا کے تھے کھلے ، ہار گلے ٹوٹا تھا

سرمہ آنکھوں میں کھلا، پیچ ہیں چیرا ے کے کھلے
سٹ پٹاتے ہو، گلے کن نے لگا، گھوٹا تھا

پھر تو ثابت نہ پڑا ہائے نظر ، شیشۂ دل
جو لڑکپن میں، ترے ہاٹ سے وہ چھوٹا تھا

شیشہ گر نے، جو لیا جھ سے بنانے اک دن
ہاونِ عشق میں، جب رکھ کے اُسے، کوٹا تھا

برق کے طور، تڑپ کھا کے، ہر یک پرزۂ دل
مثل ہت پھول، وٹوٹے کی طرح چھوٹا تھا

یاد وہ دن، کہ مجھے دیکھ، سب ہی زار و نزار
بن کیئیے آہ ، کوئی جن و بشر چھوٹا تھا

امتیاز ، آہ وو کافر نے جلا ، خاک کیا
گلشنِ عشق کا ، دل میں جو گل و بوٹا تھا

(۴)

جب سے، صنم کے عشق میں، دیوانہ بن گیا
کعبہ سے، دل مرا ہی تو، بت خانہ بن گیا

مدت سے کر سراغ، جو خوش قامتوں کا اب
مینائے دل مرا تو ، پری خانہ بن گیا

تجہ چشمِ پر خمار کتیں دیکھ ، اے صنم
نرگس کا ، ہر چمن میں ہی پیمانہ بن گیا

رہ رہ کے روز و شب، تیری زلفوں کی یاد میں
پھٹ کر ہزار جا سے ، جگر شانہ بن گیا

رکھتا ہے امتیاز جو تو، گل رخوں سے شوق
عالم میں تیرے عشق کا ، افسانہ بن گیا

۱- چیرے : لباس
۲- ہات : ہاتھ
۳- ج : مجھ
۴- ہت : ہاتھ
۵- وو : وہ، وہ
۶- کتیں : کے تیئں

(۵)

میں نے، جب خواہش شراب کیا — محتسب کا جگر ، کباب کیا
عشق میں، مہوشوں کے جی ہر دم — دل جلا ، پارہ آفتاب کیا
دل ہو بے تاب، جاں کنی کرتا — کیا، خدانے اسے خراب کیا
مج سے بسمل کو، ذبح کر، تو نے — آج قاتل ، بڑا صواب کیا
کل، جو مسّی لگا کے ہونٹوں پر — بحث گلشن میں، بے حساب کیا
سات[۱]، اپنی[۲] زباں کی ، سوسن کو — شوخ، سرکش نے، لاجواب کیا

امتیاز ، اب ترا لقب ، ہم نے
جاں فدائے ابو تراب ، کیا

(۶)

زمیں کی خوابگہ میں، جس گھڑی، تو جو سووے گا — تو کیا، عالم کے دل سے ہی، مزہ اور عیش کھوے[۳] گا
مغاں، بالیں پہ میری آ، بقولِ میر تو سچ[۴] ہے — مئے گلگوں کا شیشہ، ہچکیاں لے لے کے، رووے گا
اودھر[۵] کو، پائینتی پر قبر کی ، ہوکر نپٹ[۶] غمگیں — عقیقی جام رو، خونِ جگر سے، منھ کو دھووے گا
گڑیں گے، جس جگہ ہم نے امتیاز اوس جا، کوئی دہقاں — سواو[۷] درد و حسرت، تخم وھاں[۸]، ہرگز نہ بووے گا

کرے روشن، جو ساقی اشکِ خونیں سے، چراغاں کو
یہہ ایسا عرس تو رنگیں، جہاں میں پھر نہ ہووے گا

۱- سات : ساتھ — ۲- اپنی : اتنی — ۳- کھوے : کھووے
۴- سچ : سچ — ۵- اودھر : اُدھر — ۶- نپٹ : زیادہ
۷- سواو : سوائے — ۸- وھاں : وہاں

(۷)

نہ مشفق ہے، نہ ہمدم ہے، نہ گئی[1] ہے غم گسار اپنا
نہ ہے اب ساقی اپنا ، جام اپنا ، گل عذار اپنا

نہ ہے سیر چمن ہم کو میسر ، نا ملے دارو[2]
سناؤں ، دردِ سر کس کو ، دیکھاؤں[3] میں خمار اپنا

ازل سے، عاشقی کا کیوں کیا دعوٰا[4] ہے، اس دل نے
ہمیں کھائے ہی جاتا ہے، بتوں سے یہہ قرار اپنا

یہہ کیفیت، ملے ہے خاک میں، ٹک[5] دیکھ رے[6] ساقی
چلے جاتی ، دکھا کر منھ تو آخر کو ، بہار اپنا

بولالو[7] اب نجف میں ، امتیاز ہے یا علی مضطر
دیکھاو[8]، اب کرم سے اُس کے تئیں، ہر دم مزار اپنا

(۸)

خواب میں قاتل مرے، اک دم میں آ، جاتا رہا
پھر نئے سر سے ، مجھے بھڑکی[9] لگا ، جاتا رہا

کس کے آگے، کر گریباں چاک، غم اپنا کہیں
جو سنے ہے ایک شمہ ، منھ پھرا ، جاتا رہا

عشق میں، جرأت جو میری دیکھ، رو کر قیس نے
ہات میرے چوم ، صحرا میں بٹھا ، جاتا رہا

ایک ہم کرتے فغاں، رہ گئے مَیں[10] دشتِ عشق میں
آہ یارو ، عاشقوں کا قافلا ، جاتا رہا

جاں کنی کر ، کسے لیو[11] میں داد تو ہم ، امتیاز
کوہ کنی میں ، ہائے جب فرہاد سا ، جاتا رہا

۱- گئی: کوئی
۲- دارو : دوا
۳- دیکھاوں : دکھاؤں
۴- دعوا : دعویٰ
۵- ٹک : ذرا
۶- رے : اے
۷- بولالو : بلالو
۸- دیکھاو : دکھاؤ
۹- بھڑکی : آگ
۱۰- مَیں : ہیں
۱۱- کسے لیو میں : کس سے لیوں میں

(۹)

گلشن میں، گذر جب مرا گلفام، کرے گا
بلبل ، بخدا گل کو ، یہہ پیغام کرے گا

شایق ہو ترے شوق میں ، شہرۂ آفاق
کیا اس سے زیادہ ، کوئی بدنام کرے گا

لاکن[1] ، نہ کبھی دادرسی ، تجھ سے ہو اظہار
آغاز ہی ، یہہ شوخ ، خوش انجام کرے گا

بہتر ہے، کسی اور کو دل دوں ، تری ضد سے
سوبار ، بنا زلف کا جو ، دام کرے گا

تادل ، نکلنے[2] نہ دے وہ پیچ سے ، کر لطف
کئی طرز کے عشووں کو دیکھا[3] ، رام کرے گا

ویسے کو نہ دے دل ، یہی مشہور مثل ہے
کیا کام ہے ، جو بوسہ بہ پیغام کرے گا

جس کو ، کہ نہ ہو مہر و مروت کا ، کچھ انداز
عشاق کی صف میں ہی ، وو کیا نام کرے گا

صورت ہو گویا حور کی ، تیرت[4] میں فرشتہ
ویسے سے ہی ، دل مل کے ، ٹک[5] آرام کرے گا

اب تک تو کیا نئیں ، کسی نے حور مسخر
ہے جھوٹ سراسر ، کوئی کیا رام کرے گا

چاہے ، تو عمل سے کرے ، کوئی جن و پری صید
افسون کی لٹکی سے ، یہہ گر کام کرے گا

ہے کیسا مرا حور لقا ، واہ پری رو
کیا بخت ہو ، جو ایسا گل اندام کرے گا

دیکھے نہ مہ و مہر کی آنکھوں سے ، فلک تو
کہا[6] چرخ ہی ، گر صبح سے تا شام کرے گا

امتیاز ، نصیب عیش شب و روز ، ہو عشرت
سرشار ، محبت کا پلا جام ، کرے گا

۱- لاکن : لیکن
۲- نکلنے : نکالنے
۳- دیکھا : دکھا
۴- تیرت : سیرت
۵- ٹک : ذرا
۶- کہا : کھا

۱۰

کردیئے چاک، بتاں دل کا گریباں میرا　　ہوگیا داغ چھپا، سب پہ نمایاں میرا

ایک لٹکی[1] کو دکھا، ہوش چھنائے مج سے　　دل تو لے، جان بھی چہتے[2] ہیں، یہہ خوباں میرا

آہ و نالہ کو، نہیں تجھ میں اثر، اے ظالم　　ورنہ پہنچے ہے ابھی، عرش پہ افغاں میرا

میں تو شکوہ نہ کیا، اپنی زباں سے یارو　　دیکھ، روتے ہیں سبھی، حالِ پریشاں میرا

امتیاز، ہے گی یہی عرضِ جنابِ اقدس
اب گنہ ہوئے معاف، اے شہِ شاہاں میرا

۱۱

نظر آتا ہے ہم کو جس جگہ، کیفی نگار اپنا　　تڑپ کر جان دیتا ہے مرا دل، دیکھ یار اپنا

کیا ہے باندہ کر تو نے، ہزاروں کے جگر پر خوں　　ذرا تو دیکھ قاتل، سر پہ چیرا گل آتار[3] اپنا

عبث بلبل دیکھاتی[4] ہے تو، اپنی جاں نثاری کو　　نہ ہے، یہہ باغباں اپنا، نہ ہے گا، گل عذار اپنا

ملے ہے خاک میں ظالم، جفا تریکو[5] کیا کہیئے　　نہ رکھے، کچھ ترے آگے ہی ہم نے، تنک[6] وقار اپنا

کیئے ہیں کوچ ہم نے امتیاز، اب حسرتیں لے کر
چلے ہیں چھوڑ دنیا میں، سخن کو یادگار اپنا

۱- لٹکی : ہم آغوشی، ناز و ادا　　۲- چہتے : چاہتے　　۳- آتار : اتار

۴- دیکھاتی : دکھاتی　　۵- تریکو : تیری کو　　۶- تنک : ذرا

(۱۲)

دل نے میرے تو میاں، دشت کا داماں گھیرا
ہو کے وحشت زدہ اب، جا کے بیاباں گھیرا

خط نے آتے ہی ترے، منھ سے چھپایا ہے بہار
حلقہ زن ابر نے ہوکر، مہ تاباں گھیرا

کیا قیامت، ترے کاکل یہی مار، اب تو
سرکشی کرکے، سر چاہ زنخداں گھیرا

خوب سیار تھا، سینے کے چمن میں اب تو
جوشِ حسرت نے لیا، داغ گلستاں گھیرا

ہائے رے ہائے، سنا جب کہ، جو آئی ہے بہار
یک بیک آن کے، وحشت نے گریباں گھیرا

تو بھی جھومر میں پتنگوں کے، جلاوے جاں کو
جیسا جھومر نے مرا، شمع شبستاں گھیرا

امتیاؔز آن پھسا[۱]، اوس کو چھڑاو والی
دردوغم، دل کو مرے، شاہ خراساں گھیرا

(۱۳)

ممکن ہے، یہہ دل تیری، زلفوں سے ظالم چھوٹنا
تو اسیر شاہ دل، کر ملک جاں کو لوٹنا

محتسب، مت سر پھرا، ناحق نہ بک، رندوں کے سات[۲]
ہے غضب حق میں ہمارے، شیشے مئے کے پھوٹنا

مت ستا دل کو ہمارے، کیوں کہ بیت اللہ ہے
ہو قباحت کہیں[۳] تجھے، عرشِ خدا کا ٹوٹنا

گر نہیں منظور جینا ہی مرا، تو ذبح کر
ہے قیامت، حق میں میرے، آہ تیرا روٹھنا

امتیاؔز، اب یاد کر درد و الم، حسنین کا
ماتمی ہوکر ہمیشہ، سر کو دائم کوٹنا

۱- پھسا : پھنسا ۲- سات : ساتھ ۳- کہیں : کہیں

(۱۴)

دن حشر کے ہی جان، دکھ اپنا سنائے گا
رو رو کے بے قرار ہو، دریا بہائے گا

کنج جہاں میں ہائے، نہ غم کس کو کہہ سکا
ملکِ عدم میں جاکے، یہ قصہ بنائے گا

ایسا بنے گا آہ، جو گئی[1] اس کو جب سنے
آنسو شہابی اپنے سے رو رو متایگا

نالاں، یہہ کیوں ہوا ہے ابھی سے، تو عشق میں
لاکھوں بھی ذائقے، تجھے اے دل، چکھائے گا

جو کچھ کہ مانگتا ہے تو نعمت، سو مانگ لے
گر پاوے امتیاؔز تو، رہبر سے پائے گا

(۱۵)

جب سے گذر گیئے ہیں تو، تلوار کھچنا
نئیں[2] کیا غضب، تغافل ہر بار کھچنا

پس گیئے ہیں، اس جفا سے ہی ہم آہ، روسیاہ
دامن پکڑنا یار کا، اغیار، کھچنا

چاہے کہ نکلے دام سے، وو ہیں صنم پکڑ
پر روئے دل کے، زلفِ شکن دار، کھچنا

پلٹی ہے، ان دنوں میں تمہاری ایدھر سے، آنکھ
چاہیئے، رقیب کو بھی لے جا، دار کھچنا

دل سے نہ بھول، اب تو مجھے یاد آئے ہے
ترے گلے سے، ہائے صنم، ہار کھچنا

ظالم، قفس میں سر کو پٹکتے ہے، جلد تو
اے باغباں، ہمیں سوئے گلزار، کھچنا

نئیں تو بھلا کہو، کہ کہاں تک یہہ غم سہیں
کیا حشر تک رہے گا[3]، یہہ حسرتِ دیدار کھچنا

ثابت کیا ہے، کون سی تقصیر، امتیاؔز
تعذیر[4] میں گنہ کے، گنہ گار کھچنا

۱- گئی: کوئی ۲- نئیں: نہیں ۳- "رہے گا" زائد
۴- تعذیر: تعزیر

(۱۶)

تر کیا خونِ جگر سچ ، یہہ داماں میرا
لختِ دل کچھ نہ رکھا ، دیدۂ گریاں میرا

ہوں میں جس دن سے جدا ، کاکلِ عنبر بو سے
ہے اوئی[1] شب ستے[2] ، احوالِ پریشاں میرا

اشکِ خونی[3] کی ، چواتا ہوں خمِ دل سے شراب
مست ہوں بادہ جنوں سے ، یہہ ہے ساماں میرا

دیکھتے خط کے ، جو بیخود نہ رہا ، تار بھی کوئی
دستِ حسرت نے لیا گھیر ، گریباں میرا

امتیاز ، اب تو جلادے ، یہہ پتنگِ جاں کو
بزم آرا ہوا ہے ، شمع شبستاں میرا

(۱۷)

ہوں وہ پتھر میں ، نہ کعبہ کے ، نہ بت خانے کے ، کام آیا
گذرگہ[4] ہر ایک انساں کے ، ٹھکرانے کے کام آیا

ہزاروں شکر ہے ناصح ، نہیں محتاج سوزن سے
میرا چاکِ گریباں بھی ، نہ سلوانے کے کام آیا

ابھی دیکھتے تھے جیتا ، پھر نہ کچھ نام و نشاں پایا
یہہ عشق شمع رویاں ، روز پروانے کے کام آیا

قفس سے ، جب نکل بھاگے تھا دل ، صحرا طرف ظالم
تیرا کاکل بھی ، تا زنجیر پھرانے کے ، کام آیا

ہوا خواہوں میں ، نیک اندیش سمجھے امتیاز ، اُس کو
سو یہہ شورِ جنوں میرا ، جگر کھانے کے کام آیا

۱- اوئی : اُسی   ۲- ستے : سے   ۳- خونی : خونیں
۴- گذرگہ : گذرگاہ

(۱۸)

فن سے فن باز کے، حیراں نہ ہوا تھا، سو ہوا
مکرِ مکار سے، نالاں نہ ہوا تھا، سو ہوا

کیا بلا، ایتی جفائیں ہیں ستم گر، تیرے
ریش جاں، سب میں نمایاں نہ ہوا تھا، سو ہوا

آج تو، ثانیٔ بلقیس کے، لینے کے سبب
وارثِ ملکِ سلیماں، نہ ہوا تھا، سو ہوا

ہے مبارک تمے، لو ہو سے شہیدِ غمزہ
دامن پاک، پر افشاں نہ ہوا تھا، سو ہوا

امتیاز، اب تو مقرر ہے، بفضلِ حق سے
جاں فدا، شاہِ شہیداں نہ ہوا تھا، سو ہوا

(۱۹)

ہمیں تو شوق ہے دائیم، شرابِ ارغوانی کا
مئے و مینا کا، ساقی اور اپنے یارِ جانی کا

مکاں، کوئی نہیں رہنے کو لایق، اب ہمارے
کیا ہے، قصد دل نے عاقبت کو، لامکانی کا

ہزاروں سر کو ٹھکراتا، ہر ایک ٹھوکر سے اے قاتل
یہی عالم عجب ہے، تجھ پہ ظالم، نوجوانی کا

ہوئی ہے، جب سے یہہ آباد دنیا، تب سے کوئی اب تک
نہیں دیکھا، جفا کاروں میں پرفن، ایسی بانی کا

جب آ لگتا گلے سے امتیاز، انکھیلیاں دیکھلا
بیاں وو کیا کروں پیارے، میں تیری مہربانی کا

۱- ایتی : اتنی
۲- تمے : تمھیں
۳- لوہو : لہو
۴- دیکھلا : دکھلا

(۲۰)

آتش[1] شوق میں، دل تیرے جلا تھا کہ، نہ تھا — برق سا شعلہ ہر ایک مو سے اوٹھا[2] تھا، کہ نہ تھا

ننگ و ناموس کو، باعث سے تیری، اے کافر — بت بنی کہہ، کہ سبھی دل سے تجا تھا، کہ نہ تھا

اپنے، اس منظر عالی سے، نہ دیکھا مجھ کو — کب سے میں، قصر کے نیچے ہی کھڑا تھا، کہ نہ تھا

جب کہ مجلس میں تمہاری، ہے وو آیا یارو — سب سے خوش، آہ مگر ہم سے خفا تھا، کہ نہ تھا

امتیاز اوس کا سلوک، ہائے میں جا کسے[3] کہوں علم
کیا بلا محبت کا پڑھا تھا، کہ نہ تھا

(۲۱)

کہیں دیکھا ہے، بسمل کوئی یارو، خوں فشاں ایسا — تڑپتا، خاک پر ہے گا، شہید گل رخاں ایسا

فرشتے نعرہ بھر، افسوس کر، کہتے ہیں سب مل کر — ارے، ناحق موا جاتا ہے، اب رنگیں جواں، ایسا

کیا تالاش اس چرخ کہن نے، چرخ کئی کھا کر — نہ پایا جستجو کر کر، کہیں بھی نیم جاں ایسا

بہار آتے ہی گلشن میں، کیا تاراج گھر اوس کا — جفا ہے، ان دنوں بلبل پہ، ظالم باغباں ایسا

اُنوں کی ضد سے، آتا ہے توڑا[4] از تار کو، جاؤں — کہوں، کیا مج سے کرتے ہیں سلوک، اب یہہ بتاں ایسا

نگاہ مست تیری، کل نظر جو آ گئی میرے — مچایا شور عالم میں، کیا بے حد فغاں ایسا

نہ کر کچھ خوف محشر کا، یہی کر امتیاز اپنا
جزا کے دن، شفیع رکھتا ہے تو، شاہ جہاں ایسا

۱- آتش : آتش — ۲- اوٹھا : اُٹھا — ۳- کسے : کس سے

۴- توڑا : ترا

(۲۲)

تڑپ کر جان دیتا ہے، ارے قاتل، ذرا آجا
ہے رخصت کوئی دم میں ہائے یہہ بسمل، ذرا آجا

کہاں تک سرکشی ہے اس قدر، جو جان کندن میں
بھلا ایک آن بھی تو، تج سے لیو[1] میں مل، ذرا آجا

رقیبوں کے جفاؤں سے، ہزاروں زخم ہیں دل پر
کبھی بھی، دیکھنے کو ایسا تو گھائل، ذرا آجا

تو غیروں سات، مل ہنستا ہے ظالم، تج کو کیا کہیے
ہمارے پاس بھی، ہنستا ہوا کھل کھل، ذرا آجا

کہاں تک صبر کیجیے، اوڑگیا[2] ہے صبر تو میرا
میں بٹھا[3] دے تجھے دل، آہ ہوں بے دل، ذرا آجا

میں ایسی بے قراری میں رہوں کب تک، بتا قاتل
نہیں ہے، چین مج کو ہائے تل بھر، تل ذرا آجا

ملیں گیں، جانے والے بھی[4] تمہیں لاکھوں، اے مشفق
ملے گا، امتیاز ایسا بہت مشکل، ذرا آجا

۱- لیو : لیوں
۲- اوڑگیا : اُڑگیا
۳- بٹھا : بیٹھا
۴- ''بھی'' تشکیل

(۲۳)

سینہ تیری جفا سے ، معمور ہورہا تھا | پڑ زخم دل میں ظالم ، ناسور ہورہا تھا
ہم مرچکے ہیں قاتل ، عالم سے ہائے یکسر | مٹ جاوے وو ، جو قصہ ، مشہور ہورہا تھا
کھویں گے سب عزیزاں ، تھا وہ بھی ایک جفاکش | جس کا ہے تج سریکا[1] ، منظور ہورہا تھا
لاکن[2] ہے حیف تج پر ، بے قدر ہو یہاں تک | مینائے دل تو اوس[3] کا ، سب چور ہورہا تھا
اس جور اور جفا پر ، شکوہ کسی کے آگے | ہرگز کیا نہ ، گرچہ مجبور ہورہا تھا
بیٹھا تھا جا چمن میں ، اک شب وو ، چاندنی میں | پی کر شراب خوش ہو ، مخمور ہورہا تھا
ساقی و مئے مہیا ، محفل ہے عاشقوں کی | میرا ہی ، کچھ ذرا سا ، مذکور ہورہا تھا
کہتے ہیں ، راہ دل سے ہے دل کو ، اس جہاں میں | جا دیکھوں کیا تماشا ، کچھ زور ہورہا تھا
جب امتیاز جاکر ، اوس باغچہ میں تنہا | گوشے میں اک مکاں کر[4] ، مستور ہورہا تھا
اوتنے[5] میں گئی[6] اوٹھا[7] کہہ ، ہم نے سنے ، وو آیا | اک تو ، میری طرف سے ، پرشور ہورہا تھا
کھا پیچ و تاب بولا ، یہاں[8] ذکر مت کرو تم | اوس کا ہی دل ، ازل سے جل ، طور ہورہا تھا
سب مل ، برا ہی مج کو کہتے ہو ، تم جو یارو | جلنا بھڑکنا اُس کا ، دستور ہورہا تھا
حسرت سے خونچکاں ہو ، پھر زخم دل دوبارہ | جو کئی علاج سیتے[9] ، انگور ہورہا تھا
لکھتی[10] ہی ٹھیس پھوٹا ، آنکھوں سے ہو کے جاری | جیسا کہ مدتوں سے ، بھرپور ہورہا تھا

جیوے گا آہ کیوں کر ، میری بلا سے مرجائے
آگے سے ہی تو پہلے ، رنجور ہورہا تھا

۱- سریکا : جیسا ۲- لاکن : لیکن ۳- اوس : اُس
۴- کر : کے ۵- اوتنے : اُتنے ۶- گئی : کوئی
۷- اُوٹھا : اُٹھا ۸- یھاں : یہاں ۹- سیتے : سے
۱۰- لکھتی : لگتے

(۴۴)

گلشن میں کیا ہوا ہے، ساقی ہو جامِ مینا
اور راگ ہو مزے کا، پہلو ہو رنگ بھینا
ہووے جو مئے بھی گلگوں، بھر ساغرِ عقیقی
اُس لعل لب کو دے کر، بُجتے ہو آپ پینا
گودی میں لوٹتا ہو، بہکی کرے ادائیں
ہو لب بلب ہی گاہے، سینا ملا کے سینا
جو دئیں، جو بہتے ہو دیں، چھوٹیں ہے آبشاریں
یہہ عیش با حلاوت، تب ہو مزے کا جینا
روئے زمیں پہ پس گئے، اس آرزو میں لاکن[1]
اس گردشِ فلک نے، کچہ داد دِل کی دی نا
اے امتیاز دشمن، گرچہ تیرا فلک ہے
لازم تجھے ہے، دل میں ہرگز، نہ رکھیو، کینا

پروانہ، شمع کیسا دیتا ہے جاں، تڑپ کر
آغوش میں ہی اپنی، اوس کو کبھی تولی نا

(۴۵)

دلِ آدم ہی جو، آئینۂ سرکار بنا
پرِ تو[2] ذات تجلی سے، جلا دار بنا
یہہ وو آدم ہے کہ، ابلیس عدو ہو دیکھا
طوقِ لعنت کا، سبب جس کے گرفتار بنا
آہ کڑک برق طرح، اشک برس جیئوں نیساں
صدفِ چشم میں آکر، دُرِ شہوار بنا
دشتِ خونخوار میں، اے دل تو قدم رکھ قائیم
عشق کی راہ میں، کیوں قافلہ سالار بنا
امتیاز، اب تو تصدق سے، نبی آلِ نبی
شکرِ حق، دل سے محبّ، حیدرِ کرار بنا
سیر گہہ اپنے لیئے، سر سے دلا کر تعمیر
اوس میں سینہ کو ہی، عرفان کا گلزار بنا
جلوہ گا[3] خاص ہے، خلوت کی جو تیاری ہو
اوس نظر باغ میں، نظروں کو ہی سیار بنا
کیا مزہ، واہ، میسر ہو عجب عشرت و عیش
ویسے میں، آن کے ساقی، مجھے سرشار بنا
محو ہو، دیکھ کے جلوے کو، جمالِ ازلی
نقدِ جاں، لے کے خریدی میں، خریدار بنا
گر، ریاست ہو مجھے ملکِ جنوں کی، واللہ
عقل کو، شہر بدر کردوں، گنہ گار بنا

پھر تو، جس طور سے چاہوں سو، بجالوں نوبت
سب کہیں، عشق کے کشور کا، یہہ سردار بنا

۱- لاکن : لیکن ۲- تو : توے ۳- جلوہ گا : جلوہ گہ

(۲۶)

سر اپنا، تیغ ابرو یار سے، اب تو کٹا دینا — دلا، اس عین کو، اوس[1] عین سے، ایک دم، ملا دینا

قسم ہے گی، جگر میں آخرش تو، کرگئی جلدی — پلک کے دار پر، منصور ثانی کر، چڑھا دینا

تصدّق میں، اوڑاتا[2] ہے تو کوئی جنگلی کبوتر کو — نہ ایسے، دست پرور ہی کبوتر کو، اوڑا[3] دینا

یہہ ہے گی، کون سی ڈہب[4] ہی، مرے قاتل بتا جلدی — جگر ہی عاشقوں کے، پھوک پھوک ان کو، جلا دینا

صنم، یہہ پنجۂ شہباز، عنقا گیر ہے میرا — ترے دامن کو کب چھوڑے، تیرے جی میں چھڑا دینا

چُرا دل کو، چھپائے، آہ کس کس ٹہتہ بازی سے — کوئی تازہ ادا، اوس فتنہ برپا کو، بتا دینا

تڑپتا ہے، پہونچنے[5] اب نجف کو، امتیاز ہے ہی
صبا، تو والدِ شبیر و شبر کو، سنا دینا

(۲۷)

ناز سے خوں خوار کے، میں قتلِ یارو ہو چکا — خنجر مژگاں کو کھا، شہدا میں جا کر سو چکا

بعد مرگ نعش کو بھی، کچھ رولانے[6] کی ہوس — میں تو طورِ شمع سا، تا مرگ دم تک، رو چکا

عشق میں، سر سبز ہونے دے، نہ بک اے ناصحا — میں تو اب لختِ جگر پر، تخمِ الفت بو چکا

شیشہ نازک کو ٹکڑے کر کے، دی تو نے بکھیر — ہائے میں، دہونڈوں[7] کدھر، اس قدر دل کو کہو چکا[8]

دیکھ رنگ بھینا حنائی، ہات[9] کو مل کر کہا
امتیاز، اب ہات تج سے، سب طرح سے دہو چکا[10]

۱- اوس : اُس — ۲- اوڑاتا : اُڑاتا — ۳- اوڑا : اُڑا
۴- ڈہب : ڈھب — ۵- پہونچنے : پہنچنے — ۶- رولانے : رُلانے
۷- دہونڈوں : ڈھونڈوں — ۸- کہو چکا : کھو چکا — ۹- ہات : ہاتھ
۱۰- دہو چکا : دھو چکا

(۲۸)

کل، جوتو باغ میں اے شوخ، گیا تھا، کیا تھا
بھولے چُوکے سے، مجھے یاد کیا تھا، کیا تھا

عطر پھولوں کی، چلی باس جو آتی ہے ہمیں
گھر میں اس طَور سے جا، کس کے رہا تھا، کیا تھا

سُرخی، پانوں کی جو پھیلی، دھڑی سرمہ ہے ملا
رسمسا ہو کے، گلے کس کے لگا تھا، کیا تھا

چس رہی، چولی ہر ایک جا سے، لجاتی آنکھیں
نہیں دامن تیرا، چولی سے جدا تھا، کیا تھا

امتیاؔز، سامنے قسمیں ہے وو کھاتا، جھوٹی
کل، جو گلشن میں ملا غیر سے، کیا تھا، کیا تھا

(۲۹)

بالے دیتا ہے تجھے، دل یہہ ہٹیلا میرا
اپنے کئی رنگ دیکھاتا[1] ہے، رنگیلا میرا

مج کو، اب باز نہ رکھ عشق سے اس کے، اے شیخ
سب کی وضعوں سے، نرالا ہے چھبیلا میرا

ہم سے نظروں کو چرا، غیروں سے کرتا باتیں
رس بھری آنکھیں پھرا کر، وو رسیلا میرا

اُس کا ثانی ہی کہیں، سچ[2] کہو یارو، مج کو
اور، بجیلوں میں مگر، ایک بجیلا میرا

امتیاؔز، کسے[3] توقع نہ رکھ، حضرات[4] سوائے
کیوں کی[5]، ہے دونو جہاں میں، وو وسیلا میرا

۱- دیکھاتا : دکھاتا
۲- سچ : سچ
۳- کسے : کس سے
۴- حضرات : حضرت کے سوائے
۵- کی : کہ

(۳۰)

لگتے ہی تیرِ مژہ ، دل ہائے بسمل ہوگیا
کیا صفائی سے ، جہاں میں ، یار قاتل ہوگیا

ہم نہیں واقف ہیں کچہ بھی ، جان تو ، جلاّد کی
کون سی خوبی پہ یارو ، یہہ جو مایئل ہوگیا

میں چلا جاتا تھا ، دل میں کر ارادہ ، سیر باغ
ناگہاں ، وو شوخ آ ، میرے مُقابل ہوگیا

یک بیک میں امتیاز ، اوس کو جو دیکھا راہ پر
تھرتھرایا جان میرا ، وو بھی بے دل ہوگیا

یہہ کہا جی میں ، الٰہی کیا غضب ہے گا ، کہ یار
ہاٗت[1] میں ، شمشیرِ عریاں لے کے ، جاہل ہوگیا

کیا عجب سج کو بنا ، آیا تھا وو ظالم مزاج
اک قدم آگے اوٹھانا[2] ، ہم پہ منزل ہوگیا

میں تو تھا حیرت زدہ ، بارے نھوڑ کر[3] ، کر سلام
اونے[4] دیکھا ناز سے ، جاں بس کہ گھائیل ہوگیا

شکل یہہ میری نظر کر کر ، ہنسا بے اختیار
آ ، دلاسے سے کہا ، کیوں مج سے غافل ہوگیا

میں وو ہی دلبر ہوں تیرا ، لے کے بہرِ امتحاں
یہہ جفا و جور کر دیکھا ، تو کامل ہوگیا

(۳۱)

تڑپے ہے ، خاک و خوں میں یہہ نخچیر ، دیکھنا
لاگا ہے ، بے طرح سے پلک تیر ، دیکھنا

گا ہے ، یہہ سرنوشت ہمارا ہی ، غور سے
آ کر ، کبھی تو کاتبِ تقدیر ، دیکھنا

کیا مرتبہ یہی ہے ، کہ حق گو کو دارا[5] ہو
یارو ، گناہِ عشق کی تعذیر[6] ، دیکھنا

کہتی نہیں ہے آہ ، کہ جا عرش پر گذر
ظالم کے دل میں ، گا ہے تو تاثیر دیکھنا

بہرِ نجات ، یہہ تو ہوا ہم کو ، بالضّرور
اوس مصحف جمال کی تفسیر دیکھنا

اُمیدوار ، میں ہوں تفضّل سے ، رات دن
بندہ ہوں دل سے ، شبّر و شبّیر ، دیکھنا

احوالِ امتیاز پر ، روزِ جزا میں تم
ان چشمِ پُرنجات سے ، یا پیر دیکھنا

۱- ہات : ہاتھ ۲- اوٹھانا : اُٹھانا ۳- نھوڑکر : جھک کر
۴- اونے : اُس نے ۵- دارا : دار ۶- تعذیر : تعزیر

(۴۲)

منھ پہ جب، حلقۂ زلفِ کج خمدار جُھکا | صبح روشن پہ گویا، ابر گہر بار جُھکا
سرخ بادل کے تئیں دیکھ، جھکا گلشن پر | ابرِ غم، آ مری آنکھوں میں، ہے خونبار جُھکا
ہو کے مخمور چلا جان، سن اے خانہ خراب | منھ میں، ٹک[1] ساقی ذرا، بادۂ گلنار جُھکا
یا تو مینا کو بھڑا، منھ سے شتاب، اے قاتل | نہیں تو گردن پہ میری، لاگ ہی تلوار جُھکا
ہونے صدقے، جو کیا اونے[2] ارادہ، بسلام | اوس[3] طرف ہات[4]، ایدھر[5] جان، خریدار جُھکا
حکم انداز کیا، تیر نگہ سے قرباں | تیوری زہ کو چڑہا، ابروئے کجدار جُھکا

امتیاز، اُس کی تنی دیکھ کمانی، بہوں[6] کی
دل، عجب طور سے سرشار ہو، افگار جھکا

(۴۳)

مئے ناب کی قسم ہے جاتا ہے جان مرا | جس وقت سرکشی سے گردش میں ہو پیالا

سب لیں مزہ مزوں سے اور ہم پہ جان کندن
بنت العنب اے لڑکو کیوں ہم کو دیتے بالا

۱- ٹک : ذرا   ۲- اونے : اُس نے   ۳- اوس : اُس
۴- ہات : ہاتھ   ۵- ایدھر : ادھر   ۶- بہوں : بھوں

ردیف ب

(۱)

ہے دلِ عشاق، تیرے جامِ مینا بن خراب
کر رحم اس وقت پر، ساقی پیالہ دے شتاب

کیا ہی ناخوش ہو رہا دل، کچھ کہا جاتا نہیں
ابر آوے جھوم ایسا، تا ملے قطرہ شراب

واعظا، مستوں کا دل ہے گا، خدا کا گھر، صریح
توڑ مت، اس کے تئیں، سنگِ ستم سے، کر عذاب

ہیں جہاں تک شجر دنیا، سب ہو جاویں تاک کے
یا الٰہی، ہے دعا گر عاشقوں کی، مستجاب

منتظر ہو کر کھڑا ہے امتیازؔ، آ زیر قصر
اک نگاہِ لطف فرما، اے شہ والا جناب

(۲)

جیتا تو کس مزے میں، میں تھا، بچتا، رقیب
حق میں میرے تو، قابضِ ارواح ہوا، رقیب

جب عین اتفاق ہوا، یار سے مجھے
او[۱]تنے ہی میں، کہاں ستے[۲] ظاہر ہوا، رقیب

کیا بہجت و سرور سے، تھا خوش ادا ملا
یہہ عیش خوشگوار ہی، تلخ آ گیا رقیب

کس کس مشقتوں سے، صنم ایک دل ہوا
یہہ شوم رو، کدھر تھا بتا دلربا، رقیب

اس آہ اور فغاں سے میری، امتیازؔ کر
یہہ رائیگاں نہ جائے کہیں، ہے بلا، رقیب

ہے کیا غضب کہ، دیکھوں او[۳]سے ہائے، ہم نشیں
میرے صنم کے پاس، کرے آہ، جا، رقیب

کیوں خیرہ کی[۴]، دیکھاوے[۵] مجھے، بزمِ یار میں
کچھ بھی تجھے ہے شرم و حیا، بے وفا، رقیب

۱- اوتنے : اُتنے ۲- ستے : سے ۳- اوسے : اُسے
۴- خیرہ کی : خیرہ گی ۵- دیکھاوے : دکھاوے

(۳)

شا کی ہمیشہ دل ہے، جفا کار کے سبب
اس زود رنج، نت نئے مکار کے سبب

عالم کی سرزنش کے ہی، پتھروں[۱] سے چور چور
مینا ہے[۲] دل تو ہے گا، دل آزار کے سبب

شائید، کبھی ایدھر[۳] سے گذر ہوئے، یار کا
ہیں گے، غبارِ راہ میں، رفتار کے سبب

نازک مزاجیوں سے، نپٹ[۴] ہی میں دنگ ہوں
گہ لطف، گہ غضب ہے، جو اغیار کے سبب

جو کچھ کہ مجملہ ہے، یہہ عاشق پہ، امتیاز
سہتا ہے، اپنی ہائے وو اقرار کے سبب

(۴)

ہر نکتہ بتاں ہے، ادا سازِ دل فریب
خالی نہیں طرب سے، یہہ ہے نازِ دل فریب

ایسے ٹھٹولیوں سے، نہ کر بے قرار دل
جینے دے کوئی دم، تو اے طنازِ دل فریب

شکرِ خدا، پھرا ہے میرا نامہ بر، شتاب
آ کان میں کہے ہے، کئی رازِ دل فریب

ہے خوف، شادی مرگ نہ ہوں، اس خوشی سے میں
اوس[۵] کی زبانی سنتے، یہہ آوازِ دل فریب

دیکھا ہی کیا بلا ہے، جو بیخود ہے امتیاز
کس کی نگاہِ مست کا، اندازِ دل فریب

خانہ خراب، مجھ سے چھپاوے[۶] ہے کیوں، بتا
دیکھوں، وو کون ہے تیرا، دم سازِ دل فریب

پھر آہ رو کہا، کہ وو مستِ شباب ہے
ملتا نہیں کسی سے، بہ اعزاز، دل فریب

۱- پتھروں : پتھروں   ۲- مینا ہے : مینائے   ۳- ایدھر : ادھر

۴- نپٹ : زیادہ   ۵- اوس : اُس   ۶- چھپاوے : چھپاوے

(۵)

کیوں تو بھڑ کے، جھڑ جھڑا، تیوری چڑہا، اب
سڑک شمشیر کوئی میان سے، سر کو اوڑا[1] اب

ہمیں تو ہے خوشی اوس[2] میں، جس میں ہو خوشی تیری
قسم ہے موت بہتر، کشکش سے گر چھوڑا[3] اب

وگرنہ، آ لٹکنا، مسکرانا، ناز سے ظالم
ہم آغوشی سے لٹ پٹ ہو کے، دل کو مت توڑا[4] اب

ازل سے ہی، جو سرشاری و میخواری سے اُلفت ہے
نہ تو ناصح، ہمارا ساغرِ صحبا[5] پھوڑا[6] اب

کرے گر امتیاز، آ کر غضب میں حکم، خنجر کو
کہو سمجھا، ذبح کرنے میں نا موٗنھ[7] موڑا[8] اب

۱- اوڑا : اُڑا
۲- اوس : اُس
۳- چھوڑا : چھڑا
۴- توڑا : تڑا
۵- صحبا : صہبا
۶- پھوڑا : پھڑا
۷- موٗنھ : منھ
۸- موڑا : مڑا

ردیف پ

(۱)

کرتو ٹک[1]، شور و فغاں سے، اے دلِ ناشاد چپ
کچھ تو ڈھب ہے، داد دہ ہووے گا، وو بیداد چپ

سلسلہ میں عشق کے، جب میں گیا ہونے مرید
عشق کے مرشد نے بھی، تو کیا ارشاد، چپ

خوش قدی کا، چھوڑ دے لافِ سخن، سب کے حضور
دیکھ میرے سرو قد کو، ایک نظر شمشاد، چپ

سُن میرا شورِ جنوں، صحرا میں رو رو دوڑ کر
پاؤں پڑ رہ گر گیے میں[2]، قیس اور فرہاد چپ

کر لباسِ زعفرانی، سر پہ سجّہ[3] دستار سُرخ
بَن گُلِ رعنا سا، آتا ہے تیرا جلّاد چپ

دے سبق درسِ محبت کا، مجھے پہلے ہی دن
پھر نہ کر تکرار اس کی، یہہ کہا اوستاد[4]، چپ

توڑ کر ہم تو قفس، جاتے رہے، آتے بہار
ہم سے، شور و شر نہ کر تو ہر گھڑی صیّاد، چپ

ان دنوں، رہنا نہیں ہم کو، کسی کی قید میں
وصل کی دولت پہنچتے، دل نہ کر فریاد، چپ

محفلِ شعراء میں، سُن کر گوشِ جاں سے، امتیاز
شاہِ مرداں کی ہوئی ہے، تیرے پر امداد، چپ

۱- ٹک : ذرا   ۲- میں : ہیں   ۳- سجہ : سجا

۴- اوستاد : اُستاد

ردیف ت

(۱)

ہیں پریشاں ہم، تری اس زلف بکھرانے کے ہات[1]
روز و شب تڑپے ہیں ظالم، اس کے بل کھانے کے ہات

ساقیٔ بے مہر گندم رنگ کے، جوروں سے ہی
پس گیا ہے جان و دل تو، ہائے پیمانے کے ہات

بو اگر آوے تو یارو، کیجیو تم ہم کو یاد
سر پٹک کر مر گئیے، افسوس، میخانے کے ہات

یہہ نہ سمجھے تھے، کہ اب کے عیش سب جاوے گا، آہ
ہو گئیے بیخان و مان[2]، ہم تو، بہار آنے کے ہات

کیوں پرستش سے صنم کی، باز آوے امتیاز
زاہدا ہم بِک چکے ہیں، اب تو بت خانے کے ہات

۱- ہات : ہاتھ ۲- بیخان و مان : بے خانماں

(۲)

یک رات، جو دیکھا ہوں عجب میں نے، خیالات — جادو نگہاں، بیٹھے گو یا مل کے، میرے سات

مہمان ہو میں گھر کو گیا جب، کہ اونہوں[1] کے — اون[2] ماہ جبیں تو[3] نے کیئے، خوب مدارات

بعد از جو سلاموں کے، گلے آ کے لپٹ گیئے — تب دل کو لیئے چھین، دیکھا[4] عین عنایات

امتیاز، جو مسند پہ ہیں[5] مج کو، بٹھا کر — نادر ہی جو صنعت سے، عجب رنگ طلسمات

ارباب طرب نے کیئے، اسباب طرب یوں — پلک[6] مارتے، اندر کا اکھاڑا ہو گیا، مات

کچھ شعر پڑھے، راگ مزے کا ہی سنائے — بیخود ہو گیا اون[7] سے یہہ دل، قبلۂ حاجات

ایک بار زرہ[8]، پھر کے گلے بیتے[9] نکالو — ہنس ہنس کے، لگے کہنے کتیں[10] ہے گی، یہہ کیا بات

ویسے ہی خیالاں میں، کھلی آنکھ جو دن کو — دیکھا تو، نہ وہ مجلس جادو، نہ خرابات

یکبارہ گی، وحشت زدہ دل ہو لگا، کہنے — پھر کیوں ہو میسر مجھے، اب اون[11] کی ملاقات

اب کیسے تفحص کروں، احوال کو اپنے — اللہ، میرے پر کبھی، پھر آئے گی وہ رات

کیدہر[12] کو، مئے و مطرب و[13] ساقی ہے ہمارا
اس چرخ کی گردش کا، کروں کس سے شکایات

۱- اونہوں : انہوں — ۲- اون : اُن — ۳- تونے : نے تو
۴- دیکھا : دکھا — ۵- ہیں : وہیں — ۶- پلک : پل
۷- اون : اُن — ۸- زرہ : ذرہ — ۹- بیتے : سے
۱۰- کتیں : کے تئیں — ۱۱- اون : اُن — ۱۲- کیدہر : کدھر
۱۳- تشکیل "و"

(۳)

ہم تو قفس میں ہیں، پر چلی یہہ بہار مفت　　جیتے ہیں اب، جگر میں ہے حسرت کے خار مفت
دانا تھا سب سے، دام میں جا کر پھسا[1] ہے دل　　کیا ہات[2] لگ گیا ہے تیرے پر، شکار مفت
معلوم نہیں، کہ کون سی کیفی نگہ کو دیکھ　　گردن ڈھلا، ہوئی نرگس ہی زار مفت
لالہ پہ، خوں جھڑا ہے یہہ بلبل کا، باغباں　　بھڑکی ہے آگ، ہائے جلے، گلعذار مفت

میری ہی، اضطرابی نظر گر کے، امتیاز
ہوئی برق، دیکھ دل کو میرے بیقرار مفت

(۴)

کیا کہیں زاہد، لگا ہے جس سے میخانے کے سات[3]　　سر کا سودا کر چکے ہیں، ہم تو پیمانے کے سات
مست ہیں شورِ جنوں سے، ناصحا کچھ ہے خبر　　شور و شر ناحق مچایا، ہم سے دیوانے کے سات
دل نہ پایا، یار کی لذت، شتابی ہو فنا　　مثل پروانے کے، وقتِ وصل، مر جانے کے سات
وصل ہوتے جل مروں، کیسا غضب ہے اے خدا　　یہہ صدا کہتا فنا ہو، آہ جل جانے کے سات
جل چکی تو پل میں، میں تا صبح تک جلتی رہوں　　رازِ دل کہتی تھی اپنا شمع، پروانے کے سات
تو نے دیکھا، حال بھی کچھ شمع کا، اے بے خرد　　یہہ سخن کہہ، جان دی ہے اوس[4] نے، جھنجلانے کے سات
کیا تعجب ہے، کہ دل بجلی سا ہو کر، گر پڑے　　دیکھ کر کیفی نگاہیں، چشم جھلکانے کے سات
آہ یارو، کیوں مجھے لا شہر میں، کرتے ہو قید　　بے طرح اُنست کیا ہے، دل نے، ویرانے کے سات
کوچہ و بازار میں، قاتل تماشا دیکھ تو　　فوج طفلوں کی، لگی پھر ہنسے، مستانے کے سات

امتیاز، اس جان کو ہمراہ دے، سوئے نجف
پیش کش کر، شاہ کے پیغام بھجوانے کے سات

۱- پھسا : پھنسا　　۲- ہات : ہاتھ　　۳- سات : ساتھ
۴- اوس : اُس

۵

دل ہمارا بے بہا گوہر تھا، اب کیا جانئے
گر پڑا ہوئے کہیں وو، اشک کے دانے کے سات

جیتے جی ہرگز نہ چھوڑے، آفریں رحمت تجھے
غم لگا رہ یوں ہی اب، میرا جگر کھانے کے سات

اس دلِ صد چاک نے، سر پر عجب ڈالا ہے شور
ہو کے سودائی، پھسا[1] کاکل میں جا، شانے کے سات

۶

ہماری جانفشانی، ہوگئی برباد، یاقسمت
نہیں پہونچا[2] ہے اب تک دادکو، بے داد، یاقسمت

وو مشاطہ نے جب آ کے سنائے، فوت شیریں کی
وہیں سر چیر، تیشہ سے کہا فرہاد، یاقسمت

مچا کر ہٹ، ہمارا طفل دل، دیتا ہے جاں یارو
دیکھاتا[3] نہیں، اوسے[4] تصویر ہی بہزاد، یاقسمت

قفس میں، سُن پھڑکتے ہیں گے نالا، ہم صفیروں کا
ہماری جان سے، لیوے گا کیا صیّاد، یاقسمت

کہاں تک، مثلِ بسمل امتیازؔ، اب آہ ہم تڑپیں
ہمیں تو، ذبح بھی کرتا نہیں جلّاد، یاقسمت

۱- پھسا: پھنسا ۲- پہونچا: پہنچا ۳- دیکھاتا: دکھاتا
۴- اوسے: اُسے

۷

چمن میں، دیکھ تڑپے ہیں، گلابی جام کی صورت
دیکھاتا[1] نہیں ہمیں ساقی، مئے گلفام کی صورت

پھسا کر جان و دل، صیاد کیوں انجان ہوتا ہے
تیری، یہہ زلف کچھ ہے گی، صریحاً دام کی صورت

ہوئے ہیں مبتلا جس دن سے، اوس[2] قاتل ہٹیلے پر
نہ دیکھی، بھر نظر ہم نے کبھی، آرام کی صورت

ہزار حسرت، ہم آغوشی کی، دل پر آ گذرتی ہے
جو آتی، و[3] نظر ہم کو کہیں، بادام کی صورت

کیئے تھے مے خوری باہم، چمن میں امتیاز، اوس دن
ہمارے دل سے، نہیں بھولی صنم، وہ شام کی صورت

۸

رہتی ہے یہ دل، چشمِ گہربار سے اُلفت
کیوں دھونڈ کے، جا کر کیا، خونخوار سے اُلفت

جو ہو نظر انداز، خریدار ہر ایک کا
پھر کیوں کہ کرے، اپنے خریدار سے اُلفت

جس دن سے کیا سجدہ صنم کو، میرے دل نے
اسلام کیا ترک ہے، زنار سے اُلفت

پایا نہ سزا، چاہ کے پروانے نے، یارو
کرتا ہے کوئی، شمعِ شرر بار سے اُلفت

نہیں دادرس، اس سوختہ دل کا کوئی، امتیاز
کر، آلِ نبی، احمد مختار سے، اُلفت

۱- دیکھاتا : دکھاتا ۲- اوس : اُس ۳- و : وہ ، وہ

ردیف ث

(۱)

کرتے ہیں ہائے جور، میرے پر بتاں، عبث
یھاں[1] تک کرے ہے کوئی، صنم امتحاں، عبث

جور و ستم کے، آہ یہہ چھاتی میں داغ ہیں
خواہش ہے تج کو سیر کی، اب گلستاں، عبث

دن چار ہیں بہار کے، سو بھی چلے ہیں مفت
کرتا ہے ضبط، ان دنوں اے باغباں، عبث

اودھر[2] تو، گُل کا چاک گریبان ہو رہا
ایدھر[3] کو عندلیب، کرے ہے فغاں عبث

گلچیں، وبال ان کا ہے لینا روا کہیں
افسوس امتیاز، ستم ہے عیاں، عبث

آتا ہے جی میں، ترک ہی دنیا کو کیجیے
رکھنا، یہہ بندِ طوق جہاں کا گراں، عبث

بے مہری باغباں کی تو، جاتی نہیں کبھی
لاتی ہے، بوئے گل تو ہمیں یھاں[4] کشاں، عبث

ان چشمِ اشکبار سے، اے ابر، ضد نہ کر
پل میں، یہہ ڈوب جائیں زمین و زماں، عبث

سُن لیجیے التماس، شہنشاہِ بوتراب
لیئو کھینچ اب نجف میں، رکھے ہو یہاں، عبث

۱- یھاں : یہاں ۲- اودھر : اُدھر ۳- ایدھر : اِدھر
۴- یھاں : یہاں

ردیف ج

(۱)

لگا ہے ہات میرے، مدتوں سے داماں آج — ہوا ہوں، بخت پر اپنے صنم سلیماں، آج

میری سی شاہی، کسی کو بھی ہے، ارے یارو
ملا ہے، عیش و طرب کا ہمیں، یہہ ساماں آج

ردیف چ

(۱)

جان جاتا ہے میرا، اس وقت دیئے ٹل، پہنچ — دیکھ لے تج کو نظر بھر، ہائے روئے گُل، پہنچ
ہے تاسف، کیا پھسا[1] چاہِ زنخداں میں، یہہ دل — ڈوبتا ہے بے طرح، جلدی سے اے کاکُل، پہنچ
چاہتا، لیلیٰ ادا، رہوے ہمیشہ، جلوہ گر — جلد مجنوں ہو کے، صحرا بیچ کرتا غُل، پہنچ
چو طرف کے گلستاں رنگین ہو، آئی بہار — بے خبر، کیوں ہو کے بیٹھی دیکھتی بلبل، پہنچ

یہہ جلا[2] ہے امتیاز، اب معصیت کے بحر میں
کہینچ[3] لینے بھی کرم سے، اے شہِ دُلدُل پہنچ

۱- پھسا : پھنسا — ۲- جلا : چلا — ۳- کہینچ : کھینچ

ردیف ح

(۱)

آیا ہے مدتوں میں ، خطِ مشکبارِ صلح
شکرِ خدا کہ اب بھی کیا ، وو نگارِ صلح

ساقی میرا ، کشیدۂ ابرو ، ہے تُند خُو
اوس[1] کا ہی ، اے مُغاں ہے مجھے ، انتظارِ صلح

جھگڑے مِٹا کے اِن دنوں ، ہے جَ سے اختلاط
مُفتی و محتسب نے ، کیئے ہیں ، قرارِ صلح

دہٹر کے[2] ہے دل میرا ، کہ ہٹیلا نہ ہٹ میں آ
پھر جنگ جُو ہو ، چھوڑ کے دار و مدارِ صلح

قاصد سے امتیاز ، ہے خاطر جمع میری
جا کر کرے گا اس سے ، سفارش گذارِ صلح

ردیف خ

(۱)

ڈرا کے رکھتے ہو قاتل ، دکھا کے آنکھیں سُرخ
کیئے ہو قتل کسے ، خوں چھڑا کے آنکھیں سُرخ

سبھوں سے خوش ہو ، مگر دیکھتے ہمیں ، ظالم
یہہ کون ڈھب ہے صنم ، جو بنا کے آنکھیں سُرخ

۱- اوس : اُس ۲- دہٹر کے : دھڑ کے

ردیف د

(۱)

ہزار سال پرستش کرے، صنم کا بھید
نہ سمجھے تو بھی اے زاہد تو، رام رم کا بھید

ہمیں بھی، جلدی سے کیجیو تو واقفِ اسرار
کھُلا ہے تجھ پہ اگر، دیر اور حرم کا بھید

کرے ہے، قاضی وصوفی جو منع، سامع کو
نہیں ہے ساز میں معلوم، زیر و بم کا بھید

جو کچھ رکھے ہے یہہ انساں، نہیں ملک کو خبر
اگرچہ جانے ہی، کیا لوح کیا قلم کا بھید

پھروں ہوں دھونڈتے[۱] میں امتیاز، مدت سے
کہ کوئی بھی کھول کے کہوے گا، جان و دم کا بھید

(۲)

مجھے ہے گی کیفی نگاہوں سے اُلفت، زبس غم کے بستر پر[۲] رہتا ہوں روترش ہوکر، میں حوروں کے مانند
کہ شاید، لگوں جا کے اوس[۳] لعل لب سے، کہوں راز دل کا میں غلطاں ہو، مئے کے کٹوروں کے مانند
مجھے جب کٹاوے ہے زلفوں کے ناگوں کو، لے کر پھسادی[۴] ہے دامِ محبت میں، وو شوخ چنچل
کہو، کیوں کہ لاویں نظر میں، ہے سامان جینے کا، ہم تو اوسی[۵] لہر میں گھر ہے، گوروں کے مانند
ارے ہائے ابرو کماں بے خبر ہے، تجھے کچھ خبر اس تغافل شعاری سے، تیری نگاہوں کے بسمل
ہر ایک دم جو سر کو پٹکر[۶]، مچاتے ہیں غوغا کو وو، روزِ محشر کے شوروں کے مانند
یہہ وو ہی ہیں دن چار، جو آ کے بیٹھے ہیں تم پاس، کرتے ہیں باتیں، مٹھائی سے میٹھے
ہمارے سخن تم کو لگتے ہیں کڑوے، نصیحت کی باتیں ہمیں اب نہ سمجھو ہے جاناں، چکوروں کے مانند
رہا ہوں میں خاموش، ہو کر جفاؤں پہ تیری ہی ظالم، کچھ ایک امتیاز محبت سے ورنہ
کروں آ کے دو ٹکڑے، شورِ جنوں سے ہی پل میں زمیں آسماں کو، زور آور کے زوروں کے مانند

۱- دھونڈتے : ڈھونڈتے ۔ ۲- پر : پہ ۔ ۳- اوس : اُس
۴- پھسادی : پھنسادی ۔ ۵- اوسی : اُسی ۔ ۶- پٹکر : پٹک کر

(۳)

جس نے سمجھا ہے صحیح، حضرتِ انسان کا بھید
کس مزے سے ہے کھُلا اوس پہ، سب عرفان کا بھید

مَنْ عَرَفَ کے ہے راز رمز کو، پایا جو کوئی
کشورِتن سے، نکالے وو ہی، اس جان کا بھید

ساغرِ عشقِ ازل سے ہی، جو ہیں مستِ ازل
ہے بجا، گر کہیں منصور سے ذی شان کا بھید

پہلے ہی خلقتِ آدم سے، مزہ دم کا رکھا
گنجِ مخفی سے کہا، گوہرِ امکان کا بھید

جلوہ آرا وہی ہے، بزمِ جہاں میں آدم
کشف ہے اوسی[۲] ہی، سب بندہ و سلطان کا بھید

آہ یہہ دونو جہاں، کس کے سبب سے ہیں نمود
کیا نہیں خلق کو معلوم ہے، قرآن کا بھید

امتیاز ہے گا تمہارا ہی، اوسے[۳] جان اپنا
جلد یا شاہِ شہیداں، کہو ایمان کا بھید

ردیف ذ

(۱)

نہ بھیجے، تم نے کبھی ہم کو مہرباں، کاغذ
جہاں ہو تم، تو نہیں کیا مگر وہاں، کاغذ

نہ کچیو سامنے، اظہار ہی محبت کا
یہی ہے، مہر و مروّت کا امتحاں، کاغذ

رقم کے کرتے ہی، ان لختِ دل خوروں کا نام
اوسی[۴] تو آن میں، ہوتا ہے خونچکاں کاغذ

میں سوزِ ہجر لکھوں، جس گھڑی تڑپ، دل کی
قلم کا چاک ہو سینہ، کرے فغاں کاغذ

لکھیں، جو حال کا شمہ ہی امتیاز، اوس[۵] کو
ہمیں ضرور ہے کرنا، یہہ آسماں کاغذ

۱- اوس : اُس
۲- اوسی : اُس سے
۳- اوسے : اُسے
۴- اوسی : اُسی
۵- اوس : اُس

ردیف ر

(۱)

اتنا پیام ہی یہہ صبا ، اوس[1] نگار پر
کہہ دے ، کبھی گذر ہو تیرا ، گلعذار پر

لالہ طرف ہی دیکھیو ، عبرت سے کر نظر
لایا نشان خوں کا ، دلِ داغ دار پر

گلگلوں کفن تیرے ، جو گڑے لے کے داغِ دل
اون[2] کا جگر ، پرو کے سناں دِل فگار پر

عالم کو لے دیکھا[3] ، کہ کہے بازبانِ حال
عاشق کی یہہ سزا ہے ، سرِ نوکِ دار پر

تری[4] سخن کی ، جان خریدار ہو ، بہا
لائیں ہیں نقدِ دل ، کفِ حسرت شعار پر

کہتے ہیں، دوست کے عوض جلتا ہے، جانِ دوست
افسوس ہے یہہ ویسے ہی ، ناکردہ کار پر

پھر عاشقی کے فن میں ، گنتا ہے آپ کو
خانہ خراب ، ایسے رخِ شرمسار پر

اوس[5] بے وفا سرشت کی خاطر، ہو خاک سا
جیسے سے ویسا ہونا ، جہاں کے قرار پر

کچھ بھی ، خودی سے تج کو ذرا ، امتیاز ہے
کر رحم ، آ بھی ، اپنے دلِ خوار زار پر

جیسا کہ ہوئے ویسا نظر ، آئینہ میں آئے
سب کا یہہ قول ہے گا صریح ، آشکار پر

گر چھوٹتی تو، کیا مزے دھو میں مچاتی ، ہائے
چُہلیں بہت سی کرتی ہے ، فصلِ بہار پر

دونو جہاں میں خوفِ خوشی ، غم نہیں رہا
لا[6] ہے جیسے صدق دل اوس شہسوار پر

۱- اوس : اُس ۔ ۲- اون : اُن ۔ ۳- دیکھا : دکھا
۴- تری : تیرے ۔ ۵- اوس : اُس ۔ ۶- لاہے : لایا ہے

(۲)

اے دل، اب سارے جہاں میں دیکھ، کس کا ہے ظہور
ہر جگہ میں ، جلوہ گر ہے گا ، محمدؐ کا ہی نور

آج میں، پیارا، چمن میں، اور شب مہتاب ہے
چاہیئے بروقت دے ، ہے ساقیا ، جامِ بلور

محتسب ، سنگِ ستم سے کر تو ، خوفِ کبریا
کیوں میرا اینائے دل کرتا ہے ظالم ، چُور چُور

ایک جھلک دیکھلا[1] کہ، جانے چُھپ گیا پھر ہجر میں
دل جلا کر ، کالا کر ڈالا ہے ، جیسا کوہِ طُور

ہے تمہارا ہی تو بندہ ، جان و دل سے امتیاز
یہہ مزاج عالی پہ نالاؤ ، کیا چندیں قصور

(۳)

طوفانِ اشک کی ، بہہ[2] لہر ہے ، بحر بحر
دل، کو بہانے ، اوس[3] کی بحر ہے ، لہر لہر

کھاتا ہے خوف، اب تو یہہ کاکل کو دیکھ، دل
اس مار کا ہی پیچ ، قہر ہے ، زہر زہر

فرہاد جوئے شیر بہا ، ہم نے خونِ دل
جاری ، ہر ایک رگ کی گہر ہے ، نہر نہر

ہووی صبا یہہ غنچہ دہن پر ہی ، کہہ کے دی
ہمراہ دل کو لے کے ، نذر ہے گذر گذر

سنتا ہے امتیاز ، او خانہ خراب ہوت
تیرے تو عشق کی ہی ، خبر ہے ، شہر شہر

عاقل نہ سوتو ، دیکھ ظہورِ عجائبات
دل کے چمن پہ ، شہ کا گذر ہے ، فجر فجر

گلشن میں، کس کے واسطے نرگس نے ، لے کھڑی
جو کچھ کہ ، اوس[4] کا سیم و زر ہے ، نذر نذر

مارِ سیاہِ گیسو کا کاٹا ، جیا کہیں
اے دل، صریح تجھ پہ اثر ہے، حذر حذر

ناصح ، تیرے فسون کو ہرگز ، نہ ہووے گا
دل پر تو ، اوس پری کا گذر ہے، اثر اثر

۱- دیکھلا کہ : دکھلا کے
۲- بہہ : بیہہ
۳- اوس : اُس
۴- اوس : اُس

(۴)

تو تو آئی ہے یہہ خوش ہو، ہم بھی آتے ہیں بہار
مفت تیری پیشکش، اس، جس کو لاتے ہیں بہار

نا مزہ لوٹے تیرا کچہ ہم نے ، اے ابر بہار
جیسے آئے تھی عدم سے، ویسے جاتے ہیں بہار

ایک تو صیاد ، نا چھوڑے ہے اپنی قید سے
سر پٹکر[1] ، ہم قفس میں تلملاتے ہیں ، بہار

چو طرف سے ، ابر اب آیا ہے کیسا جھوم کر
ہر شگوفے ، باغ میں بن بن، دیکھاتی[2] ہیں بہار

ہو، سیہ بادل اومنڈ[3] کر، سب جگہ پر سے ، پھوار
کڑ کڑا کر ہی ، نقارے جو سناتے ہیں ، بہار

یہہ تو ٹھیرے جی میں ہے، اب کے توڑا[4] زنجیر کو
جا کے گلشن بیچ ، ہم دھومیں مچاتے ہیں بہار

اب اشارہ کر کے، سب چوری سے اوس[5] صیاد کی
نونہالاں گل کے، جھک جھک کر بلاتے ہیں، بہار

گلشنوں میں، مجلسیں اور جام و[6] مینا ہیں دھرے
قلقلیں اوں[7] کی سنا، جی کو کھڑاتے ہیں بہار

جایئے جس باغ و[8] گلشن کو، وہاں مانع رقیب
مل کے سارے مدعی ، ہم کو جلاتے ہیں ، بہار

کیا مگر احمق ہیں ہم، ثابت رکھیں اس وقت پر
ناصح و واعظ ، گریباں کو سلاتے ہیں بہار

ہیں جہاں تک مے کشاں، اور جتنے ساقی، امتیاز
سیکڑوں پیالے ہی ، بھر بھر کر پلاتے ہیں بہار

کیا کیا ایسا ہے ہم نے ، نا ملے ہم کو شراب
اس ہوا موسم میں ، قطرہ چکاتے ہیں بہار

یہہ، تصدق سے تیرے آنے کے، سارے سبزہ زار
ہیں تو سب نوخیز ، کیسے لہلہاتے ہیں ، بہار

سب تو ہے سامانِ عشرت ، حیف ، چارا گھر[9] نہیں
دیکھ کر اس عیش کو ، ہم منہ چھپاتے ہیں بہار

۱- پٹکر : پٹک کر
۲- دیکھاتی : دکھاتے
۳- اومنڈ کر : اُمنڈ کر
۴- توڑا : تڑا
۵- اوس : اُس
۶- تشکیل "و"
۷- اوں : اُن
۸- تشکیل "و"
۹- چارا گھر : چارہ گر

⑤

شہِ دکھن ہے، آصف جاہ ثانی، نام دار
داد دِہ، فریاد رس، جس کو بنایا کردگار

کیا نکل نادر صدف میں، اصفیاء بحر سے
دینے آب و تاب عالم کو، وُ[1] دُرِّ شاہوار

یادگاریٔ جہاں، جن سے رہے، ایسا خلف
تا ابد ہی، نور سے روشن رہے، اون[2] کی مزار

عمر طبعی کو، خدا پہچا[3] کہ رکھے، عیش سے
اور ہوں، پشت پنہ ہر دم ہی، شاہِ ذوالفقار

خلق سب چاہے، نصیب ہو اوس[4] کو صحت، اس گھڑی
شافیٔ برحق ہی، بخشے تندرستی، آشکار

حق، رکھے دکھن میں، اوس[5] اورنگ آرا کو، مُدام
جب تلک سطحِ جہاں پر، آسماں ہے پائیدار

امتیازؔ ہیں ہم بھی فدوی، جس طرح سے خلق ہے
جان و دل سے، رستمِ دوراں کے اُوپر ہی، نثار

⑥

نہ تھے ہم آشنا، گرچہ مقرر
غلط گوئی ہے کیا، اللہ اکبر

ہوئے، سیار ملک وحشتانہ
ہوا ہے، سیر گہہ کب سے، دو کشور

مبارک ہو تمہیں، وعظ و نصیحت
کہے ہے کون، یہہ کام[6] ہے گا نہ بہتر

ہماری تو، سمجھ بہتر ہے لاکن[7]
کریں، یہہ عرض ہم کیونکر، مکرر

رہائیں، امتیازؔ اب گفت و گو کا
میرے صاحب، ہو تم تو اب سخنور

۱- وُ : دو، وہ
۲- اون : اُن
۳- پہچا کہ : پہنچا کے
۴- اوس : اُس
۵- اوس : اُس
۶- لفظ "کام" زائد
۷- لاکن : لیکن

(٧)

لکھتا ہوں وہ جواب میں، اے تج کو دوستدار
کاغذ جلے گا ہائے ، قلم اوٹھے آہ مار

چاہیں ، کہ آسمان کا کاغذ بنا ، لکھیں
اُس میں بھی نا سمائے، کہ ہے وو بھی شقہ وار

مرقوم جس گھڑی ہو ہی دل جلوں کا سوز
سودا زدوں پہ ، دُونی قیامت ہو آشکار

ایک حرف، اپنے دل کی تڑپ کا، اگر لکھیں
ہو برق سا، زماں سے زمیں پر، کرے گذار

عاشق جہان کے ہی، اگر اس کے تیئں سنے
جل جاویں سینے سب کے، بھریں آہ پُر شرار

کہویں کہ آہ سلسلہ خباں وو کون تھا
مانند ابر آنکھوں سے ہوکر وو اشکبار

شکوہ یہی ہے ، ہجر ہے خانہ خراب کا
ہے امتیاز جس کے تڑپنے میں، بے قرار

(٨)

کرتے ہیں کس مزے سے، چمن خوش فضا کی سیر
ہمراہ فخرِ شاہِ شہاں ، دل کشا کی سیر

فتح و ظفر ، نصیب ہو تم کو ہی ، ماہ و سال
مقصد مراد دل کی ، کرو مدعا کی سیر

عیش و طرب سے ، ہو کے ہی مسرور بانشاط
چشمِ کرم سے اپنی ، کرو مہ لقا کی سیر

خواہش ہے، دل کو باغ میں وحدت کے، یہاں تلک
لے ابتدا سے ، تا کروں میں ، انتہا کی سیر

جلدی سے ، امتیاز کرے یا حسین ، جا
کعبہ ، مدینہ اور نجف ، کربلا ، کی سیر

۱- اوٹھے : اُٹھے
۲- ہوی دل : ہی ہو ادل
۳- خباں : خوبان
۴- یہاں : یہاں

۹

ابرو کی تیغ ، کیا ہی سیہ تاب ، آبدار
لگتی ہے، صاف لاکھوں کے سرکو، چلائے وار

مشہد پہ جاشہیدوں کے ، گاہے تو کر گذر
کر کر عناں کو گرم ، ہو مہمیز ، ایک بار

کیوں جاکے قتل گہہ میں کھڑا ہے، کہو مجھے
ایدھر سے وو جو آوے تو، جی ہوئے کیا بہار

آتا نشہ میں چُور ، بھبکتا ہے لٹ پٹا
اے دل ، سمھال[۱] خنجرِ مژگاں کی تیز دہار[۲]

ہو کر تمہارا ، کس کا کہاوے پھر امتیاز
اوس پر نگاہ غور رکھو، شاہِ ذوالفقار

۱۰

کرہول سے ابرو کے ، سردار عجب نادر
دل سیفِ دودہاری[۳] کا ، کھا وار ، عجب نادر

برسوں ہی تو دیکھے نا ، گہہ لاڈ سے سرٹھکرا
غصہ تو ہے یہہ ہی کچھ پَن[۴] پیار ، عجب نادر

گیسو کے ہر یک مُو[۵] میں ، لاکھوں ہی پرو کر جی
پھیرے ہو گلے میں ہی ، یہہ ہار عجب نادر

اوڑکر[۶] ہی نگہ کا تیر ، عالم کا جگر چھیدا
کیا تھا وو ، قسم ہے گی ، پروار عجب نادر

مدت کے جو مردے ہیں ، اُٹھتے ہیں صدا سُن کر
جیتے ہیں سو مرتے ہیں ، گُفتار عجب نادر

عاشق کا جگر ٹکڑے ، مژگاں کے اشارے سے
دیکھا ہے یہہ خنجر کی ، کوئی دھار عجب نادر

گُلشن میں بھی وحدت کے ، امتیاز تو اب ہر دم
کرتا ہے نئی سیریں ، سیّار عجب نادر

۱- سمھال : سنبھال
۲- دہار : دھار
۳- دودہاری : دودھاری
۴- پَن : لیکن
۵- مُو : منہ
۶- اوڑکر : اُڑکر

(۱۱)

عبث ییں[1] ہی مارا گیا ، بنت العنب پر
نظر کر ، اب شہیدِ نازِ بسمل پر ہی ، اے ظالم
اولجھتا[3] ہے ارے دل کیوں تو ، یاروں بیچ میں جا کر
چھپالے دخترِ رز کو ہی ساقی ، بزمِ رندوں سے
ملاؤں خاک میں ، جو نظرِ بد سے ، اُس کو گر دیکھے
بٹھا شیشہ کے میانے[4] میں ، پری کو جلد لے بھاگوں

کبھی انگور ہم لب نا ہوا ، زخموں کے لب پر
لگا ، آ جان جانا اوس[2] کا ، ہے گا آہ اب تب پر
ہزاروں امتیاز اب کھپ گئے ، اوس زلف کے کھب پر
ہوئے ہیں ، بیخود و سرشار ہم ، عالی نسب پر
ہوا ، یہہ محتسب کا حکم اے ساغر کشو ، سب پر
مبادا ، ہو کہیں آسیبِ جن ، والا حسب پر

بولا[5] قاضی کو ساقی ، جلد ہمارا عقد کرنے کو
برات آ کے لگی ہے گی مقرر ، آج کی شب پر

۱- ییں : میں
۲- اوس : اُس
۳- اولجھتا : اُلجھتا
۴- میانے : درمیان
۵- بولا : بُلا

ردیف ڑ

(۱)

کس بلا کی بانکپن کا ہے، وو کافر میں مڑوڑ ... ایک دم سیکڑوں مینائے دل، ڈالے ہیں پھوڑ

امتیاز، ہوتے مقابل اوسے[۱]، دل پر داغ کھا ... ایک شب، مہتاب خوش روئی پہ جو، باندھا تھا ہوڑ

ایک دن سیرِ چمن میں، یہہ کہا میں پانوں پڑ ... دل خدا کا گھر، صریحاً ظلم سے، اس کو نہ توڑ

کیا جتاوے ہے، مجھے تو چاہ اپنی، کہہ اوٹھا[۲] ... تج سے، میری قتل گہ میں ہیں پڑے، لاکھوں کڑوڑ

یہہ کیا میں عرض، چپ ڈرتے ہی ڈرتے، مہرباں ... ہے تو سچہ[۳]، پن[۴] چاہنے والے سے، مُنھ اپنا نہ موڑ

یہہ ہماری ہے نصیحت آج کی، تُو یاد رکھ ... یہہ نہیں اُسلوب نبنے[۵] کا، خُدا کو مان چھوڑ

ورنہ اپنے خوئے بد پر، آپ تو پچتائے[۶] گا

ستے[۷] سر پا تک، بھلا ہے دور کر، اپنی بھی کھوڑ

۱- اوسے : اس سے

۲- اوٹھا : اُٹھا

۳- سچہ : سچ

۴- پن : لیکن

۵- نبنے : نبھنے

۶- پچتائے گا : پچھتائے گا

۷- ستے : سے

ردیف ز

(۱)

تڑپے ہے، خاک وخوں میں یہہ دل، مہرباں ہنوز
لیکن ، نہ رحم تو نے کیا ، نوجواں ہنوز

مدت ہوئی ، کہ قتل کیا تھا ، اوسی[۱] پہ ہائے
ہے نعش اُس کی ، اب تہیں[۲] جو خونچکاں ہنوز

انصاف کوئی کرے ، کہ جو سر سے گذر چکا
ہو جانفشانی ، آگے تیری رائیگاں ، ہنوز

دن چار تھے بہار کے ، سوتو نکل گیئے
کیوں عندلیب ، جور میں ہے باغباں ہنوز

جس دن سے ، جامِ عشق کی ، میں چاشنی چکھا
ویسے ہی ویسے ، آہ ولب سے فغاں ، ہنوز

یھاں[۳] تک جلا کے راکھ کییے ، تس[۴] پہ یہہ جفا
اقرارِ جور سے ، نہیں گذرے بتاں ہنوز

بالا نشین کا ہی نظر ، امتیاز کر
ہے زیرِ قصر کب سے ، یہہ عالی مکاں ہنوز

۱- اوسی : اُسی　۲- تہیں : تک　۳- یھاں : یہاں
۴- تس : اُس

ردیف س

(۱)

اب ہوا، مکھڑے کے اُوپر خط نمایاں، آس پاس
ابر آ گھیرا تجے ، اے ماہ تاباں آس پاس

کب سے ہم کو، شوق ہے جلنے کا اپنے ، آہ تو
جیوں پتنگ آنے دے، اے شمعِ شبستاں آس پاس

کیا گُنہ سی باتیں کرتا ہے ، میرا علامہ عصر
جب کہ آ کر بیٹھتے ہیں ، رمز سنجاں آس پاس

شمع رو گھر سے نکل ، عشاق سب پروانہ وار
کر کے جھومر آئے ہیں، ہونے کو قرباں آس پاس

رات اُس کی بزم گہ میں ، بے قراری میں گیا
لیوں[1] خبر، ہے گا یہہ کیسا شور و[2] افغاں، آس پاس

دیکھنے اس کے سے، مفلس دل توان گر[3] کیوں نہ ہو
نرگسی آنکھوں پر اُس کی، ہے زر افشاں آس پاس

اے جنونی مشربو ، دوڑو پتنگوں کی طرح
عرس، مجنوں قبر پر ہے گا، چراغاں آس پاس

اے کمان ابرو وو کیونکر، ہر گھڑی قرباں نہ ہو
گڑ گیے، جس کے جگر کے تیر مژگاں، آس پاس

امتیاز، ہر دم مزار عالی کو رکھ کر، دھیان میں
طوف کی خاطر، وو پھرتا شاہ مرداں، آس پاس

۱- لیوں : لیو　　۲- تشکیل "و"　　۳- توان گر : تونگر

(۲)

چھوڑ دے صیّاد ہم کو ، ورنہ توڑیں گے قفس
فصلِ گُل یوں مفت جاوے اور رہے باقی ہوس

عمر گذری عشق میں ، دم کا چلا ہے کارواں
پھٹ گئی چھاتی فغاں کرتے ہی ، مانند جرس

یہہ مزہ ، ہفتم فلک پر ہم کو ، لے جاتی ہے مئے
واعظا ، اس میکشی پر ، ہو کے اب نادان بحس

کیوں ہمیں چھوڑے ہے اے صیّاد ، ایسے وقت میں
کل کی جا پر ، نہیں رہا ہے گلشنوں میں ، خار و خس

ناصحا ، ستے کتیں[۱] کرتا ہے ، ناحق ہم سے ضِد
ہے قسم تج کو گریباں ، تو جو دامن تک نہ چس

اضطرابی کیوں دیکھاتا[۲] دل ، تڑپ کر زلف میں
یہہ کہا کس نے تھا ، تو کالی بلا میں جا کے پھس

یہہ رقیب بدنما ، جب سے ملا پیارے سے ، ہائے
امتیاز ، ہم نے کیا نہیں پھر کے ، ویسا رنگ و رس

۱- ستے کتیں : سننے کے تئیں
۲- دیکھاتا : دکھاتا

ردیف ش

۱

دشتِ وحشت میں، ہمارا اب ہُوا ہے، بود و باش — سر پھرانے کو، عبث صیاد کرتا ہے تلاش

سرزنش عالم کی، اور سنگِ جفا تیرے سے آہ — شائید اب مینائے دل، ہوتا ہے ظالم پاش پاش

یہہ، ابھی پل میں، تجھے برباد کر دیں، محتسب — دیکھ، ناحق مئے کشوں کے بھید کو، کرتا ہے فاش

یوں دماغ اب کس کا یاری دے، جو شاید کیجیے — پاس جا منعم کے بیٹھے، جو کبھی بہرِ معاش

شعر کہنے کا سلیقہ، کچہ نہیں ہے امتیاز
ہے مگر اتنا، کہ یہہ رکھتا ہے ٹک[۱] غم کا تراش

۲

ایک ہوں نالاں قفس میں، ہائے اے بُلبل، خموش — سُن تیرا آواز، اور صحرا ہوا ہے سبز پوش

دے پیالہ اب تو ساقی، کچہ نہیں دھڑکا رہا — واعظا، کہہ محتسب سے، ہم ہوئے ہیں جام نوش

ہے یہی دہشت، مبادا یہہ[۲] جو بھاوے خلق کوں — بے طرح دریائے دل کو اب میرے، آیا ہے جوش

اے خمار آلودہ دل، جاناں[۳] کے سنمکھ سمہلیو[۴] — حُسن کے بازار میں، رکھتا وو آنکھیں، مئے فروش

ہر گھڑی، ہر آن، دل میں امتیاز، اب یاد کر
واقعہ کو کربلا کے لا نظر میں، کر خروش

۱- ٹک : ذرا — ۲- تشکیل "یہہ" — ۳- جاناں : جانا
۴- سمہلیو : سنبھلیو

ردیف ص

(۱)

سنگِ طفلاں سے، خوشی ہو جو کرے، دیوانہ رقص
گالیاں سُن کر تری، کرتا دلِ دیوانہ رقص

گر سرودِ میکشاں نکلے، جلے دل سے کبھی
سُن کے، ساقی و صراحی، اور کرے پیمانہ رقص

اے بتِ عیّار، تک[1] کیجو گذر، تا جی اوٹھیں[2]
دیکھ کر تجھ کو دیکھاویں، صاحبِ بت خانہ رقص

کیا عجب، کہ تجھ پہ زہرہ دل سے، ہو کر مشتری
بے خودی سے آ، دیکھاویں[3] اپنا وہ جانانہ، رقص

گھر میرے، وہ شمع محفل آ کے بیٹھے، امتیاؔز
یہہ دلِ بے تاب میرا ہو، کرے پروانہ رقص

(۲)

جیتے جی تک، شمع پر جیسا کرے، پروانہ رقص
دیکھ تجھ کو، وو ہیں[4] کرتا ہے تیرا دیوانہ، رقص

دیر پر سے، گر گُذر ہوئے صنم، تو کیا عجب
برہمن تو کیا، کریں سب صاحبِ بت خانہ، رقص

امتیاؔز، اوس[5] حُسن پر ہو ویسے زہرہ، مُشتری
محفلِ افلاک پر، کرتیں ہیں بے تابانہ، رقص

میکشی کرنے اگر جاوے، تو مینا جام و خُم
مُغبچہ کیا اور فغاں، مل کر کرے میخانہ، رقص

سب جناور آ خوشی میں، تو اگر چاہے شکار
تا بحد کا وی زمیں تک ہی کرے، جانانہ، رقص

مہر و مہ اور نجم ہی سارے، یہہ سب افلاک کے
یک بیک اپنا دیکھاویں[6]، بن کے سب مستانہ، رقص

سیر کا کر قصد، گر جاوے چمن میں تو صنم
ہر کلی مینا ہو، ہر غنچہ کرے، پیمانہ رقص

۱- تک : ذرا　　۲- اوٹھیں : اُٹھیں　　۳- دیکھاویں : دکھاویں
۴- وو ہیں : وونہی　　۵- اوس : اُس　　۶- دیکھاویں : دکھاویں

ردیف ض

(۱)

گر بتوں کی بندگی کرتا ہے، جاں اپنے پہ فرض
میں بھی جا کرتا ہوں جلدی، حضرتِ دل سے عرض

خوشنمائیں، خوبرویوں پر نظر چالاکیاں
لختِ دل، کھانے بجز رکھتے نہیں، یہہ اور غرض

جو اسیرِ دامِ کاکل، ہو گرفتارِ بلا
جب تلک جیتا رہے، اوس[1] کے نہیں جانے کا مرض

جی میرا لیویں گے، یہہ شیریں لقا، اوس[2] شکل ہی
جان کا دینا، ہوا فرہاد پر، جس طور قرض

ہے یہی مقصد مقرّر، دل میں میرے امتیازؔ
باریاب ہو کر، کروں حضرات[3] سے، سب دل کی عرض

(۲)

ہوں، سراپا عشوہ سازوں کی اداؤں کا، مریض
عمر گذری ہے، مجھے ہوں خوش نگاہوں کا مریض

تم اوٹھو[4] لقمان و افلاطون، بالیں سے میری
کچھ نہیں ہے دل میرا، ایسی دواؤں کا مریض

جا کہو ان ظالموں سے، آ کرو جلدی علاج
ورنہ ہاتوں سے چلا، اِن خاک پاؤں کا مریض

دل دِہی لازم ہے ایسے وقت پر، اے قاتلو
ہے، تمہارے درد و غم، جور و جفاؤں کا، مریض

ہے مقرّر، کشتۂ تیغِ تغافل، امتیازؔ
روز و شب بسمل نمط[5]، رہ دلرباؤں کا مریض

۱- اوس : اُس
۲- اوس : اُس
۳- حضرات : حضرت
۴- اوٹھو : اُٹھو
۵- نمط : طرح

ردیف ط

(۱)

کیا ہے جب سے میرے دل نے، ان بُتان سے ربط
ہے تب سے اوس[1] کے تئیں، آہ اور فغان سے ربط

یہہ مشت پر کو، قباحت چمن کی دوڑے ہے
عدم سے، ہائے یہہ رکھتا ہے گلستان سے، ربط

خدا کے واسطے، صیاد چھوڑ دے ہم کو
ہوا ہے اب کے عجب طور، باغبان سے ربط

میرا یہہ لبمل دل، دیکھ کر مہ ابرو
کیا ہے اوس[2] نے تبھی، تیر اور کمان سے ربط

دو سرخ پوش نے اے امتیاز، نہیں پوچھا
رکھے ہے کیوں تو عبث، چشم خونچکان سے ربط

(۲)

بتاں کی لٹ کی لٹکنی میں، دل بندھا مزبوط[3]
عبث بکے ہے اے واعظ، یہہ ہو گیا مزبوط

وو ٹا نکے نہیں، تری مقراض، گفتگو کترے
یہہ دل نے، رشتۂ الفت سے، جو سیا مزبوط

گنوا کے صید کو، بیٹھا ہے سر پٹکتا کیا
قفس کا در بھی، اے صیاد جب نہ تھا مزبوط

تیرے سے جان توقع نہ تھی، کہ پیاسا ہو
میرا لہو ہی، تو پینے کو اب، ہوا مزبوط

تجھے چھوڑ[4] اویں گیں، محشر میں امتیاز، علی
تو اوس جناب میں، ہو دل سے خاکِ پا، مزبوط

۱- اوس : اُس ۲- اوس : اُس ۳- مزبوط : مضبوط
۴- چھوڑاویں : چھڑاویں

(۳)

کل جو پہنچا تھا مجھے ، پُرفنِ مکّار کا خط
دیکھتے سینہ ہوا چاک ، وو خونخوار کا خط

ڈر گیا آہ ، محبت سے لکھا یا کہ عتاب
نیم جاں ہو کے میں کھولا، وون ؑھیں سرشار کا خط

پھر مطالعہ جو کیا ، نامۂ نامی اس کا
بہجت افزائے طرب، وہ ہوا اوس ؑ یار کا خط

امتیاز ، آہ کہا کچھ نہیں جاتا ، وو بیاں
جو سرور آن کے بخشا ، میرے دلدار کا خط

شیوۂ لطف و کرم ، اور نوازش سے بہت
مہر و اُلفت سے لکھا ، وصل کے اقرار کا خط

رونق افزا ہی ، ترے گھر کو کریں گیں ، کل ہم
انتظاری میں ملا عین ہی اُس ؑ بیمار کا خط

تھا یہہ نزدیک کہ ، ہوں دیکھ اوسے ؑ ، شادی مرگ
تب تو قاصد نے ، لیا چھین کے ، طرّار کا خط

نامہ برکو میں کہا ، آہ اے بُد بُد کردار
مجھ سے بے چین کا ، تھا چیَن ، ادادار کا خط

رو دیا ، دیکھ کے بے تابی کو میری ، قاصد
لے سلیماں سا ہو ، بلقیس سی عیاّر کا خط

۱- وون ھیں : وو ہیں
۲- اوس : اُس
۳- لفظ "اُس" زائد
۴- اوسے : اُسے

ردیف ظ

(۱)

اب چمن میں، ہم کو بن ساقی، ہے کیا جانے کا حظ
جام و[1] مینا کے بجز، ہے دل کو غم کھانے کا حظ

میخوروں پر، غضب آتا ہے یارو، محتسب
اوس[2] کو نہیں معلوم ہے افسوس، پیانے کا حظ

نامِ مجنوں کوہ و صحرا سے اوٹھے[3]، فرہاد کا
جا کے لوٹیں گے، ہم اب کے سال، ویرانے کا حظ

اس ہوا، اس ابر میں، فن باز ساقی اب ترا
کچھ رکھے ہے ہات خالی، بزم میں آنے کا حظ

اب بہار آئی ہے، اور ہم تو توڑا[4] زنجیر کو
جا پہنچتے دشت میں، پھر دیکھو دیوانے کا حظ

چھرچھراتی شمع ہے گی، جب وو پہنچے کان تک
دل سے پروانے کے پوچھو، اوس کے جھنجلانے کا حظ

میکدہ میں نہیں رہا ہے، میخوروں کو امتیاز
اوٹھ[5] گیا ہے، اس جہاں سے آہ، مئے خانے کا حظ

۱- تشکیل "وَ" ۲- اوس: اُس ۳- اوٹھے: اُٹھے
۴- توڑا: ترا ۵- اوٹھ: اُٹھ

ردیف ع

(۱)

فانوسِ جسم میں ہوئی روشن ، یہہ آہِ شمع
ہم دیکھتے ہیں آخری دم تک ، یہہ راہِ شمع

روتے سو[1] اور جلنے ، نہ دیکھا پتنگ پر
کیسے مزے سے ، چاہ کا کی ہے ، پناہِ شمع

پھر خندہ لب نہ دیکھا اوسے[2] ، تا دمِ اخیر
معلوم گرچہ نہیں تھی کسے ، پر یہہ چاہِ شمع

تاریک دل پہ ہووے دل آرا ، وو جلوہ گر
فانوسِ روسیاہ ، تو کیوں ہوئی پناہِ شمع

چاہے ہے امتیاز ، کہ جائے مزارِ پاک
روشن وو اپنے دل کو کرے ، مثلِ شاہِ شمع

ردیف غ

(۱)

لالہ مثال ، دل تو ہوا ہے گا ، داغ داغ
اُس پر تو چار داغ ہیں ، اس پر تو لاکھ داغ

۱- سو : سوا ۲- اوسے : اُسے

ردیف ف

(۱)

ہے دھومِ رنداں ایک طرف، ساقی کا ساماں ایک طرف
مینائے گریاں ایک طرف، اور جامِ خنداں ایک طرف

دیکھے اوسے[1] گر یک نظر، وو تاب سے بے تاب ہو
خورشیدِ لرزاں ایک طرف، اور مہ گریزاں ایک طرف

خنداں چمن میں کس قدر، قامت پر اپنے سرکشاں
ہے سرو ناز اں ایک طرف، شمشادِ شاداں ایک طرف

ایسے میں، آپہنچے اگر، وو مایۂ ناز و ادا
ہوں لاف بازاں ایک طرف، وو جانِ جاناں ایک طرف

اب امتیاز، ہے گی عجب ہی، عاشقوں کی صف میں، دھوم
گریاں و نالاں ایک طرف، چاکِ گریباں ایک طرف

(۲)

کیا ہمیں اس چرخ کی گردش سے، اب لینا ہے لُطف
آسیائے جور میں ہی، دل کے تئیں رہنا ہے لُطف

کیا مزہ ہے، جب کہ جل پس، آہ جو سرمہ ہوئی
اس بہانے، چشم سے معشوق کے، ملنا ہے لُطف

پاس ہووے گر مرا خورشید رو، دوزخ قبول
نئیں، اکیلے اس کے بن جنت میں، کیا جانا ہے لُطف

کھا کے گندم، جو پیائے ہم کو آدم ہی صفی
ہے تو بہتر، باپ کا بدلا ہمیں کرنا ہے لُطف

ہوش اوڑ[2] جاویں فرشتوں کے وہاں تو، امتیاز
کیونکی[3] مشتِ خاک کو، اوس[4] گھاٹ کا چڑھنا ہے لُطف

کاملوں کو اوس کے، جو جلوہ گری کے فیض سے
آن میں چودہ طبق کے، سیر کر لینا ہے لُطف

جب بکل دشنام دیوے، تو مراد عین ہے
اوس ہٹیلے ہٹ بھرے کو، ہٹ میں کیا آتا ہے لُطف

سن تو اے پشت دوتا، پیرِ فلک دیکھا ہے کیا
اب حقارت کی نظر، خاکی پہ ٹک رکھنا ہے لُطف

سجدہ کر، کڑوبیاں ملکو تیاں مل، جس گھڑی
توں مگر دیکھا نہ تھا، اندھا ہے کچ ہونا ہے لُطف

سر مرا ٹھکرا کے ٹھوکر سے، عتابِ ناز سے
اس کو بھی، اب بۂ چوگان کا، بننا ہے لُطف

سات اس وسعت کے تونے، نا اُٹھایا بارِ عشق
آفریں ہی، کیا، اوٹھایا[5] اُس نے، جو، پاتا ہے لطف

۱- اوسے : اُسے ۲- اوڑ : اُڑ ۳- کیونکی : کیوں کہ
۴- اوس : اُس ۵- اوٹھایا : اُٹھایا

ردیف ق

(۱)

صبحِ عشرت پر میری، ناحق کیا ہے شام عشق
آہ، کیا مُجھ سے چھڑایا ہے، میرا آرام، عشق

جان تو پیسا گیا اپنا ہی، اس آغاز میں
دیکھیے، کیا پھر دیکھاتا ہے ہمیں، انجام عشق

گلشوں میں امتیاز، اب دیکھ لے فصلِ بہار
بے خبر بیٹھا ہے کیا، پہنچا ہے آہنگامِ عشق

ردیف ک

(۱)

دل سے نکل کے آہ، پہنچی ہے لب تلک
اس مُنہ پہ دے پیام، پھرے گی تو کب تلک

ساغر کشو، جو بیٹھے ہو کیا، خوش فکر کرو
پہنچی یہہ میکشی کی خبر، محتسب تلک

آنکھیں تو انتظار میں تھچ گئیں، نگار کے
ہوں جاں بہ لب میں آج، نہ آوے گا کب تلک

گُل رُو کی یاد میں ہی سنا، نعرہ دل خراش
لے چین عندلیب، سحر سے بھی شب تلک

وعدہ جو تو کرے ہے، کہ آوں گا کل ہی میں
جیتا بچُوں گا کیونکہ بتا آج، تب تلک

کیسا بنا ہے، عشق ہمارے کا داستاں
پہنچا ہے جس کا شہرہ، جہاں میں بھی سب تلک

اتنی کٹی ہے عمر، نہیں دیکھے امتیاز
دُنیا میں، کوئی بے غم وخوش، ہائے اب تلک

۱- دیکھاتا : دکھاتا

ردیف گ

(۱)

ہوا ہے ابر سے ، کیا سُرمئی فضا کا رنگ
ادھر نگار کا ، طوسی ہے جو ، قبا کا رنگ

عجب یہہ بخت[1] پرئی[2]، رنگ ہی کی دونوں میں
اسی تو جھگڑے میں، دیکھوں ہوں میں، ہوا کا رنگ

کہاں ، عقیق یا مرجان ، اوس[3] کو پہنچے ہے
جو کچھ ہے، اوس کے لبِ لعل جاں فزا کا رنگ

تو رنگ خون سے میرے ہی ، ہر سرِ انگشت
معاف تجھ کو کیا ، چھوڑ دے حنا کا رنگ

یہہ آرزو ہے ، پہنچ امتیاؔز میں ، وو زمیں
جو جا کے دیکھوں ، مُحرّم میں ، کربلا کا رنگ

(۲)

سرزنش سے ، شیشۂ ناموس پر ، لاگے ہے سنگ
واعظا، اب کس مزے سے ہو گیے ہیں، ہم تو دنگ

تا یہ ہی قابو ہے ، جو شور جنوں دھومیں مچائے
عشق میں تو ، ہو گیا لازم گنوانا ، نام و ننگ

آہ و نالوں نے گھٹا کر ، کر ہوا کو کیا سیاہ
کیوں مچایا، شور سے بادل نے، آنکھوں کے یہہ رنگ

یہہ وہ ہے کہ چاکِ گریباں، جو کوئی سیوے اِسے
نوکِ مژگاں سے ، رفو چاہے نہ کرتا ، صبح تنگ

کیا لجاوے[4] ہے ، چمن تیرے سے بُلبل ، ہائے رے
کوئی گناہِ دید پر ، اے باغباں ، کرتا ہے جنگ

واسطے میں ایک نگہ کے ، فرشِ پا انداز ہوں
ملتے ہی جو شمع سے ، جل جل کے کہتا ہے پتنگ

یہہ خوش آمد ، آئینہ کی دیکھ ، کچھ امتیاؔز
صاف ہو، ملتا ہے مُنھ پر، غائبانہ دل میں زنگ

۱- بخت : بخش   ۲- پرئی : پڑی   ۳- اوس : اُس
۴- لجاوے : لے جاوے

ردیف ل

۱

کرتی، زبانِ دل ستے[1] جب وہ، ثنائے گُل — ہانکی ہے عندلیب ہر ایک دم، دعائے گُل

یارب رہے سلامت، و یہہ گوشہ گلعذار — آرام سے رہے، کہ نظر کی ہے جائے گُل

اب، چشمِ بدتو دور رہے اس سے، اے خدا — جیے، کہ سب شگوفوں نے اب مل کے، لائے گُل

گلچیں نے توڑا ایسے میں، جب باغ سے چلا — کس درد سے پکار کہے ہے، کہ ہائے گُل

سننے کی تاب کس میں ہے، آواز سوزناک — ایدھر[2] تو ہائے بلبل، اودھر[3] کو صدائے گُل

میں امتیاز کیا کہوں، ٹکڑے جگر ہوا — جیسا، کہ ایک ہم نے جفا کار، پائے گُل

جب بیٹھے دینے دل کو، کیا دلبر نہیں کہیں — مج کو وو شوخ سرکش و، تج کو سوائے گُل

سن کر یہہ دی جواب مجھے، عندلیب نے — اے بے وفا، یہہ بھائے ہے، اپنی وفائے گُل

جیتے، تو آشنا ہے ہر ایک ہی، نہ موت پر — سب کی مزار پر، نہ کیا اپنی جائے، گُل

موتا کا سات[4]، خوب طرح سے کرے ہے یہہ — اس واسطے میں، ایتے[5] اُٹھائے، جفائے گُل

اُمید ہے، کہ قبر پر آکر میری، کبھی
شائید، کہ چادر اپنی بنا کر اوڑھائے[6]، گُل

۱- ستے : سے — ۲- ایدھر : اِدھر — ۳- اودھر : اُدھر
۴- سات : ساتھ — ۵- ایتے : اتنے — ۶- اوڑھائے : اُڑھائے

ردیف م

(۱)

آنکھیں مت اپنی ہم سے، تو ایسی پھرا صنم
کئیں اس پلٹ میں، بیٹھے نہ دل ہی ترا صنم

ہے ہے خدا کے واسطے ڈر، پھینک دامِ زلف
ہے صید، بے گناہ کی آہِ رسا، صنم

آنکھیں لڑانا غیر سے، ہم سے نظر چورا[1]
فن باز، تیرے فن نے سے ہوئے ہیں خفا، صنم

لے جان کوہ کن کا، اگر چہ نہ یہہ عذاب
شیریں بھی، لرزے گور میں، دیکھ یہہ جفا صنم

مجنوں کی ایک کیا کہوں، اور ماسوا جو تھے
عاشق بہت ہوئے ہیں، نہ ایک میں ہوا صنم

کہو رات، کس کی گود میں لوٹا ہے، بٹہ باز
تکڑے ہوئی ہے چولی، و دامن پھٹا صنم

نادان، اس وفا و جفا کا، سُن امتیازؔ
انصاف، دن جزا کے کریں مصطفٰےؐ، صنم

(۲)

نہ جانے، کس گریباں چاک کے ماتم میں روتی ہے سحر، شبنم
کہ سر سے پاؤں لگ، پانی ہی بھر، آہِ جگر شبنم

تو شب کو، سارے گُل روؤں پہ رکھتی، منھ کو تر، اپنے
سحر کیوں سُوکھتی، خورشید رو کو دیکھ کر، شبنم

پسینا دیکھ تیرے اس رخِ روشن کا، اے پیارے
عرق چھڑ کے خجالت کا، گُلوں کے منھ اُوپر شبنم

خدا وو دن کرے، ہم سے ہم آغوشی میسّر ہو
تری سوں[2]، جان ہم پر گل سے ہے گی، جس قدر شبنم

نہ کچھ امتیازؔ اب بحث، تو میرے مقابل ہو
تری آنکھوں سے پانی، میری آنکھوں سے گُہر شبنم

۱- چورا : چرا   ۲- سوں : قسم

(۳)

نہ خط ہے اور کتابت ، ہے[۱] نہ پیام و سلام — نہ کچھ زبانیٔ قاصد کہ[۲] ، وہ پیغام

یہی کہ منتظر ہو بیٹھنا ، سرِ رہ پر — کہ کوئی بھی گذرے تو ، کہے یہی وہ پیام

ملالیں بات کے کہنے میں ، پھر پلٹ جاویں — نہیں ہے اس کے سوا ، خونِ دل چشوں کا کام

تیری جو یاد میں ظالم ، پٹکتے سر کو ہم — اسی تڑپ میں بھی گذری ہے ، از سحر تا شام

جلا ہے جان مرا امتیاز ، سوزش ہے — جو ایسے وقت میں پہنچے تو ، اے مرے گلفام

تری سوں[۳] ، عمر دوبارہ جہان میں پاویں — ابھی یہہ کندنیٔ جاں سے ، ہو قرار آرام

نہیں تو ، کاش کہ مشہد پر اب مرے جانا
عناں کو پھیر کے شبدیز کے ہو ، جلد خرام

(۴)

کب دیکھاوے[۴] گا ہمیں ، صورتِ مینا مئے و جام — ساقیا ، ہوئے ہے کوئی دم میں ، مرا کام تمام

کیا بلا ضد ہے تجھے ، مجھے ہی خانہ آباد — ورنہ ، سب دَور ترے ہیں[۵] تو پاتے ، آرام

کیسا میں ، چرخ کی گردش سے ، ہوا ہوں نالاں — پیس ڈالا ہے ، جفا سے بھی مجھے سنگِ رُخام

دل کے باسی کو ، وو شہ باز نے کر صید جھپٹ
طوطیٔ جان کے لینے کا بچھایا ، وو دام

۱- ہے نہ : نہ ہے ۲- کہ : کے ۳- سوں : قسم

۴- دیکھاوے : دکھاوے ۵- ہیں : میں

ردیف ن

(۱)

زاہد ترے جو آگے، گر روسیاہ ہم ہیں
افلاکِ عاشقی پر، اب مہر و ماہ ہم ہیں

حسرت و نالہ افغاں، یہہ ہیں مطیع ہمارے
بستی میں ملکِ دل کے، شہ باسپاہ ہم ہیں

رندان و فاسقاں سب، ہیں گیں گنہ میں پیچھے
اک دو قدم ہی ایسے، پیش از تو آہ ہم ہیں

رکھیو نظر توجہ، بخشندہ مُذنبوں کی
اُمت سے ساری تیری، جو پر گناہ ہم ہیں

اے رہنما دکھا دے، کشور ہی معرفت کا
تو امتیاز، رہ رو گم کردہ راہ، ہم ہیں

(۲)

دلِ بے تاب کو میرے، نہیں آرام کہیں
جب تلک ہو نہ ہم آغوش، گُل اندام کہیں

کون، محفل سے رنگیلا ہی گیا اوٹھ[۱]، ساقی
روئے مینا، جو کہیں پھیکٹی[۲] سر جام کہیں

کون سے ہائے لوٹیرے[۳] نے، یہہ رنگ لُوٹا ہے
ٹکڑے ہو خم، کہیں بہتی، مئے گلفام کہیں

توڑ شیشوں کو کیا، مجلسِ عشرت برہم
ہے پری زاد وو شاید، جو نہیں رام کہیں

داد رس ہو کے شتابی، کہو یارو مجھ کو
ایسا مئے خوار ہے، خونِ جگر آشام کہیں

یہہ تو ہیں شوخیاں سارے ہی، مرے قاتل کے
کہو آوے جو نظر، ساقیٔ پیغام کہیں

بٹہ بازی سے کیا، مفت ہی بدنام ہمیں
آنکھ کہیں، جان کہیں، کام کہیں، نام کہیں

زلف عارض پہ ترے، سورۂ واللیل ضحیٰ
کس نے دیکھا ہے کبھی، کفر میں اسلام کہیں

امتیاز اس کی خبر لاوے تو نقدِ جاں دوں
تو نے قاصد ہی نہ پایا ہو، یہہ انعام کہیں

۱- اوٹھ : اٹھ   ۲- پھیکٹی : پٹکے   ۳- لوٹیرے : لٹیرے

(۳)

دل کی تڑپ کے نقشہ کو، کیوں کر رقم کروں
تشبیہ برق ، صورتِ بسمل ، صنم کروں

یارو عجب ٹھٹھولی میں ، وہ بٹہ باز ہے
اٹکھیلیوں کوں[1] کون سی ، اس کی فہم کروں

اوس ماہ رُو کے مکھڑے پہ، کاکل کو بکھرا دیکھ
قرطاس کے، میں صفحہ پہ جاری، قلم کروں

تحریرِ کلک مشک ، فشاں[2] میں آسکے
کاکل کا مارو پیچ ، یا تعریف خم کروں

آوے، وو رنگ بھرا ہی تو قاتل کو اپنے، آہ
خوں سے بسنتی پوش ، زسر تا قدم کروں

جامِ جہاں نمائی ، مرے ہات آچکا
عشقِ صنم میں نوش نہ کیوں، جامِ جم کروں

اے ابر، شور کر، نہ برس، سوکھ جائے گا
گر ضد میں آکے جوش سے، آنکھوں کو نم کروں

سن پیرِ چرخ ، پشتِ دوتا ٹک[3] تو ٹھیریو
کیجو عصا میں آہ کو اپنی ، علم کروں

زاہد مدینہ اور نجف و کربلا کا ہو
ہے امتیاز شوق ، طوافِ حرم کروں

(۴)

خوب کر سیر جہاں ، دل نو جواناں پھر کہاں
یہہ کدھر، دھو میں کہاں، یہہ عیش یاراں پھر کہاں

کر لے جی سیر چمن کی، یہہ بہاراں پھر کہاں
تو کہاں، گلشن کہاں، اور ابر و باراں پھر کہاں

عمر کا شیشہ بہت نازک ہے، یہہ سنگِ اجل
جب کرے گا چُور ہی تو، ہم عزیزاں پھر کہاں

ساقیا، محفل میں تیری، کوئی دن مہمان ہیں
دیکھ لیں یہہ گریہ مینا، جامِ خنداں پھر کہاں

جو گھڑی ہم دیکھ لیں، اس کو غنیمت جان دل
کوئی دم میں ہم کہاں، بزمِ رفیقاں پھر کہاں

جس طرح سے، مئے کشی چاہے سو کر لے، امتیاز
ساقیٔ مہ وش کدھر، اور یہہ گلستاں پھر کہاں

کیا ہنسے ہے، رو لے پیش از موت پر اپنی، اے دل
یہہ لبِ خنداں کدھر، اور چشمِ گریاں پھر کہاں

۱- کوں : کو　　۲- فشاں : فشانی　　۳- ٹک : ذرا

۵

عنقا مثال ہم تو ، با نام و بے نشاں ہیں
گر چہ جہاں میں ہیں، ہم نابود پن جہاں ہیں

چاہے کہ کوئی ڈھونڈے، جرأت کہاں کہ پاوے
نَیں ہے مکاں معین ، بے شبہ لامکاں ہیں

پروازیاں ہماری ، ہیں لامکاں کے میداں
یہہ بال و پر ہیں دل کے، نَیں فہم عاقلاں ہیں

پلکھیں تو گھورنے سے، جا لگ گئیں بھُوں سے
قربان عاشقوں پر ، کیا تیر و کیا کماں ہیں

نَیں اعتبار اوس کو ، ہرگز مری وفا کا
جس جا گرے پسینا، وھاں[1] گرچہ خونفشاں ہیں

دورانِ چرخ ہے ہے، دے چرخ ہم کو یھاں[2] تک
تیغِ جفا سے اوس پر ، مقتول کہکشاں ہیں

کیا ڈر ہے دو جہاں میں ، اے امتیازؔ ہم کو
بندے تو صدق دل سے، شاہنشہ شہاں ہیں

٦

ساقی تری جفا سے ، گریباں دریدہ ہوں
میں اس ہوا میں ، قطرۂ مئے ناچشیدہ ہوں

میں کیا کہوں ، جو پوچھے کوئی ، مج سے ماجرا
لاکھوں ہیں دل میں، ایک بلب نارسیدہ ہوں

کیا جوش خم سا ہو ، کہ وو مینا سا گریہ ساز
ساقی کی کم نگاہی سے، دل خوں چکیدہ ہوں

پھڑتا[3] میرے حضور عبث ، قصہ قیس کا
میں ہجر میں ہی ، لذت آفت چشیدہ ہوں

مج ساہی منڈ چڑا ، تو نہ ہوگا جہان میں
دل دے اڑا ہوں اوسے[4]، منہ جس کا ندیدہ ہوں

دیتے ہو داستان سنا ، طعنہ کوہ کن
وہ سر چڑا تھا ، یارو میں تو ، سر بُریدہ ہوں

کہتا ہے سب کے سامنے وہ ، امتیازؔ کا
اس کا تو قصہ، میں بھی کسی سے، شنیدہ ہوں

۱- وھاں : وہاں ۲- یھاں : یہاں ۳- پھڑتا : پڑھتا
۴- اوسے : اُسے

(۷)

اُس بے وفا صنم میں، کیا بے وفائیاں ہیں
اوروں پہ ہے نوازش، ہم سے برائیاں ہیں

ہے ہائے نالے[1] کرتے، ہم مر گئے جفا سے
اے آہ تجھ میں کیسی، یہہ نارسائیاں ہیں

سب عندلیب جا کر، غنچوں کے رو[2] کر
یوں حالِ دل سُنا کر، عقدے کھلائیاں ہیں

ملنے کی سن خبر کو، دل نے خوشی جو ہو کر
کیا عیش اور طرب سے، دھومیں مچائیاں ہیں

مشکل کشا سا والی، ہے امتیاز تیرا
ہے وقت مشکلی کا، مشکل کشائیاں ہیں

(۸)

ہو نالاں، ہجرِ صنم بیچ جل کر میں، جب آہ شعلوں کے بھڑکے اوٹھاؤں[3]
تو ساری خدائی کو سوزش میں لا، اُن کی آنکھوں سے دریا بہاؤں
مرا درد جاں سوز، افسانہ رنگیں بنا ہے، سنو کان دھر[4]، عشق بازو
ہر یک بزم محفل لگے لوٹنے کو، اگر ایک نکتہ زبان سے سناؤں
ہوا ہوں میں مقتول، از بس کہ لیلیٰ نگاہوں کا، سر کو پٹکتا ہوں مانند مجنوں
سنا سرگذشت اپنی صحرا میں، سارے غزالوں کو حیرت میں لا کر رلاؤں
جو کرتا ہے اب قیس شاہی بیاباں میں، تختِ جنوں پر صفِ عاشقوں میں
تو آتا ہے شورِ محبت کے جذبوں سے، یہہ ہے کہ جا اوس[5] سے یک دم میں، شاہی چھناؤں
نجف میں بلاؤ شتابی سے والی، میں بندہ ہوں کچھو مرا امتیاز اب ضرور
ہے مقصد مرے جی میں یہہ ہی مقرر، کہ شہ کی غلامی میں میں بھی کہاؤں

۱- ۱- ہے ہائے نالے کرتے : نالے ہی ہائے کرتے ۲- روکر : روبرو گر ۳- اوٹھاؤں : اُٹھاؤں
۴- دھر : سے ۵- اوس : اُس

(۹)

ہم سرکیے سرگذشتوں کا ، صنم روداد سُن
جی چلا حسرت سے ، اور جینا ہوا برباد سُن

کیا کریں ، ہم کو تڑپنے کی نہیں ، طاقت رہی
مرغ جاں پرواز میں ہے ، آہ اے صیاد سُن

ہٹ مچایا ہے ، ہمارے طفلِ دل نے ، ہائے رے
کہیچ دے ، تصویر اوس کو یار کی ، بہزاد سُن

آہ و نالے کی روایت کا ، پکڑ اول رواج
عشق کے مفتی نے ، عاشق پر کیا امداد سُن

پھاڑ کر کپڑوں کو ہی دیوانہ ہو صحرا نشیں
چوطرف اُمنڈے بہار ، اور ہے میار کباد سُن

جاں ہوا زنّار بند ، اوس کے خم گیسو پہ جا
لوں قد مُہر دہن ہو ، چشم ہیں گیں صاد سُن

دل کی تسبیح امتیاز اپنی ، بنا خاکِ امام
جا ، ہر یک کے ہات ، ماتم کی سدا ، فریاد سُن

(۱۰)

مفت میں جان دیے ہم ، پسِ دیوارِ چمن
کس نے پرسش نہ کیا ، کون تھا بیمارِ چمن

حیف صد حیف ، کہ کچھ قدر نہ سمجھا تو نے
باغباں ایک تھے واللہ ، خریدارِ چمن

بُلبلو سیکھو پتنگوں سے ، ثباتِ قدمی
جان جانے کے تلک ، کیجیو اقرار چمن

خوب دیکھے تو ، نظر بیچ سبھوں کے ٹھیرے
امتیاز ہو کے سلے ، آہ جو ہم خارِ چمن

بُلبلو ، جور پہ گلچیں کے کرو ، صبر ذرا
ورنہ ہے شور و فغاں ، باعثِ آزارِ چمن

کیا نصیحت کروں تم کو ہی ، ارے ہم رازو
میں ہوں دیوانہ بتاں ، تم ہو گرفتارِ چمن

یار کے قامتِ موزوں کے ، مشبہ ہے سرو
تب تو ہے ، روزِ ازل سے ہی وو ، سردارِ چمن

لاف بازی نہ کر اب ، سرو کے آگے شمشاد
تو بھی ہے اپنی جگے ، ایک طرحدارِ چمن

ناتو کچھ تیری کہوں ، اور نہ کچھ اوس کی میں
یوں تو پوچھو ، تو ہر اک زیب دہ ہے ، اشجارِ چمن

۱- سرکیے : جیسے   ۲- کہیچ : کھینچ   ۳- ہات : ہاتھ

۱۱

مئے پرستاں ہے کدھر، ساقیٔ سرشار کہاں — دھومِ رنداں ہے کدھر، بادۂ گلنار کہاں

باغ سے، چچہ[1] خوانوں کو نکالا، گلچیں — بلبلیں نہیں ہیں، تو پھر رونق گلزار کہاں

زعفرانی ہے کہیں، بادۂ گلرنگ کہیں — ارغوانی ہے کہیں، آہ وو میخوار کہاں

مے تو کیا، یار بجز گر کہیں، جنت میں جا — ہم قدم اوس میں رکھیں، طاقتِ رفتار کہاں

وادیٔ عشق میں، رو رو کہیں قیس و فرہاد — درد و غم کا، کہو وہ قافلہ سالار کہاں

امتیاز جس کو کہیں، اوس کو بتاؤ یارو — کشورِ عشق کا، بے شک ہے وو سردار کہاں

سن کے بے تاب ہو، کہنے لگا اون[2] کو عالم
شرح حال اوس کے کا، اب قوتِ گفتار کہاں

۱۲

میں غم کے ہات[3]، دل کا گریباں دریدہ ہوں — آنکھوں کے خم سے، خونِ جگر مئے چکیدہ ہوں

ساقی، تو کیوں ڈراوے نے مجھے، سنگِ جور سے — خم خانۂ جفا کا ہی، ساغر کشیدہ ہوں

دن حشر کے ہی، اے صفِ شہدا کے داد گر — مجکو دیت دے دید کی، کیوں سر بریدہ ہوں

ہر مو بہ مو ہی، آہ مرا جل بھڑک اوٹھا[4] — اے شوخِ خود پسند، میں آتش رسیدہ ہوں

گاہے تو، دل کی داد، تغافل شعار دے — کیا کیا اذیتوں کی، میں لذت چشیدہ ہوں

ساقی خدا کے واسطے، مشاطہ تو ہی ہو — گر امتیاز، عاشقِ روئے ندیدہ ہوں

کر عقد جلد، دخترِ رز مجکو دے اوٹھا[5]
محفل میں میخوروں کی، میں خارِ خلیدہ ہوں

۱- چچہ : چچہا — ۲- اون : اُن — ۳- ہات : ہاتھ

۴- اوٹھا : اُٹھا — ۵- اوٹھا : اُٹھا

(۱۳)

دیکھی ہے تو نے یار کو، بادِ صبا کہیں
دیجو تو یہہ خبر مجھے، بہرِ خدا کہیں

آوے گا کب نظر، وو گل مدعا کہیں
نکلے گا دل سے ہائے، یہہ خارِ جفا کہیں

کہیو کہ بے قرار ہو، دیتا ہے جان کو
جا کر تو اب بھی دیؤ، اُسے خوں بہا کہیں

عاشق کے خوں سوائے، نہیں تجکو کچہ حلال
مت کیجیؤ، تو خواہشِ رنگِ حنا، کہیں

یہہ ہی تو خوں بہا ہے، قسم ہے خدا مجھے
گر ھوئے تجسے ہائے، تبسم ادا کہیں

ہم سا نہ پاؤ گے، صفِ عاشق میں تم کہیں
فرہاد سر چڑا ہے، وُلے[1] دل چڑا کہیں

یوں دیکھتے ہی غیر کو، پلٹی ایدھر سے آنکھ
یہہ شیوہ دلبری، نہ سنے بے وفا کہیں

پھر کیجئے امتیاز، رقیبوں کا روسیاہ
تیرے[2] ہدف جو ھوئے، ہماری دُعا کہیں

ایسے میں، دل جلے پہ کریں، نظر پروری
دیوئیں[3] امان مجکو، شہ ھل اتی کہیں

(۱۴)

مُقدّر تھا یوں ہی اب کے، کہ ساقی سے جفا دیکھیں
بغیر از مئے، کہو کیوں کر، چمن کی ہم فضا دیکھیں

ہزاروں گل کے پھاڑے ہے گریباں، ورنہ کوئی ہم سا
مقابل کر، ہماری سینہ چاکی سے، صبا دیکھیں

ہمارے اس طرح رونے کے اُوپر، تاافسوس ہر گز
ڈوبا کر[4]، لوٹ میں آنسو کے، عالم کو بہا دیکھیں

یہہ کیا جور و جفا ہیں گے، ہمارے سات[5] اے پیارے
سزا ہے چاہ کی ہم کو، مگر اس سے سوا دیکھیں

جُھکا ہے ابر کیسا، باغ میں اب امتیاز آ کر
تو بن ساقی کے اب ہم، کس طرح جا کر ہوا دیکھیں

۱- وُلے : لیکن
۲- تیرے : تیر
۳- دیوئیں امان : دیویں امان
۴- ڈوبا کر : ڈبا کر
۵- سات : ساتھ

۱۵

توڑ مت دل کے تئیں، خانہ خدا کہتے ہیں
محتسب، یار کا یہہ جلوہ نما، کہتے ہیں

جَور تیرے سے، پھراتے نہیں قاتل منہ کو
ہم زیاد اُسے[1]، سزاوارِ جفا کہتے ہیں

خونِ عاشق کا، جما ہے گا ترے ہاتوں پر
ایک عالم جو اسے، رنگِ حنا کہتے ہیں

ہم سوا جَور و جفا کے ہی، نہ دیکھے کچھ بھی
کیا یوہیں[2] نام کو، عالم میں وفا کہتے ہیں

ہیں گنہ گار محبت کے، ہمیں قتل کرو
خونِ عشاق، تمہارے پہ روا کہتے ہیں

مرگ کے بعد، مری نعش کو تشہیر ضرور
مایلِ دوست جو ہوئی ہے، یہہ سزا کہتے ہیں

امتیاز آپ کے تئیں، سر سے لگا قدموں تک
خاکِ درگاہِ نجف کر کے، صفا کہتے ہیں

آ جنازے پہ اوسی[3] وقت، جو غمزہ سے تم
مسکراؤ، تو یہی خون بہا کہتے ہیں

ہم سے دل خستہ، جگر سوز کی، کرنا یہہ عرض
تجکو، پیغام برِ بادِ صبا، کہتے ہیں

۱۶

کیں عجب، ہم اضطرابی سے اگر، رو کر اوٹھیں[4]
قبر سے فرہاد و مجنوں، شور جان سن کر اوٹھیں

یاد کر کر، عشق کی وو داستاں اپنی، سبھی
حسرت و افسوس کرتے، سر کے تئیں دُھن کر اوٹھیں

جی دہڑکتا[5] ہے، مبادا تج ستے[6] آتش مزاج
روز و شب یہہ خوف ہے گا، ہم کہیں جل کر اوٹھیں

جب، صفِ عشاق میں آتے ہیں، یہہ خونخوار تو
خون سے عاشق کے، دست اپنے حنائی کر اوٹھیں

نعش پر اون[7] کی، پھر آویں، وہ تو کیا امکان ہے
اک سخن گر ناز سے کہوئیں[8]، نہ یہہ جی کر اوٹھیں

ہے یہی انصاف ساقی، اب تمہارے دور میں
ہم سسکتے ہی پڑے ہیں، اور سب پی کر اوٹھیں

امتیاز ہم کو بولاویں[9]، حشر میں جو گور سے
ہو پنہ گر سایہ حضرات خوش ہو کر اوٹھیں

۱- اسے : اس سے ۲- یوہیں : یونہیں ۳- اوسی : اُسی
۴- اوٹھیں : اُٹھیں ۵- دہڑکتا : دھڑکتا ۶- ستے : سے
۷- اون : اُن ۸- کہوئیں : کہویں ۹- بولاویں : بلاویں

(۱۷)

کیا تو ساقی جان لے گا ، دیکھ کالی بدلیاں
لابھڑادے منھ سے شیشہ، چھوڑ دے اٹکھیلیاں

جی تو چاہے،لب بہ لب میناسے ہو،پیجئے شراب
ایک دو ساغر سے کیا ہو، بھول باتیں پھلیاں

رات صحبت بن پڑی تھی، کیا مجھے اک جاپہ دل
تھیں عجائب جو روش ، لاشک مثال لیلیاں

دیکھتے ہی اُن کے میں ، مجنوں ہوا یکبارہ گی
بھول گئیں سب دل سے باتیں، غم کی اگلی پچھلیاں

کیا کہوں میں، کیا حلاوت جو اونہوں[1] نے بخشیاں
لے طنبورا، تان دل کو جب عجائب لے لیاں

راگ کر موقوف ، اور چرچا کیا با امتیاز
شعر و دوہرہ غزل کا ، ہے مست ہاتی ہولیاں

کھل گئیں آنکھیں مری، اوتتنے[2] میں، اب رونے سے ہائے
حیف باتیں راز کی ، میری جہاں میں پھیلیاں

(۱۸)

جہاں کی نازنینوں نے ، اگرچہ آپ کو بجیاں
مری بیماری کے سمکھ ہوتے، سب کی انگڑیاں لجیاں

لیا گُل رُونے میرے، جب جمائی[3] آکے گلشن میں
ہزاروں پھر تو غنچوں کے چمن میں، چٹکیا[4] بجیاں

ہوا و ابر مئے ہے ، یار تھا کل باغ میں ساقی
تری سوں[5] جان، یہہ دھو میں ہماری تو نہیں بچیاں

مرا شور جنوں سُن کر ، سراسر آہ و افغاں سے
جہاں تک بلبلیں تھیں، دل سے عشقِ گل کے تئیں تجیاں

جو وہ خورشید رو ، اب بر میں میرے امتیاز آیا
یہہ دھو میں عیش و عشرت کی، مرے دل میں تو اب مچیاں

۱- اونہوں : انھوں
۲- اوتتے : اتنے
۳- جمائی : جماہی
۴- چٹکیا : چٹکیاں
۵- سوں : قسم

(۱۹)

کبھی شورِ جنوں سے، ہم جو صحرا میں نکل جاویں
تو ہو کر موم سے ہی سنگ وھاں[1] موں[2] سب پگل جاویں

بجا ہے شیشۂ دل، دے رہا لعل و زمرد میں
یہہ لڑکے اس طرح کے نگیں، جو پھتروں سے بدل جاویں

ہماری آہ و آتش بار سے، وو ہیں تو خشک ہووے
اگر ہم جس گھڑی روتے ہوئے، دریا پہ چل جاویں

جہاں پہونچا[3] ہے یہہ خاکی، کریں جرأت اگر بے شک
فرشتوں کے، وہاں پاؤں متقرّر ہے، پھسل جاویں

پڑی ہے عشق کی آتش، جو آدم پر اشک ہو
تو چودہ ہی طبق اس آگ سے، یک دم میں جل جاویں

ہوا شہرہ ہے میرے عشق کا، فرہاد اور مجنوں کو یارو[4]
کہو جا کر، مکاں اپنے کے اُوپر، اب سنبھل جاویں

بجی[5] ہر ایک کی نوبت، امتیازؔ آکر[6] ہوئی اپنی
نکالے دم کے ڈنکوں کو، وگرنہ چل بچل جاویں

(۲۰)

دل ہمارا، ترے کوچہ میں، کھڑا ہے کہ نہیں
سر کو دھر[7] ہات میں، جا تج سے اُڑا ہے کہ نہیں

ان دنوں تج سے، صریحاً یہہ جفا ہے کہ نہیں
مل رقیبوں سے صنم، ہم سے خفا ہے کہ نہیں

سچ[8] کہو قول کو دشمن کے، تو کر گوش گذار
دل ہمارا، تری آنکھوں سے، گرا ہے کہ نہیں

بخدا حال سُنا، ورنہ یہی پوچھوں گا
کیوں سفارش میں، صنم میری صبا ہے کہ نہیں

کہہ تو سوزش میں ترے، عشق کی جلتے جلتے
شمع سا، سر سے قدم تک، وو گلا ہے کہ نہیں

شمع رو، اپنے پتنگ کی یہی دل سوزی ہے
آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا، کہ جلا ہے کہ نہیں

ایک ہم کیا کہیں، اپنی کہ بہت ہیں ایسے
دیکھو فرہاد کا سر، غم سے چرا ہے کہ نہیں

امتیازؔ، اب تو یہی جی میں رہی ہے، حسرت
کہوے وو، آہ مرا جان فدا ہے کہ نہیں

۱- وھاں : وہاں ۲- موں : منھ ۳- پہونچا : پہنچا
۴- فرہاد اور مجنوں کو یارو : فرہاد و مجنوں کو ۵- بجی : بجے ۶- آکر : آخر
۷- دھر : رکھ ۸- سچ : سچ

(۲۱)

ساقی پہنچ شتاب، کہ کیا کیا ہی رنگ ہیں
مشغولِ سیر باغِ بتاں، شوخ و شنگ ہیں

آ بزمِ دل نشیں میں کہ[1]، کچھ جہل[2] جا کریں
دل میں تو عیش کے کی ہی، ہزاروں اومنگ[3] ہیں

ورنہ خدا کے واسطے، تک[4] امتیاز کر
ایسے مزے میں کیا ہے، بورے[5] تیرے ڈھنگ ہیں

سرکش ہیں سب کے سامنے، ہیں سرنگوں نہیں
آگے ہی تیرے، ہم سے کروڑوں، نہنگ ہیں

رکھتے نہیں ہیں شوق، نشہ کا بغیرِ مئے
نئیں سیکڑوں، مائلِ معجون و بھنگ ہیں

رندوں میں، بے مثال ہیں ہم ناصحا صریح
یہہ طور دیکھ، اہلِ جہاں اب تو دنگ ہیں

ہے حیف ان بتوں کی پرستش میں، (دل[6]) کئی
دیکھیے تو آخرش کو ہے یہہ، سنگ کے سنگ ہیں

(۲۲)

ہائے، تصویریں مجھے کیوں اس قدر، دکھلائیاں
دل پر، اوس نقّاشِ قدرت نے، بلائیں لائیاں

دیکھتے ہی مہ وشوں کے، عقل زائل ہوگئی
ناز و عشوے سے ہی جب، مئے دے مجھے بہلائیاں

دل تو لے کر، جان بھی لیتا ہے، میرا بڈھ باز
یہہ ہٹیں، تجکو ہٹیلے، کس نے ہے سکھلائیاں

کیا ہٹیلا بن گیا، طفلِ دل بہزاد رے
دیکھنے تصویر کے، کرتا ہے کیا مچلائیاں

اب بہار آنے میں، جا کر گلشنوں میں امتیاز
گل رخوں نے، کیسی چہلیں دھوم وھاں[7] پھیلائیاں

۱- تشکیل "کر" ۲- جہل : چہل ۳- اومنگ : اُمنگ
۴- تک : ذرا ۵- بورے : برے ۶- تشکیل "دل"
۷- وھاں : وہاں

(۲۳)

خانہ خراب ، رسمِ بتاں بے نیازیاں — تس[1] پر وو شوخیاں ، وو نگہ دلنوازیاں

دیکھیں کہ جب عروج پر آیا، تو عشق پھر — گر اِن تلوں میں تیل نہیں ، بٹہ بازیاں

شاطر، عجب روش سے ہی، شطرنج کی چال چل — پہلے ہی دل پہ مات کیا ، شاہ بازیاں

دل کھینچنے[2] کو ، نازِ کرشمہ سے طاق ہیں — ہر آن[3] ، کئی طرح کی تو ہیں، عشوہ سازیاں

ہے ہے بتاں نہ کہو[4] ہمیں، اب اپنے ہاٹ[5] سے
لازم ہے، دل پہ ایسے کے اب امتیازیاں

(۲۴)

یہہ وہ بُت ہیں، خدا کو بھی نہیں کچھ جانتے دل میں — پرستش لاکھ برسوں کی، کریں برباد یک پل میں

ہے خواہش دل کو اب زنّار کی، دیجو ارے کافر — مرا تو مدعا حاصل، ترے اک تار کاکل میں

گرہ کھولے تو ہے، شانہ کیاں[6] کچھ فکر پن[7] اوس کی — کروڑوں دل پھسے[8] ہیں نیم جاں، ہو زلفِ سنبل میں

قفس میں ہیں ترے صیّاد ، ورنہ دیکھ لیتا تو — مچاتے خوب ہم شورِ جنوں سے، دھوم جنگل میں

میسّر ، امتیاز ہو وصل کی لذت ، کہاں ہم کو
یہی تو، کاتبِ تقدیر نے مارا قلم تھا، روزِ اوّل میں

۱- تس : اُس — ۲- کہنچنے : کھینچنے — ۳- ان : آن
۴- کہو : کھو — ۵- ہات : ہاتھ — ۶- کیاں : کیا
۷- پن : لیکن — ۸- پھسے : پھنسے

(۴۵)

سینے سے جب آہوں کے، مہمان نکلتے ہیں
آنکھوں سے مری آنسو، ہر آن نکلتے ہیں

آنسو کی جگہ لُو[1] ہو، برسے ہے یہہ آنکھوں سے
ڈرتا ہوں کیا ان سے ہی، طوفان نکلتے ہیں

نذروں کے لیے کیا کیا، اوس شاہِ دل آرا کے
جس وقت شہ دل کے، فرمان نکلتے ہیں

جب حکم کے سنتے ہی، بخشے وو وزیراں سب
کرنے کو جو تیاری، ارکان نکلتے ہیں

خوانوں میں ہی نظروں کے، بھر اشک کے وو گوہر
لے لے کے ہر اک جا سے، سامان نکلتے ہیں

پھر نالے فغاں ہم دم، اور صبر و خرد باہم
کوئی دیکھیے تخفے تو، ذی شان نکلتے ہیں

بچھوا کے سب آگے ہی، پھر خصرتِ دل یہہ تو
ہونے کو جو سینے سے، قربان نکلتے ہیں

دینے کو ہے جاں اپنا، بابا[2] کے مزے داری
جب عشق کے کشور کے، سُلطان نکلتے ہیں

عرصے میں محبت کے، رو باہ منش آگے
ہونے کو پریروؤں کے، اوسان نکلتے ہیں

معشوق کی کشور میں، باغوں میں وہاں سارے
گُل عیش و عشرت کے، خندان نکلتے ہیں

تو امتیازؔ سیرت، صورت پہ نہ بھول ان کی
یک وو ہی تو لاکھوں میں، انسان نکلتے ہیں

۱- لوہو : لہو ۲- بابا : پاپا

(۲۶)

واہ واہے، کیا مزہ اوُن نے نہ پایا خاک میں
جلوہ گاہِ خاص ہی کو، کر دکھایا خاک میں

معرفت کی بو نہ پاکر، نوری و ناری میں جب
مخزنِ عرفان کو، کیسا چھُپایا خاک میں

جلوہ فرمائی کیا، جب مخزنِ حسن و جمال
کس طرح کے آئینے، لے لے لگایا خاک میں

دے شرف خلقت پہ کر، اشرف الخلقت خطاب
ذات کی، کیسی شناسائی رکھایا، خاک میں

امتیاز، اب تو تجھے لازم ہے، تو ہی کھول چشم
ہو کے بینا دیکھ لے، جو جو بتایا خاک میں

دو جہاں کو اپنی قدرت سے، کیا پل میں نمود
پھر یہہ سب بستی کو، کیوں کرلا بسایا خاک میں

دیکھ لو یارو، ہے اوُس صانع کی جو صنعت گری
اوس رنگیلے نے، ہے کیا کیا رنگ رنگایا، خاک میں

ہیں جہاں تک راز ہی، واقف کیا سب پر اوُسے
کیا ہے حکمت، خاک کو ہی پھر ملایا خاک میں

کیا مزہ ہے عشق کا، اوس کو چکہا پھر آگ سے
خاک کو ہی خاک کر کر، کیا جلایا خاک میں

(۲۷)

جو دم گذرے، اس پیارے کی اب یاد بنِ
وو دم، گھونٹ سم ہے گا، جلاّد بنِ

ہماری ہو محفل میں، ٹک جلوہ گر
ہے تاریک، حسن خداداد بنِ

ہوئی گرچہ شیریں، جو خسرو کی یار
جیئے تک، نہ جُھرتی تھی، فرہاد بنِ

سبھی اپنے عاشق کو، چھیتے بجان
نہ گھٹتا ہے دم، آہ و فریاد بنِ

موئے پر بھی، تڑپے ہے دل، دید کو
قبر میں، ہے فریاد ہی، داد بنِ

کیئے ہم نے معلوم، لا دام میں
پھڑک کر مریں گے ہی، صیاّد بنِ

یہی امتیاز، راہِ عرفان ہے سخت
نکوئی پہنچے، مرشد کے ارشاد بنِ

کوئی وصلِ حق، کیوں کہ پاوے مگر
بجز ذاتِ احمد کی، اِمداد بنِ

نہ ہووے مزّین، بغیر آپ سے
مرا نامۂ عفو، اب صاد بنِ

۱- اون : اُن　۲- اوس : اُس　۳- اوسے : اُسے
۴- چکہا : چکھا　۵- ٹک : ذرا

ردیف و

(۱)

ہاں تو تمھیں قسم ہے ، کہ تم بے قرار ہو
ثابت نہ رہوے جیب مرا ، تار تار ہو

ہم ہیں قفس میں ، پہنچے ہی آ ، موسمِ بہار
مسرور لے شگوفے ، ہر اک شاخسار ہو

چاہتے تو یہہ ، کہ مطلع ہی ہے جیسانی البدیہہ
دیں دادِ عیش کیسے ، اگر بخت یار ہو

آبِ رواں ہو ، سبزہ ہو ، اور گل عذار ہو
ساقی ہو ، جام ، اور بغل میں ، نگار ہو

ہووے جورات چودویں ، اور فرشِ چاندنی
ساغر بلوریں ہات ، صنم ہم کنار ہو

ہم لب بہ لب ہو ، آہ جھکیں ایک جام پر
کیا لوٹیئے مزہ ، کہ جو ایسی بہار ہو

پوشاک تیلیا ھوئے ، عطر و گلاب سے
اور موتیہ کے گجرے ، گلے بیچ ہار ہو

زیور بھی ھوئے ، موتی و الماس کا فقط
روشن جھلک سے باغ ، وشب لالہ زار ہو

شاہِ دکن ہی ، رستمِ درواں ہے امتیاز
شافی شفا کو اوس کی ہی ، پروردگار ہو

(٢)

اِک روز گلے شوخ کے لگ ، بوسہ لیا میں / شرما کے کہا بس ، مجھے اب جان نہ چھیڑو

جھنجلا کے اوُسے[1] طور کہا میں ، کہ دلا رام / پھر یہہ بھی ذرا کہہ دے، میں قربان، نہ چھیڑو

سُن سُن کے کہا ، جاو جی ہرگز نہ کہیں پھر / رہنے دو یہی دل میں تم ارمان ، نہ چھیڑو

پاوے ہیں کہا[2] ، عاشق بیتاب یہہ قابو / مانے گا کہا تیرا یہہ نادان ، نہ چھیڑو

امتیاؔز کیا گد گدی ، میں تو یہہ[3] کہا ہنس / کیا تم میں ستانے کی پڑی بان ، نہ چھیڑو

خاطر میں نہیں لاتے ہو ، کہنے کو کسی کے / کہتے ہیں نہ چھیڑو ، ہمیں ہر آن نہ چھیڑو

روٹھو گے بلا سے ، اجی اوٹھ[4] جاؤ دفع ہو / اب کاش کہ ، تم مجھ سے برامان ، نہ چھیڑو

میں ہنس کے کہا، پھر کے نہ چھیڑیں گے، اے مشفق / پن[5] شوخیاں دیکھلا[6] کے ہوانجان ، نہ چھیڑو

اک بیڑا ابنا ہات سے ، اپنے ہمیں دے لو

دے کر یہہ کہا شرط ہے، کہا پان ، نہ چھیڑو

(٣)

جیسا دل لے کر گیا ، ویسا ہی اب پہنچائیو / جان جاتا ہے ارے قاتل ، شتابی آئیو

ہم تو مرتے ہیں تمنا میں تری ، ساقی پہ تو / وہ کہے[7] کے جاتے ہے ہم کو، غسل مئے دلوائیو

تو جدا ہو کر ، گنوایا ہے ہمارا صبر و ہوش / یہہ کہا کس نے ، کہ ایسا ملکِ جاں لٹوائیو

جیتے جی کیونکر رکھے ثابت، کوئی اس جیب کو / بعد مرگ ، قبر میں ناصح ، کفن سلوائیو

ہم تو مرتے ہیں گیس یارو، تم بنا کر اشکِ گل / آہ کی بیلوں سے آ ، تُربت پہ منڈوا چھائیو

چاہئیے ، سینہ میں کچہ نام ونشاں ، رہتے[8] نہ پائے / غم تجھے شاہ باش ہے، یھاں[9] تک جگر کو کھائیو

امتیاؔز آ کر پھسا[10] ہے، معصیت کے جال میں

یا علی ، صدقے میں اپنے ، مرغِ جاں چھڑوائیو

١- اوسے : اُسی ٢- کہا : کہاں ٣- تشکیل "یہہ"
٤- اوٹھ : اُٹھ ٥- پن : لیکن ٦- دیکھلا کے : دکھلا کے
٧- تشکیل "وہ کہے" ٨- رہتے : رہنے ٩- یھاں : یہاں ١٠- پھسا : پھنسا

(۴)

قاصد کے سات[1] تو ہی، چالاک اے نظر ہو — کشور میں خوں خوروں کے، کہہ دیجو بے خطر ہو
ہے کیا ستم لوٹیرو[2]، لوٹے ہو دل کی بستی — ہو مر ہٹے کدھر کے، آئے ہو جو نڈر ہو
کاکل میں قید کر کر، کیوں منہ نہیں دیکھاتا[3] — ایسی دراز شب کو، کافر کبھی سحر ہو
گردوں پہ پہنچ تجکو[4]، کہتے نہیں ہے ہم آہ — لاکن[5] بتوں کے دل میں، گا ہے تو کچہ اثر ہو

دیکھیں گے باغِ وحدت، ہم امتیاز جلدی
حاجت روا کرم سے، میرا جو راہ بر ہو

(۵)

بہزاد اور مانی ہی، تصویر ہو کبھو — نادر ہو میرے لوہو[6] سے، تحریر ہو کبھو
کیا زیب ور ہوں، چشم اگر خوں مرا جھڑے — قاتل کو میرے قتل کی، تدبیر ہو کبھو
ویسی نگاہ پھینکے، اگر کہنچ[7] خلق پر — عالم کی جان لینے کو، وہ تیر ہو کبھو
ہوتا ہے جلوہ گر ہی، ہم آغوش دم بدم — آئینہ خانہ دل کا، جو تعمیر ہو کبھو
جاوے جکڑ ہی حشر تلک، چو طرف کو چھوڑ — اب شوقِ دل کو، زلف کی زنجیر ہو کبھو
گر چار چشم ہو کے، ٹہر[8] جاوے وہ صنم — ایسی نوشتے کی ہی، یہہ تقدیر ہو کبھو

سیّارِ لامکاں ہو، پہنچ جاوں امتیاز
گر کچہ، مدد ہی والدِ شبیر ہو، کبھو

۱- سات : ساتھ — ۲- لوٹیرو : لٹیرو — ۳- دیکھاتا : دکھاتا
۴- تجکو : تجھکو — ۵- لاکن : لیکن — ۶- لوہو : لہو
۷- کہنچ : کھینچ — ۸- ٹہر : ٹھہر

۶

رہے گا چاک محشر تک، گریباں کو نہ سلواؤ
وبال ایسے ہی دیوانے کا، اپنے سر پہ مت لاؤ

نہیں جینے کا ہرگز یہہ مریضِ عشق ہے، یارو
اگر لقمان فلاطوں سے، دوا اب آہ دلواؤ

یہہ وہ زخم نمایاں ہی، نہیں محتاجِ مرہم ہے
نظر آنے دو داغ عشق کو، میرے نہ مٹواؤ

مرے شورِ جنوں سے، تم نہیں واقف ہو عشاقو
حقیقت سر بسر معلوم ہو، صحرا میں گر جاؤ

یہی ہے یا علی اب تو، نجاتِ امتیازؔ اتنی
نجف میں اپنے قدموں پاس، یا شہ اس کو گڑواؤ

۷

جاتا ہے جان تن سے نکل، اب تو آئیو
قاتل خدا کے واسطے، ٹک[1] منھ دکھائیو

دل سا تو پہلوان نہیں، کوئی دید میں
اپنی نظر سے آج ہی، کشتی لڑائیو

مانند عندلیب، فغاں کر کے ہم موئے
گل سا ترے کو، کس نے کہا منھ چھپائیو

عیدالضحیٰ تو کل ہے صنم، ہم کو آج ہی
کر ذبح، میرے خون سے جامہ، رنگائیو

تم ہو کے سرخ پوش، ہمیں کر کے سرخرو
تا حشر ایسے خواب سے، پھر مت جگائیو

یہہ حرف، گوش گیر کیا چاہیئے صنم
دل سے تو اپنے ہائے، نہ اوس[2] کو بھلائیو

یہہ ہی تو ملتمس ہے، کرو گرچہ امتیازؔ
معشوق، دو جہاں میں ہمارے، کہائیو

۱- ٹک : ذرا
۲- اوس : اُس

(۸)

یک رات وہ لے گئی ہے، فسوں ساز نے دل کو
کیا تان کی لگی ہے، وہ طناز نے دل کو

مدت سے تڑپتا تھا، جھڑپ کھا کے پری کی
پھر آ کے نئے سر سے، خوش آواز نے دل کو

اندر کے اکھاڑے کی پری، راگ سے اپنی
کیئے سیکڑوں ٹکڑے، لے گلوناز نے دل کو

امتیاز، چھلاوا سے کیئے، بھاگ پہ تیرے
لے سات جھپٹ، چنگلِ شہباز نے دل کو

ہر بات ادا تھی، وہر اک نکتہ تھا جادو
کیا شوخ کی شوخی سی ادا[1] ناز نے دل کو

(۹)

بلبلو، کوئی دن میں ویراں ہے گلستاں، دوڑیو
بے تامل کھینچ[2] دل سے، نالہ افغاں دوڑیو

گلشنوں میں، ہو خوشی سے بیٹھ لو، تم پھول پھول
پھر تو آخر قسمتوں میں، کلبہ احزاں دوڑیو

شعلہ رو کے ہجر میں، روشن ہیں آہوں کے چراغ
اوس پہ جلنے چاہ سے، پروانہ ہو جاں دوڑیو

آہ پیارے نے کیا، زلفوں کو جب شانہ سے صاف
شور ہے عالم میں کاکل کے، پریشاں دوڑیو

جا طبیبوں سے، مکرر تم کہو، اے ہم نشیں
ابلہ[3] دل، آنکھ سے پھوٹا نمایاں، دوڑیو

امتیاز اب ڈوبتا ہے گا، گناہ کے بحر میں
دستگیری کو ہی اوس کی، شاہِ مرداں دوڑیو

(۱۰)

بہزاد دل پر، یار کی تصویر کھیچو
جائے شنگرف، خون سے تحریر کھیچو

دیوانہ ہو چلا ہے یہہ دل، اوس کے پاؤں میں
قاتل، ضرور زلف کی زنجیر، کھیچو

صیاد، منتظر بھی جو بیٹھا ہو، راہ پر
جلدی سے ذبح، ہائے یہہ نخچیر کھیچو

سیمابِ دل کو، شوق ہے جلنے کا عشق میں
ظالم، جلا کے اس کو بھی، اکسیر کھیچو

دونوں جہاں میں، دل سے تمہارا ہے امتیاز
کچہ فکر اوس کی، حشر میں شبیر کھیچو

۱- تشکیل "سی ادا"   ۲- کھینچ : کھینچ   ۳- ابلہ : آبلہ

(۱۱)

شیشۂ دل نہ کرو چُور ، ارے بے دادو
ہو پری زاد ، نہ ہو تازہ ستم ایجادو

خوش قدی یار کی ٹُک[1] دیکھ ، ذرا غور کرو
سرکشی باغوں میں ہرگز نہ کرو ، شمشادو

دام میں آتو پڑے ، ذبح کی جلدی کیا ہے
کوئی دم سانس لے لینے دو ذرا ، صیّادو

ناصحو ، سلگے ہوئے دل پہ ، نصیحت نہ کرو
اب چھڑک تیل نہ بھڑکاؤ ، جفا بنیادو

داستاں عشق کا ، سنتا نہیں کوئی جا کر
پڑھ کے سمجھاؤ مرا قصہ ، اے آدم زادو

قید دنیا کی تہیں[2] چھوڑ ، نکل بھاگیں ہیں
جلد مشرب میں ہمیں ، اپنے ہی لو آزادو

دامِ اُلفت کی گرفتاری ، نئی ہے گی ہمیں
ہم صفیرو ہو ، رسوم اوس کے کہو اُستادو

فتنہ انگیز رقیبوں سے ، کوئی جا کے کہے
آتش افروزی بھلی نہیں ہے ، سنو شدادو

مت کرو طعنہ زنی ، اوس[3] کے کرم کو دیکھو
زہد پر اپنے نہ ہو غرّہ ، ارے زہّادو

پنجتن پاک مرے ، آصفِ ثانی کو شتاب
عرض کر حق سے شفا دو ، اُسے صاحب دادو

امتیاز ، جال میں عصیاں کے پڑا ، یاحسنین
اپنے صدقے سے چھڑا دیو ، اوسے[4] جوّادو

۱- ٹکھ ، ٹک : ذرا ۲- تہیں : ہمیں ۳- اوس : اُس
۴- اوسے : اُسے ۔

(۱۲)

بہار آتے جلایا ، ساقیٔ نامہرباں ہم کو
ہوئے ہیں طعنہ زن ہی، دیکھ کر ساغر کشاں، ہم کو

عجب نا منصفی ہے، دور میں تیرے اے بے پروا
طرب افزا ہی سب ہوویں، رکھے نالہ کُناں ہم کو

کرے پروازیاں اپنی سی ہر دم ، جا پہنچنے کو
دیکھا[1] دیوے خدا ہی، اب مکاں سے لامکاں ہم کو

کیا تھا ، بزم آرائی ہی تو صیاد ، کل ظالم
مزے میں ناکیا ہے یاد، اے ابرو کماں ہم کو

خمار آلودہ گی سے ، درد سر ہے آہ، اے یارو
نہیں دیتا ہے ساقی، اب شراب ارغواں ہم کو

تعصف[2] مہر سے ارشاد ہی ، کچھ ناکیا قاتل
کیا ہے پیرِ غم نیں ہی، سن اب اے نوجواں ہم کو

مقرر امتیاز محکوم ہوجاویں ، تو دنیا میں
گویا جنت ملی، راضی رکھیں گر، دل ستاں ہم کو

(۱۳)

ہمارے رنگ بھینے پر ، لہو میرا لیجا چھڑ کو
اوسی[3] رنگ میں بھرا، قاتل رنگیلے کو بنا چھڑ کو

شہیدِ تیغ ابرو کی ، وصیت امتیاز اپنی
بسنتی پوش کرنے کو، اوسے[4] جوڑا پھنا چھڑ کو

پکڑ اوس[5] کا گریباں ہات سے اب آہ، اے یارو
مرے لوہو[6] تو دامن گیر ہونے دو، ذرا چھڑ کو

بنے تم سرخ پوش اب، زور[7] ہم ہی سُرخرو ہوئیں
مزہ ہے، نعش پر جو اشکِ خونیں، آ پنا چھڑ کو

یہہ پیلی آہ سے، مرقد پہ میرے، اشکِ گُل چُن کر
صنم رکھ ، فاتحہ پڑھ ، صندلی دیدار لا چھڑ کو

۱- دیکھا : دکھا
۲- تعصف : تاسف
۳- اوسی : اُسی
۴- اوسے : اُسے
۵- اوس : اُس
۶- لوہو : لہو
۷- زور : روز

(۱۴)

گھر سے اپنے، جلد پیارے، ہو کے خنداں نکلیو
چو طرف اندھیر ہے، اے شمسِ رخشاں نکلیو

بے قراری سے کھڑا ہے، در پہ تیرے دل مدام
لُطف کرنے اب کرم سے، شاہِ شاہاں نکلیو

کہا[1] تری تیرِ نگاہ، بسمل تڑپتا بے طرح
اے کماں ابرو، لگانے تیغِ بُراں نکلیو

جاں خراشی ہجر میں، کیسی مجھے ہے گی صنم
شاد کرنے داد دہ، اے شاہ خوباں نکلیو

امتیاز اب کچھ نہیں ہے، حاشا للہ شرح کا
اے قلم، لکھنے کے تیئں حالِ پریشاں، نکلیو

(۱۵)

تیوڑی چھڑا[2]، نہ غصّے سے ہم کو ڈرائیو
جلتے ہوؤں کو آہ، صنم مت جلائیو

جو کوئی ہوا شہید، کفِ پا کو دیکھ کر
مرجاں سے، اوس کی لوحِ مزار، اب بنائیو

پیاسا ہے مدتوں سے، ترا تیغ خون کا
میرا لہو حلال ہے، اس کو چٹائیو

مہندی بھرے ہی ہات سے، یارو کیا ہے قتل
لازم مرے کفن کو، حنائی رنگائیو

شیریں لبوں کے عشق میں، اے دل تو تیز ہو
فرہاد سا ہی، تیشہ جگر پر پھرائیو

جاتا ہے کل چمن میں، مرا سیم بر، اے جان
گلشن میں جا کے خوب سی دھوم مچائیو

شائد کوئی تو، داد کو پھونچے[3] گا امتیاز
رو رو کے اہلِ حشر کو، یہہ غم سنائیو

۱- کہا : کہا   ۲- چھڑا : چڑھا   ۳- پھونچے : پہنچے

(۱۶)

صنم ، اب دلنوازی سے ، ہمارا مدعا سمجھو ‌ ‌ ‌ کبھی تو جاں فداؤں کا بھی ، دل دے[1] التجا سمجھو

جو کچھ خدمت میں پیارے ہم کہیں، تم کان دھر[2] سنیو ‌ ‌ ‌ پیامِ آہِ آتش بار ، لے پہنچی صبا سمجھو

تمہاری ہم پہ دوری، اس قدر ہے آہ اے جانا ‌ ‌ ‌ ہر اک دم ہی ہزاروں، دل سے[3] شمشیرِ جفا سمجھو

اسی دم ، کاش کہ خونخوار ہم کو ، ذبح کر ڈالو ‌ ‌ ‌ لہو کو تم حنا مانند ، زیبِ دست و پا سمجھو

اگر چہ، پاس ظاہر میں نہ پہنچے ہیں، یہہ دل لے کر ‌ ‌ ‌ ولیکن جی سے حاضر ہیں ، مقرر دلربا سمجھو

یہی ہے آرزو جی میں، جو کچھ بیتاب ہو کہویں ‌ ‌ ‌ کبھی تو امتیاز دل سے ، اپنے ماجرا سمجھو

نہایت سب سے عاجز ہو کے، اس درگاہ آیا ہوں ‌ ‌ ‌ مری ایسی مصیبت ، اے شہ خیرالورا سمجھو

ہماری خونچکاں ہی نعش پر ، جانا جو خاطر ہو ‌ ‌ ‌ یہہ ہے تحقیق آنا اوس کا ، یارو خوں بہا سمجھو

عجب ہے اضطرابی، دادخواہ ہوتا ہوں میں تم سے
تمامیں مشکلیں دل کی مری حاجت روا سمجھو

۱- دے : سے ‌ ‌ ‌ ۲- دھر : سے ‌ ‌ ‌ ۳- تشکیل "سے"

ردیف ہ

(۱)

نہ اس جہاں کو سمجھتے ، نہ وہ جہاں اللہ
جہاں ہو جلوہ ترا ، ہم بھی ہوں وہاں اللہ

کُمیتِ شوق ہرا ، اب ہُوا ہے وہ رہوار
اب راہِ عشق میں ، کیجو اوسے[۱] جولاں اللہ

ہیں گے خفّاش صفت، ورنہ ہو اب تان کی بات
ذاتِ اقدس تو ہے خورشید سے رخشاں اللہ

نہ ہے کعبہ میں، نہ بت خانے میں، دونوں خالی
کوئی لبیک میں، کوئی ناقوس میں، حیراں اللہ

کوئی کہہ دیو، ہے کہاں گرمیٔ بازارِ نمود
ہو خریداروں پہ ، وہ جلوہ نمایاں ، اللہ

ہے تمنّا ، کہ ہو پروانہ صفت جیسی گذر
محفل آرا ہو وو جب ، شمعِ شبستاں اللہ

امتیاز ، منزلِ مقصود میں ، بھٹکے کب تک
پھیر دیں دل کی عناں، اب شہ مرداں اللہ

(۲)

رہبرو رہنما و عالی جاہ
ہیں جو شاہِ نظام ، پشت و پناہ

ہے یقین راہِ حق میں ، وہ کاملِ
پائے رہ، گم ہوؤنے[۲] ، اوس سے راہ

ہم تو سر دے چکے ہیں، اس رہ میں
خاکساری قبول ، بسم اللہ

ناخدا ، ہے گا دل شکستوں کو
ورنہ ، ہے اس جہازِ دل کو ، تباہ

اک تو جَہہ دلی ، جو ہو جاوے
پھر تو بن جائیں ، ہم ہی مہر و ماہ

ویسی نعمت ، ملے گی جب ہم کو
چھوڑ دنیا کو ، فقر کا لیں کلاہ

ہے ارادہ، نجف میں جا پہونچیں[۳]
کہینچ[۴] لو امتیاز کو ، یا شاہ

۱- اوسے : اُسے ۲- ہوونے : ہووں نے ۳- پہونچیں : پہنچیں
۴- کہینچ : کھینچ

(۳)

کرتی ہیں مری آنکھیں، داماں کو تر آلودہ — کوئی اشک نہیں خالی، لختِ جگر آلودہ
پھر شب تو مجھے سر کو، پھتّروں[1] سے پٹکتا ہے — اور جامہ مرا خوں سے، ہووے سحر آلودہ
مدت سے وہ پیاسا ہے، کر ذبح شتابی سے — لوہو[2] سے مرے ظالم، خنجر کو کر آلودہ
اک عمر کٹی ہے گی، نالے ہی مجھے کرتے — لاکن[3] نہ کبھی دیکھا، آہ اثر آلودہ
پیارے یہہ شہادت کا، کس کی ہے کیئے ساماں — آنکھوں کو جو سرخی سے، کر اس قدر آلودہ
گر قتل کو تم میرے، چاہے ہو مگر دل میں — کرنے کو جو لوہو[4] سے، دیوار و در آلودہ
بہتر تو یہی ہے گا، تجہ ہات ستے[5] مریئے — یوں دھڑ سے جدا ہو کر، ہو خوں میں سر آلودہ
امتیاز تو اب تجہ کو، یہہ بھی نہ کہا گا ہے — تو غم میں جدائی کے، ہے گا مگر آلودہ
ٹک[6] دیکھ پھرا خنجر، مت لوہو[7] اوڑے[8] میرا — چھیٹوں سے مرے قاتل، داماں نہ کر آلودہ
خواہش تو یہی ہے گی، جو بعد بھی مرنے کے — کوئی تجکو ستاوے تو، ہووے فکر آلودہ

اِک پل میں قسم ہے گی، یہہ ارض و سما بھڑ کے
نکلے جو کبھی دل سے، آہِ شرر آلودہ

۱- پھتّروں : پتھروں — ۲- لوہو : لہو — ۳- لاکن : لیکن
۴- لوہو : لہو — ۵- ستے : سے — ۶- ٹک : ذرا
۷- لوہو : لہو — ۸- اوڑے : اُڑے

ردیف ے

(۱)

آنکھوں میں تری حسن کی اب جلوہ گری ہے
دیدار کے وعدہ کی یہی وعدہ گری ہے

ہو جائے ابھی جلوہ جو وہ حسن دل آرا
کیا ھوئے مزہ مج سے اگر عشوہ گری ہے

تڑپوں ہوں تجھے دیکھتے دن رات میں اے شوخ
دے داد ہوں بیداد تری دادگری ہے

مضطر ہوں میں موسیٰ کی طرح برق ہو جیسا
دیکھلا[۱] وے تجلی تو یہی مہر گری ہے

تو دیکھے اگر ناز و تبسم سے میں جی دوں
گر آوے پسند میری ادا بندہ گری ہے

امتیاز کیا خاک کو آئینہ سرکار
نادر تو یہی اوس[۲] کی عجب شیشہ گری ہے

میں کیسا ہی پُر عیب ہوں لے اپنی طرف کہینچ[۳]
منظور تجھے تو تری خاوند گری ہے

۱- دیکھلاوے : دکھلاوے ۲- اوس : اُس ۳- کہینچ : کھینچ

(۲)

موتی سے اگر اپنے کو اے ابر بھر آوے — ان چشمِ گہر بار سے میرے نہ بر آوے

اے آہ کڑک کر نہ چمک اپنی دیکھا[1] تو — بجلی کو کہاں تاب کہ تجھ سے بسر آوے

بیمار تپِ عشق کے اے اہلِ عیادت — اب دیکھنے اوس[2] کے نہ سوا نوحہ گر آوے

پہنچی ہے نکل دل سے فلک پھوڑ عرش تک — اے آہ کوئی ہجر کی اب پردہ در آوے

چاہے (ہے[3]) کبھی دل ہی جو سننے کو مجھے شوخ — کہنے کو کوئی قصہ ترا مختصر آوے

عاشق تو ترے جل کے یہاں تک تو بھڑک گئے — دوزخ کو بھی اک آہ سے جن کی حذر آوے

دوں سر کو لوٹا[4] پاؤں پہ جو اوس کو ملاوے — ایسا تو کوئی دید میں گر راہ بر آوے

لے نام تو خاکی کا دمِ صور میں دے پھونک — شاید کبھیں آدم کے کہے سے اثر آوے

دیدار کا وعدہ جو ہے فردائے قیامت — جلدی سے ملک دید میں وو وعدہ کر آوے

ہے گی یہہ رجا ہم کو اوسی[5] آن ہوں قربان — قاتل جو لے شمشیر کو جس دم نظر آوے

سب چھوڑ طرف قبلۂ دل کے بھی تو منھ کر — ہونے کو نمازی ہمیں ایسی سحر آوے

گر آہ خراماں ہو وو خوش قامتِ رنگیں — قایم ہو قیامت ہی کے بر میں اگر آوے

امتیاز یہہ اُمید سراسر ہے ہمیں یُوں — محشر میں چھوڑانے[6] کو شفیعِ حشر آوے

دوزخ کے عذابوں کا قیامت کے دو جو لیں — واللہ نہ ان باتوں کی ہرگز فکر آوے

گر ہے تو یہی فکر کہ کب دیکھیے اوس کو

مانند قمر کے ہی ابر سے بدر آوے

۱- دیکھا : دکھا — ۲- اوس : اُس — ۳- تشکیل "ہے"

۴- لوٹا : لٹا — ۵- اوسی : اُسی — ۶- چھوڑانے : چھڑانے

(۴)

شیشۂ دل میں ہمارے وو پری رہتی ہے
عقل انساں کی جسے دیکھ دھری رہتی ہے

گلشنِ عشق میں تیرے مرے اے سبزۂ رنگ
شاخِ دل غم سے ہمیشہ ہی ہری رہتی ہے

ناصحا پوچھے شب و روز کہ کیوں مست ترے
جام چشموں میں مۓ اشک بھری رہتی ہے

ہے جواب اوس[1] کا سلگتا ہے مرا خانۂ دل
آتشِ عشق بجھانے یہہ تیری[2] رہتی ہے

امتیاز آہ پھسا[3] جاں کہ دل عالم ہو
مثل پھولوں کی گلے جس کی لڑی رہتی ہے

۱- اوس : اُس ۲- تیری : تری ۳- پھسا : پھنسا

(۴)

نہیں افسوں ماثر[1] ، ناصحا جا کہہ کسی تو تو ، سیانے سے
یہہ آسیب پری رُویاں لگا ہے گا ہمارا جی ، لے جانے سے

پڑی ہے دختر رز پر ، کہیں تو نظر نا محرم ، ارے ساقی
جبیں پر چیں چھڑا[2] اوتری[3] ہے ، شیشہ کے ، وو میانے[4] سے

ابھی سے دختر رز کو ، نہ لا مشاطہ بن کر بزمِ رندوں میں
یہہ لڑکی لب بہ لب ھووے گی ، آ کر ہی جو ہر یک ہی ، دوانے سے

بولا[5] بھیجے تھے کل ہم نے ، جو اوس[6] کو یہہ جواب ، اوس نے ہے بھجوایا
اجی جاؤ خفا ہیں گیں ، اندھارے میں ، نمازی گھر کے آنے سے

کہاں سے ہائے مونھ[7] کالی ، اندھاری ، آ گئی اوس کے چھوپانے[8] کو
کب آویں چاندنی راتیں ، کہ وو فن باز چھوٹے ، اس بہانے سے

بڑی جرأت سے واللہ ، دل لیجاتے ہیں گیں ، ہم کو شوخیاں دیکھلا[9]
بتوں کو کیا خوشی حاصل ہے ، اس میں عاشقوں کی ، کچھ لوٹانے[10] سے

اوسی[11] مکار کی اٹکھیلیوں سے دل ، گیا ہے چھوڑ کر ہم کو
اوسے[12] کیا چین ھوئے امتیاز اُکھڑا ہو ، جو اپنے ٹھکانے سے

۱- ماثر : موثر
۲- چھڑا : چڑھا
۳- اوتری : اُتری
۴- میانے : درمیان
۵- بولا : بلا
۶- اوس : اُس
۷- مونھ : منہ
۸- چھوپانے : چھپانے
۹- دیکھلا : دکھلا
۱۰- لوٹانے : لٹانے
۱۱- اوسی : اُسی
۱۲- اوسے : اُسے

۵

مرا دل تو بھڑکتا ہے شراب ارغوانی سے
ملے ایسے میں آرعنا قبائے زعفرانی سے

مرا سر اس طرح ٹھکرانہ انکھیلی کی ٹھوکر سے
غرور ناز سرکش مست تو ہے نوجوانی سے

اے طفلِ اشک بیٹھو کوئی دن گوشہ میں پنہاں ہو
نکل بھاگو بہ ابتر ہو (کے) چشمِ خونفشانی سے

مئے و مطرب و وساقی جام لے کر سات ہم اپنے
مزہ ہو جائے گلشن میں ملیں جا یارِ جانی سے

جنابِ مرتضیٰ سے ہے اُمید امتیاز اتنی
نجف میں کھینچ لیوئیں اُس کو اپنی مہربانی سے

۶

خبر دے اب تو ساقی جا کے مستوں کو بہار آئی
پیالے گل کے مینا ہے کلی ہو شاخسار آئی

سلاؤں کیوں کہ ناصح ان دنوں چاک گریباں کو
جنوں افزا شگوفے لے کے ہر یک ڈار ڈار آئی

مچی کیا کھلبلی جب کہ کہا ساقی نے رندوں سے
تمہاری بزم میں اے مئے کشو صہبا کو بار آئی

میں وقتِ شام جا بیٹھا تو عشاقوں کی محفل میں
یہہ میرا سوزِ دل سُن شمع دیکھو اشکبار آئی

جتانے امتیاز اب خونِ دل میرے کا اک شمہ
تری جو پائے بوسی کو حنا دل خوں نگار آئی

۱- تشکیل: "کے"۔ ۲- کہنچ : کھینچ ۳- لیوئیں : لیویں

(۷)

کیا مرا حور منش ماہ لقا جانی ہے
سب پری روؤں میں جو مہر درخشانی ہے

وصف گر اوس[1] کی کرے خامۂ وصاف مرا
ہے کہاں تاب اوسے[2] گرچہ دُر افشانی ہے

روزِ نو روز جو سبز اُونے[3] کیا بر میں لباس
سبزہ رنگ دل پہ مرے آفتِ پنہانی ہے

مشتری کیوں نہ ہو بلقیسِ زماں کا یہہ دل
شبہ کیا پا وشہِ ملکِ سلیمانی ہے

فہم وادراک کا کیاج سے بیاں ہوا ے واہ
ہوش اس طور وجاہت ہی میں لاثانی ہے

جامہ زیبی و ادا سنجی و نازک بدنی
کیا اوسے[4] شعر سمجھنے میں سخن دانی ہے

امتیاز اوسے منور ہی رہے جاں ترا
بزمِ عشاق میں جو کوئی مہِ تابانی ہے

(۸)

اے ساقیٔ مہ وش لا جام مرا بھردے
اور چاہیئے منھ سے کچھ ہو غزلے فردے

عالم کا نہ ہے سینہ تجھ تیغِ نگہ سہنے
میرا ہی کلیجا ہے ہر کارے و ہر مُردے

کیا طالع سیہ آہیں سونا نہ نظر آیا
ورنہ ہے تو پارس ہی اک پل میں جو زر کردے

امتیاز ہم سے اوڑاتا[5] ہے مخمور نگہ قاتل
ان سیاہ پتنگوں دوڑ میں ذرا ایدھر[6] دے

اک روز ملا تنہا وو صحنِ چمن میں بھی
میں دوڑ کے پاؤں پر کہ[7] سر کے تئیں دھردے

پیارے تو خُدا سے ڈر ٹک[8] رحم ذرا فرما
یہہ دور تو اب کردے جو ہجر کے ہیں پردے

غصہ تے[9] کر عریاں شمشیر لگا کہنے
پاوے ہے وو ہی مقصد جو پہلے قدم سردے

وو ہیں میں مواد ب ہو رو رو کے کہا جانی
حاضر ہیں یہہ سر لیجئے بن زر کے تو ہیں پردے

رکھتے ہیں یہہ دل آنکھیں سو ہیں وو نظر تیری
ہے گی تو بساط اپتی[10] کوئی اس تے[11] کیا بہتر دے

۱- اوس : اُس ۲- اوسے : اُسے ۳- اونے : اُس نے
۴- اوسے : اُسے ۵- اوڑاتا : اُڑاتا ۶- ایدھر : ادھر ۷- کہ : گر
۸- ٹک : ذرا ۹- تے : سے ۱۰- اپتی : آتی ۱۱- اس تے : اس سے

۹

پرکھا عجب دورِ فلک کیا بے شبہ صراف ہے
دیکھا اشرفی جس کنے[۱] اوس[۲] کو کہاں اشراف ہے

پیسا ہے کیسا چرخ نے گندم تو کھائے تھے صفی
باپ کا دعوہ لیا ہم سے ہی کیا صرّاف ہے

یہہ سفلہ پرور اصل میں روز جہان آباد سے
ہے وو کمینہ یار نجبا خوار یہہ اوصاف ہے

ہے آئینہ غمّاز تو ڈریئے ترے دیدہ ستے[۳]
جو روبرو ہوتے ہی پھر کوئی دیکھو کیا صاف ہے

اب سر کدورت دل سے دھو کر امتیاز حضرات کے
تو بندہ کے[۴] میں آ اگر سینہ ترا شفاف ہے

۱۰

کوچہ میں عشق کے ہے گیا دل خرید نے
سودا کدھر دیوانہ گیا اوس کو دید نے

تعویذ تو مزار بنا سنگِ سرخ سے
کی تھی وصیّت اتنی نگہ کے شہید نے

لازم کفن بھی رنگِ حنائی دے رنگ بھری
بخشے ہے یہہ ہی رنگ ترے قرباں کی عید نے

بیمارِ دل کو دے ہے شفا بے شبہ صنم
نامِ خدا ہے نامے کے آگے رسید نے

پہونچا[۵] ہے داد کو مرے طالع کو کیا عجب
شائید کہ اوج دے کسی ساعت سعید نے

ایسا پھرایا مجھ سے رقیبے ہے رو سیاہ
جیسا کیا تھا کام وو کافر پلید نے

نالاں ہوں امتیاز جو اوس یار کو مرے
اغیار کر دیا ہے یہہ گفت وشید نے

۱- کنے : پاس
۲- اوس : اُس
۳- ستے : سے
۴- بندہ کے : بندگی
۵- پہونچا : پہنچا

(۱۱)

ہمیں پوچتے[1] ہیں تم سے کہ بدنام ہو چکے
کیا رم کہیں ہوئے تھے کہیں رام ہو چکے

اپنی ہی کچھ کہو وو رقیبوں کی مت کہو
دشمن تو بارہا تہہِ صمصام ہو چکے

الفت کے بیچ قاضی (و[2]) مفتی کا ذکر کیا
بے حکم اونہوں[3] کے ایسے کئی کام ہو چکے

سیرِ چمن کو اب ہی غنیمت سمجھ کے دیکھ
ورنہ بہار کے ہی یہہ ایام ہو چکے

البتہ امتیاز ملاقات چاہے دل
گر یاد تھی تو نامہ و پیغام ہو چکے

(۱۲)

دور سے جان فلک کے مری نخچیر تو ہوئی
کہکشاں قتل کو کیوں جور سے شمشیر تو ہوئی

آنکھ اوٹھا[4] دیکھنا کاکل پہ یہہ تقصیر تو ہوئی
واہ کیا کالی بلا جان کی زنجیر تو ہوئی

دستِ قدرت سے ہی نقاشِ ازل نقش کیا
صفحۂ دل پہ مرے یار کی تصویر تو ہوئی

صاف تو رنگیں چمن کو جو کرے ہے گل چیں
شائید اوس شوخ کے آنے کی یہہ تدبیر تو ہوئی

جلوہ فرما ہو شتابی سئے[5] اے ہوش رُبا
گلشنِ دل کی نئے سر سے تعمیر تو ہوئی

اے کیا منصبِ عالی کی طلب حق سے رکھے
ملکِ جان کی مرے پیارے تجھے جاگیر تو ہوئی

امتیاز کس نے مزہ لوٹا ہو ہم تو مر گئے
گنہ عشق کی یارو یہی تعذیر[6] تو ہوئی

۱- پوچتے : پوچھتے
۲- تکمیل "و"
۳- اونہوں : اُنہوں
۴- اوٹھا : اُٹھا
۵- سئے : سے
۶- تعذیر : تعزیر

(۱۳)

کوئی اتنی خبر کہہ تو کہاں جلوہ گری ہے
وہ کون سا شیشہ ہے جہاں میری پری ہے

گر عمر کٹی نرم نہ دیکھا میں بتاں کو
کیا آہ مقرر تری تاثیر مری ہے

سب راہ پہ آفات رکھے عشق کا کشور
اب رہ وو بتادے کوئی جو بے خطری ہے

لاشرط ہے شیشہ میں کروں بند پری کو
مجھ میں بھی تو کئی طرح کی افسون گری ہے

لاوے گی ہنسا غنچہ دہن سے ہی جواب اب
قاصد جو مری بادِ نسیم سحری ہے

دل دولا گیا بیا ہنے ہو دخترِ رز کو
لایا ہے بٹھا میانے[1] میں شیشہ کی پری ہے

امتیازؔ یہہ کیا حال محبت میں بتاں کے
یہہ شیوہ تغافل نہیں یہہ بے خبری ہے

(۱۴)

جی میں آتا ہے دل اب سیرِ صحرا کیجیے
چھوڑ کر بستی کو وادی کا تماشا کیجیے

نا ملے ہے یار نا بینا ہی یا رب تج سے ہم
مرتے مرتے اس گھڑی کیا کیا تمنا کیجیے

جی نکلتا ہے مرا اس پر کہ یوں جاوے بہار
کب تلک صیاد کہہ دے سر کو پٹکا کیجیے

آنکھ میں مہتاب رُو تاریک ہے سارا جہاں
تک[2] تو اپنا مونھ[3] پہ دیکھا[4] دل اوجالا[5] کیجیے

یا خیالِ خال و خط یا زلف یا ابرو کہو
ایک سر ہے کیا ہزاروں اس میں سودا کیجیے

سیکڑوں بھڑ کے اوٹھیں[6] گیں نام نالو عشق کا
کیوں دبے شعلہ کتئیں[7] ناحق کو برپا کیجیے

اس سوا دل میں نہیں آتا ہے بہتر امتیازؔ
عشق کے سودے میں نقدِ دل گنوایا کیجیے

۱- میانے : درمیان ۲- تک : ذرا ۳- مونھ : منہ
۴- دیکھا : دکھا ۵- اوجالا : اُجالا ۶- اوٹھیں : اُٹھیں
۷- کتئیں : کے تئیں

(۱۵)

بُتاں کی مہر و محبت میں گر جفا بھی ہے
کبھی تو خوش ہے یہہ دل اور کبھی خفا بھی ہے

اگر چہ ہم کو بہلاتے ہیں ناز عشوؤں پر
پہ اوُن[1] کے جور و جفاوں سے دل جلا بھی ہے

کیا ہے جیسے مجھے ذبح اپنے ہاتوں[2] سے
تب ہی سے رشک میں پُرخوں دیکھو حنا بھی ہے

کیا ہے کوچ وو ڈر کر جنوں کی وادی سے
ہماری دھوموں کو مجنوں نے کچہ سنا بھی ہے

نہیں ہے اگلی سی الفت بھی امتیاز ہم پر
جو اوس[3] کی آنکھوں سے شائید یہہ دل گرا بھی ہے

(۱۶)

سنا ہے کچہ خبر شائیڈ میرے ٹھانے بٹھانے کی
کیا مجنوں نے تیاّری دیکھو اب بن سے جانے کی

خدا آباد رکھے اس چمن کو باغباں تیرے
یہہ وو جاگہ[4] ہے مئے پینے کی اور دھومیں مچانے کی

ذرا انصاف کر شیریں محبت میں ارے ظالم
یہی اُمید تھی فرہاد کو سر کے چڑانے کی

خدا کے واسطے صیاّد اب تو چھوڑ دے ہم کو
خبر ہے گلشنوں میں جلد فصلِ گُل کے آنے کی

بتوں کی دوستی میں امتیاز ہے بے تاسف ہے
کیا لذت یہی حاصل مگر جی کے کھپانے کی

۱- اون : اُن   ۲- ہاتوں : ہاتھوں   ۳- اوس : اُس
۴- جاگہ : جگہ

(۱۷)

اڑے ہیں کوچۂ دلبر میں جان سے گذرے
یہہ جان کیا ہے کہ دونو جہان سے گذرے

اگر وو ہوش ربا سربسر جو ہو محکوم
تو ہے قسم کہ ہراک آن ماں[1] سے گذرے

بسنتی پوش کروں ہائے رے میں آنکھوں سے
تو زیرِ چشم اگر خونفشان سے گذرے

قسم ہے تج کو چھڑکوا کے جم ہی جاوے گا
جو رنگ قطرۂ آبِ چکان سے گذرے

نہیں خبر تجھے ناصح کہ ہم گئے کاں[2] تک
ترے تو عقل و قیاس و گمان سے گذرے

میں اک کشش میں پہنچ جاؤں یار تک اپنے
جو تیر چھوٹ کے جیسا کمان سے گذرے

جو چھر چھڑا کے دلِ لامکاں کرے پرواز
توقع ہے کہ نوؤں آسمان سے گذرے

خیالِ یار کا توسن ہے خوش خرام مرا
خدا کبھی نہ کرے زیر ران سے گذرے

اگر نصیب ہی ہوجائے فقر کا مجھے فخر
تو زندگی مری کیا عز و شان سے گذرے

سخن ہیں حلقۂ مصرع میں جیوں درِ شہوار
ہے یہہ رجا کہ قدرداں کے کان سے گذرے

اے امتیاز تو ہو زائر مدینہ حرم
تو کیا سرور (و)[3] خوشی آن آن سے گذرے

(۱۸)

نہیں ہے آہ کوئی ایسا کہ قاتل سے چھنالاوے
گیا ہے خشمگیں ہو مج سے دل اوس[4] کو منالاوے

نہایت وضعِ شوخی سے کیا ہے ذبح تو ہم کو
مبادا ہات تیرے پر کہیں رشک اب حنا لاوے

پریشاں راہ پر ظالم کی ہو بیٹھا ہے دل کب سے
کہ شائد بوئے زلفِ عنبریں اوس تک صبا لاوے

ترے یہہ حسن کے بازار میں عاشق نفع پاوے
خزانہ دے وفا کا وھاں[5] سے پھر جنسِ وفا لاوے

قبولا عاشقی جو امتیاز ان خوبروؤں کی
وو اپنا عیش سب برباد کر سر پر بلا لاوے

۱- ماں : ہاں ۔ ۲- کاں : کہاں ۔ ۳- تشکیل "و"
۴- اوس : اس ۔ ۵- وھاں : وہاں

(۱۹)

میرے جگر میں آہ وہ نالوں کی کیا کمی
پھر جستجو میں اوس کے خیالوں کی کیا کمی

گر آرزوئے سیر ہے آ گلعذارِ حُسن
دل کے چمن میں غم کے نہالوں کی کیا کمی

صیّاد منتظر ہے عبث صد دام کا
دشتِ جنوں میں آہ غزالوں کی کیا کمی

اوس لعل لب کی یاد میں جاتا ہے دل مرا
ورنہ مجھے تو اشک کے لعلوں کی کیا کمی

اوس شعلہ رُو کے عشق میں اب امتیاز کو
لختِ جگر میں آگ کے چھالوں کی کیا کمی

(۲۰)

سامنے سے وہ لٹکتا جب کہ آتا ناز سے
ہر قدم میں کیا ادا صیّاد رہئے عشوہ ساز سے

دیکھنے اوس چال کی انکھیلیاں ہی دور سے
جاں تصدق ہونے جاملتا ہے اوس طناز سے

روز و شب حیرت میں ہوں ظالم کے مکر و پیچ سے
کیا مجھے آکر پڑا ہے کام بتّے باز سے

آج اوس ابرو کماں کا عزم ہے پھر آشکار
خلق سب دہشت میں ہے مژگاں کے تیرانداز سے

کیا کرے گا امتیاز[۲] اب چھوٹ ایسی قید سے
بال و پر تو جھڑ گئے ہیں آشنا پرواز سے

۱- اوس : اُس
۲- تخلیص "امتیاز"

(۲۱)

کوئی دنوں میں تیرے گلے لگ جو سوئے تھے
اوس کے عوض میں عمر کٹی اک کہ روئے تھے

اوس ہمبری[۱] کا ہائے تصور نظر میں کر
ہوش و ہواس[۲] اپنا ابھی ہم نے کھوئے تھے

دیکھا تھا رات خواب میں مار سیہ ہے ہات[۳]
آنکھیں کھلیں تو یار کے کاکل کے موئے تھے

انکار قتل کا مرے لوگوں کے سامنے
کل کہہ دو ہات کس کے لہو میں ڈبوئے تھے

مشفق تمہارے ہجر میں ہر رات کئی ہزار
تار پلک میں اشک کے گوہر پروئے تھے

طعنہ نہ دے کے جب ستے[۴] منظور تو ہوا
ہم لوح دل سے غیر کی اُلفت کو دھوئے تھے

ہم تیرے دل پہ پوچھ ذرا اُس سے امتیاز[۵]
جو طفلگی سے تخمِ محبت نہ بوئے تھے

(۲۲)

آنکھیں تو منتظر ہیں سدا تجھ نگار کی
حالت نہ پوچھ مجھ سے دلِ بے قرار کی

کیا کیا خیال دل پہ گذرتے ہیں آن آن
پہونچی[۶] ہے فصل آن کے اب تو بہار کی

مخمور ہو رہا ہوں مئے وصل کے بغیر
تجکو کہاں خبر ہے جو میرے خمار کی

دیؤں قاصدو تمہیں تو میں انعام کے عوض
یہہ نقدِ جان دو جو خبر جلد یار کی

میں امتیاز[۷] کیا کہوں سودا نے کہہ چکا
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

۱- ہمبری : دوستی، ساتھ
۲- ہواس : حواس
۳- ہات : ہاتھ
۴- ستے : سے
۵- تخلیل امتیاز
۶- پہونچی : پہنچی
۷- تخلیل امتیاز

(۲۳)

دامِ گیسو میں کیئیے بند جو صیّادوں نے
کسی عاشق کی نہ دی داد یہہ بے دادوں نے

آن کی آن میں اک تان سنا جان لیئے
شیوۂ جور و جفا سیکھ کے جلاّدوں نے

آہ کیوں کر وو بچے گا کہو یارو جلدی
جان پر جس کی جھڑپ[۱] گئی ہوں پری زادوں نے

رات میں خواب میں دیکھا ہوں کئی حورو شاں
صبح تعبیر مجھے دی ہے یہہ اوستادوں[۲] نے

روز و شب دولتِ جاوید ہم آغوش رہی
امتیاز[۳] اب تو اثر کی تری فریادوں نے

(۲۴)

کہیلے[۴] تھے پرسوں ہم نے گر سیر باغ ہولے
جل سیکڑوں ہماری کرتے سُراغ ہولے

پہری[۵] لباس یکسر سب نے سفید بن بن
پچکاریاں لے کھیلیں ہم بافراغ ہولے

بی بی خدیجہ پہلے آئے تھے رنگ پہ اپنے
پھینکیں عبیر و ابرک، کر کیا دماغ ہولے

محبوب اک طرف کو للکی دِکھا جھمکڑے
امت الحسن ہیں گویا روشن چراغ ہولے

اُمت الجمال کیسے کھیلے تھی آ چُہل سے
گلشن میں دیکھ لالہ لالہ[۶] ہے داغ داغ ہولے

رنگ میں بھرا نے سب کو حاضر تھے مکھو بیگم
کھیلیں برہانی بیگم ہو باغ باغ ہولے

پائندہ کس مزے سے ہوئی امتیاز[۷] رنگیں
سن راگ کھیل تو پی مئے کا ایاغ ہولے

۱- جھڑپ : سایہ پڑنا
۲- اوستادوں : اُستادوں
۳- تخلیل امتیاز
۴- کہیلے : کھیلے
۵- پہری : پہنے
۶- لالہ : زاید
۷- تخلیل امتیاز

(۲۵)

دلبر جو نا ملے اگر اب کام ہے یہی　　ساتوں فلک جلا کے کروں راکھ تو سہی

اک پل میں کئی کروڑ گریبان ھوئیں چاک　　دے گیا ہے گوشِ گل میں جو بلبل نے آ کہی

گلشن میں خار خار ہی دشمن ہیں جان کے　　اس سال کیا کریں کہ عجب باؤ یوں بہی

فرہاد سر کو پھوڑ کے ناحق دیا ہے جی　　کیا جانئے کہ آن کے مشاطہ کیا کہی

ہے ہے جو امتیاز[1] ترے اشک کے حضور

سُن سرگذشت شور سے دریا بھی تھم رہی

(۲۶)

عُمر گذری ہے ہمیں ہجر میں مرتے مرتے　　جان کندن کی صریح حالتیں بھرتے بھرتے

سیکڑوں آہ پھپولے ہی پڑے تلوؤں میں　　قدم اس وادیٔ عشق میں دھرتے[2] دھرتے

کب تمہیں[3] آہ کناں زار رہیں ظالم ہم　　ایک بوسے کے لیئے حسرتیں کرتے کرتے

عالم اک خاک ہوا راہ میں اوس کے اے دل　　جائیو یار کے کوچے میں تو ڈرتے ڈرتے

امتیاز[4] ہم سے نہ پوچھے جو کبھی لذتِ وصل

عُمر گذری ہے ہمیں ہجر میں مرتے مرتے

۱- تشکیل امتیاز　　۲- دھرتے : رکھتے　　۳- تمہیں : تک

۴- تشکیل امتیاز

(۲۷)

عشق میں ہو پتنگ جلتا ہے | شمع سا امتیاؔز[1] گلتا ہے
دیکھ یہہ حال آشنا سارے | کفِ حسرت ہر ایک ملتا ہے
سنیو اے دوستو و اے یارو | دل پہ کس کا ہی زور چلتا ہے
جا کے سب مل کہو وو ظالم کو | اشک ہو جائے نیل ڈھلتا ہے
دیکھ اب بھی تو آخری دیدار | جان دینے زمیں پہ رَلتا ہے
ہم رفیقوں کو آہ غم اوس کا | خار ہو کر جگر میں سلتا ہے

کوئی کہے کوئی سنے وو قاتل کو
اپنی بانی سے کیا وو ٹلتا ہے

۱- تخلیلِ امتیاز

(۲۸)

جیتے جی ہائے صنم کیسے فراغت لیتے | جو اگر قول بھی دیدارِ قیامت لیتے

ہوتے سجّاد ترے سجدہ کہے ابرو میں | ہم شہِ حُسن کے جا پاس امامت لیتے

یہہ تو معلوم نہ تھا دیکھ (کے[1]) ہوویں گے خراب | ورنہ کیوں آپ پہ عالم کی ملامت لیتے

اب تو یہہ حال ہمارا ہے کہ از کہہ تامہہ | ہرکوئی آئیں ہیں ایسی ہی شکایت لیتے

ناصح و محتسب و واعظ و صوفی تا شیخ | عشق و مئے مہرِ بتاں کی ہی عداوت لیتے

نمکِ ریشِ جگر کو ہی مرے ہیں یہہ صریح | روزِ ہجراں میں سرِ حرف حکایت لیتے

کوئی کہتے ہیں کہ کر چاک گریباں مئے پئے | کوئی آتیں ہیں بہاروں کی نہایت لیتے

امتیاز[2] اپنے نصیبوں کی یہی گردش ہے | پھرتیں ہیں خوار جہاں بیچ ندامت لیتے

ہے قسم تج کو شتابی سے پیمبر سنیو | جائیو اوس کے کنے[3] میری کتابت لیتے

کہیو یہہ حال کہ ہے آہ کُناں خستہ جگر | جاؤ دیدار کی اوس پاس ضیافت لیتے

پھر تو واللہ گویا جان بہ تن مردہ پڑے
عمر گذرے گی اوسے[4] عمر سلامت لیتے

(۲۹)

ہم کو اُمید نہ تھی آہ یہہ جاناں تم سے | بات کی بات میں پھر جاوگے ایسے ہم سے

ڈال تیوڑی کو چھڑاتے[5] ہو بھوئیں غصے ہو | کیا یہہ نئی طور نکالے ہو صنم عالم سے

ایک بوسہ تو ہمیں آج عنایت کیجیے | مہرباں جان بلب ہے گا یہہ اتنا غم سے

ہیں جو محنت زدہ ساغر کش و خمخانۂ عشق | ہم کو پرواہ نہیں ہے گی یہہ جام و جم سے

امتیاز[6] اب تو ہمارا ہے بتاں ٹک[7] کیجو
یہہ ادا سازی تمہاری ہے ہمارے دم سے

۱- تشکیل "کے"　۲- تشکیل امتیاز　۳- کنے : پاس　۴- اوسے : اُسی
۵- چھڑاتے : چڑھاتے　۶- تشکیل امتیاز　۷- ٹک : ذرا

(۳۰)

دکھلائے کس مزے سے اب کے بہار ہولی — کھیلے ہیں سب جمع ہو گیا گلعذار ہولی
سارے پری رخاں مل کیسی مچائیں دھومیں — رنگ زرد و سرخ لے کر کھیلیں نگار ہولی
سونے کی تھالیوں میں رکھ کر عبیر و ابرک — بھر موٹھیاں[1] ہی پھینکیں کر ہی پکار ہولی
شیشوں میں زعفراں کا رنگِ شہاب بھر کر — اوپر سے قمقموں کے ہی مار مار ہولی
سارے طوائفوں نے ناچیں ہیں کیا مزے سے — اندر کی ہی صبا[2] دیکھ ہے بے قرار ہولی
جب راگ کا سماع کر گا دیں ہیں کس ادا سے — نکلے ہے مونھ[3] سے اون[4] کے بے اختیار ہولی
رنگ سے ہی بھیگے آ کر مجلس بنا کے بیٹھیں — کیا کیا مزے سے کر کر جو اشتہار ہولی
سب جو طوائفوں پر کر کر نظر پہ کھوئیں — پھر کر ہمیں سنالو اب ایک بار ہولی
پچکاری ہات لے کر اون مہ وشوں سے اوٹھ[5] کر — دھومیں مچا چہل سے کھیلا ہے یار ہولی
تو امتیاز[6] جلدی جا کر گلے لپٹ جا — ایسے میں رنگ بھینا رکھتا خمار ہولی

ہم نیم جان ہیں گیس اوس کی حلاوتوں میں
کھینچیں[7] گے سال بھر کا پھر انتظار ہولی

(۳۱)

یہہ دیوانہ جو تک[8] چھوٹے تو کیا دھومیں مچا دیوے — جہاں کے گلشنوں میں رنگ کے موتیں بہا دیوے
سنے گر جہانچہ میرا آہ کی کرنائی و شہنی[9] سے — تو مجنوں قبر سے اوٹھ[10] آخری نوبت بجا دیوے
نہیں کوئی عشق کے کشور میں یارو آہ اب ایسا — کہ اوس بیدادگر سے داد میری تک دلا دیوے
جفا کش ہو کے مقتولِ صنم سوتا ہوں اے اللہ — نہ شورِ حشر مج کو خوابِ راحت سے جگا دیوے

ہوں دل سے امتیاز[11] اب خاکِ درگاہِ محمدؐ میں
پناہ عاصی کو اپنے کون ہے اس کے سوا دیوے

۱- موٹھیاں : مٹھیاں ۔ ۲- صبا : سبھا ۔ ۳- مونھ : منھ ۔ ۴- اون : اُن
۵- اوٹھ : اُٹھ ۔ ۶- تشکیل امتیاز ۔ ۷- کھنچیں : کھینچیں ۔ ۸- تک : ذرا
۹- شہنی : شہنائی ۔ ۱۰- اوٹھ : اُٹھ ۔ ۱۱- تشکیل امتیاز

(۳۲)

اب گریباں عقل کا اے عشق پھاڑا چاہیئے
کرمکاں دل میں اسے جڑ سے اوکھاڑا[1] چاہیئے

گرچہ ہیں ہم اوس پری کی جھڑپ سے زار وزار
لاکن[2] افسوں کا ترے ناصح نہ جھاڑا چاہیئے

مئے فروشوں سے لے رشوت ہائے سرکش محتسب
دخترِ رز کو چلا تج کو نہ بھاڑا چاہیئے

آج تیرے حُسن کا خواہاں ہوا منڈا ہے خلق
تج کو لازم عاشقِ صادق کو تاڑا چاہیئے

شیخ آتا ہے ہماری بزم میں ساغر کشو
مار گیدی کے تئیں اب تو لتاڑا چاہیئے

پہلوانِ غم کا ہے گا بے طرح اب ہم پہ زور
کچہ خوشی کی لاکے ہمت دل پچھاڑا چاہیئے

امتیاز[3] اب معصیت کے بحر میں ہے یاعلی
پار ہونے جلد کشتی یا نواڑا چاہیئے

(۳۳)

مرے رونے سے گلشن سبز ہو کر گل شگوفے سے دیکھاتا[4] ہے
فغاں سُن جوش کہا[5] دریا جو موجوں کو اوٹھاتا[6] ہے

تڑپ ہوتی ہے دل کو جس گھڑی چیں بر جبیں ہو کر
کیا آ غصہ میں لوٹوں سے جہاں کو لے بہاتا ہے

یہ بوئے خم مجھے دیوانہ کرتے کرتے چھولوں کو
شتاب آ کر پہنچ ساقی وگرنہ جان جاتا ہے

بہار آئی ہے ہم شورِ جنوں میں ہیں ارے ناصح
کوئی اس وقت میں احمق گریباں کو سلاتا ہے

تاسف امتیاز[7] ہم مر گئے ساقی کے ہاتوں سے
پھر اوس پر لامزار اُوپر سبوں کو مئے پلاتا ہے

۱- اوکھاڑا : اکھاڑا
۲- لاکن : لیکن
۳- تخلیل امتیاز
۴- دیکھاتا : دکھاتا
۵- کہا : کھا
۶- اوٹھاتا : اٹھاتا
۷- تخلیل امتیاز

(۳۴)

نہ سمجھیں کفر کو کیا ہے نہ کچھ جانے مسلمانی
ہمیں دیر و حرم یکساں عبث سب کو ہے حیرانی

ہمیں پٹکا ہے ان زلفوں کی لٹکوں نے فلک پر سے
قسم ہے دیکھ لیویں گے جو ٹک[1] چھوٹے پریشانی

لگے ہیں بے طرح سے کُفر اور اسلام کے دھڑکے
یہہ کاکل دیکھ کافر ہوں مسلماں دیکھ پیشانی

نہایت سجّہ[2] رہا ہے بر میں یہہ جامہ بسنتی رنگ
کیا ہے کس کے لوہو[3] سے بتادے رنگ افشانی

یہہ ہیں آبِ حیات آلودہ لب کاٹوں میں جیب اون[4] کو
جو کوئی ہونٹوں کو کہتے ہیں ترے لعلِ بدخشانی

بھلا اے آنکھ کیسے کی ہے تو ہم سے فسوں سازی
لگا پھر آگ دل کے تئیں بتا دیتی ہے کیوں بانی

ہوئی ہے صبح دم اے امتیاز[5] اب تو ذرہ[6] چُپ رہ
یہہ کیوں بدخواب کرتی سب کے تئیں تیری غزل خوانی

(۳۵)

یارو اوس[7] یارِ ستم گار کو کوئی کیا جانے
ویسے فن باز دلِ آزار کو کوئی کیا جانے

ہو کے مخمور دیکھاتا[8] ہے وہ آنکھیں جس آن
قتل کرتے ہوئے سرشار کو کوئی کیا جانے

چال پر جس کی کیے لاکھوں نے جی کو قربان
اس ادا ناز کی رفتار کو کوئی کیا جانے

دوستو سچ کو جو کہتے ہو کہ اُسے[9] مت مل
اوس ادا دار و طرحدار کو کوئی کیا جانے

امتیاز[10] ہائے چورا[11] دل کو فسوں سازی سے
لے کے بھاگا بتِ عیّار کو کوئی کیا جانے

۱- ٹک : ذرا
۲- سجہ : سج
۳- لوہو : لہو
۴- اون : اُن
۵- تشکیل امتیاز
۶- ذرہ : ذرا
۷- اوس : اُس
۸- دیکھاتا : دکھاتا
۹- اسے : اُس سے
۱۰- تشکیل امتیاز
۱۱- چورا : چرا

(۳۶)

مے پلا ایسی ہی ساقی کہ یہہ ساماں بن جائے
داغ سب ہجر کے اب رشکِ گلستاں بن جائے

ہائے رے ہائے نہ سی اوس[1] کو رفو گر میرے
چاہیئے گل (کی[2]) طرح چاک گریباں بن جائے

آ کے ظلمات میں گر جلوۂ رنگیں دیکھلائے[3]
بزمِ عشرت ابھی یہہ کلبۂ احزاں بن جائے

تو پری زاد ہے مج پر نہ ہو اب دیو سیرت
دلِ دیوانہ مبادا جو پریشاں بن جائے

اک توجہ ہی عنایت کی تری گر ہو جائے
پھر تو یہہ بندۂ درگاہ جو ذی شان بن جائے

اپنے کپڑوں سے صنم جلد لہو کو دھو ڈال
خوف ہے قتل مرا تجہ پہ نمایاں بن جائے

امتیاز[4] اپنے کی یہہ عرض کرو جلد قبول
حیدر آباد مرا دل شہِ مرداں بن جائے

(۳۷)

خواہش تھی طفلِ دل کو کہ تج سے ہی ہل رہے
ہو ہم کنار ہی نہ جُدا ایک تِل[5] رہے

دیکھا مزاج بو قلموں دل نے ہٹ مچا
یک رنگ ہی نیا کہ کھو کیوں کہ مل رہے

لاکن[6] نہ دیکھ بوئے وفا حیف صد ہزار
ثابت قدم ہو پھر بھی مرا تج پہ دل رہے

جس دل میں آہ کچھ ہی محبت کی بو نہ ہو
بہتر تو ہے کہ سینے میں اوس دل سے سِل رہے

آدم کی آب و گل کی سرشت ہے گی امتیاز[7]
آنسو ٹپک گئے تو فقط آہ گِل[8] رہے

۱- اوس : اُس
۲- تشکیل "کی"
۳- دیکھلائے : دکھلائے
۴- تشکیل امتیاز
۵- تِل : لمحہ
۶- لاکن : لیکن
۷- تشکیل امتیاز
۸- گِل : دلدل

(۳۸)

مقرر جانتے اوس[1] کو تو کچہ جانے ہوئے ہوتے
نہ سمجھے گر سمجھتے وو ہیں دیوانے ہوئے ہوتے

چلے غفلت میں ناحق کاش کہ اوس تک پہنچ جاتے
جھمکڑی[2] شمع رو کی دیکھ پروانے ہوئے ہوتے

خبر ہوتی کہ بزمِ عاشقوں میں مے (کا[3]) چرچا ہے
مچا چہلیں شریک آہ پیمانے ہوئے ہوتے

مزہ جو عشق میں ہے گا فرشتوں سو کسو میں نئیں
اگر تم سے نباتا[4] سبحہ گردانے ہوئے ہوتے

کُبل[5] ہی عشق کے جو گھاٹ کا چڑھنا نہ اب پڑتا
نصیحت آج ہم کس کی اگر مانے ہوئے ہوتے

مزہ اوس لعل لب کا آہ میں پا کر اگر روتا
صدف میں چشم کے کیا سرخ وردانے ہوئے ہوتے

اگر لیلیٰ ادا ہی امتیاز[6] آ بے نقاب ہوتا
زیادہ قیس سے باشندہ ویرانے ہوئے ہوتے

(۳۹)

یاد میں خونخوار کے گر اشک گلگوں کیجیے
دامنِ صحرا کو جا کر پل میں پرخوں کیجیے

جی میں آتا ہے سنا کر درد و غم کی داستاں
آتش اندازِ جہاں ہو سب کو محزوں کیجیے

دیکھتے اس قامتِ رنگین کو اے امتیاز[7]
جی میں ہے اک خوشتراشِ مصرع موزوں کیجیے

ہے الف اللہ کا یا ہے الف الحمد کا
حامد و محمود ہی قرآں سے مقروں کیجیے

نکتہ سنج عالی فہم ہے گا ہی میرا بٹہ باز
باعث اوس کے فکر ہی اب تازہ مضموں کیجیے

میں تو آسیب پری سے ناصحا بچنے کا نئیں
آپ کیوں دیوانے ہونے جج پہ افسوں کیجیے

پیتا دانہ سمجھ کر آسیائے جور میں
پھوڑ سر کس کے ہی آگے شکوہ گردوں کیجیے

۱- اوس : اُس
۲- جھمکڑی : شان و شوکت
۳- تقطیل "کا"
۴- نباتا : نبھاتا
۵- کُبل : مشکل
۶- تقطیل امتیاز
۷- تقطیل امتیاز

(۴۰)

تن جل کے ہوا راکھ یہہ اک ڈھڑی پڑی ہے سلگا تھا جو دل ہائے سو وہ آگ کڑی ہے

جاوے گا ترق آہ کلیجا نہیں فولاد کیوں اوس[1] کی جدائی کی برس ایک گھڑی ہے

کیا چہلیں مچاتے ہے ہم اے ساقیٔ خوش خو فرصت نہیں ٹک[2] سر پہ اجل آن کھڑی ہے

جاگے ہو کہاں سچ کہو پھولوں سے ہو کملائے آنکھوں میں بھری نیند گلے باسی لڑی ہے

دل آہ گر اس موسمِ گرما میں جو رویا

کیا بجلی چمک کر ہے بندھی زور جھڑی ہے

(۴۱)

بجز وصل اوس[3] کے ہی جینا کہاں ہے بتاؤ میرا رنگ بھینا کہاں ہے

گیا ہے کدھر ساقیٔ بے مروت کہاں جام لبریز مینا کہاں ہے

عبث شور مت کر رفو گر تو ہم سے ترے پاس زخموں کا سینا کہاں ہے

دِلا ہی تو لذت یہہ خونِ جگر کی ہمیں ساغرِ عیش پینا کہاں ہے

بہ یمنِ علی مہرباں ہے پیارا

کہاں امتیاز[4] اب وو کنیا کہاں ہے

۱- اوس : اُس ۲- ٹک : ذرا ۳- اوس : اُس

۴- تشکیل امتیاز

(۴۲)

کہ اب زنّار بند ہو برہمن ہے دیر کے آگے
صنم کب ہو پسند جنت ہمیں اس سیر کے آگے

بلند پروازیاں نامِ خدا ہیں عرش کرسی تک
سکت رکھتا ہے کیا عنقا ہمارے طیر کے آگے

چکھادے وصل کی مینا سے مئے تڑپے ہیں اے قاتل
کوئی نیکی نہ ہمسر ہو سکے اُس خیر کے آگے

ہمیں بھی بار دیجو اپنی محفل میں نگار اب تو
خدا کی سوں[1] خجالت مت دے ہم کو غیر کے آگے

رقیبِ فتنہ جو در پے پڑا ہے امتیاز[2] اب تو
مگر افضالِ حق غالب ہو اُس کے بیر کے آگے

(۴۳)

دید و ادید یار کی ٹھیرے[3]
گاہ بوس و کنار کی ٹھیرے

بزمِ عشرت ہو اور اودھر[4] امداد
ساقی ' بو بہار کی ٹھیرے

چاہیئے تم کو نت ارے آنکھو
سیر اُس گل عذار کی ٹھیرے

چشمِ عبرت سے دیکھ دُنیا کو
دل تو کچھ نیک دعار کی ٹھیرے

آہ پی پی کے تو مئے غفلت
کب تہیں یہہ خمار کی ٹھیرے

امتیاز[5] ہے رجا کرم کی نظر
اب شہِ ذوالفقار کی ٹھیرے

۱- سوں : قسم
۲- تشکیل امتیاز
۳- ٹھیرے : ٹھہرے
۴- اودھر : اُدھر
۵- تشکیل امتیاز

(۴۴)

اب پُتلہ کی خاکی جو کہے ہم یہہ ہم کہو کیا ہے — پایا ہے لقب آدم معنی ، آدم کہو کیا ہے

سجدہ کو ملایک نہ فقط اُس کے جھکیں ذرہ[1] دیکھو — جو چرخ شب و روز کہ ہے خم، اب خم کہو کیا ہے

آہو کی مثال عرصۂ دنیا میں ہو جولاں چمک سے — یک یار کی جو ہوئی ہے رم کوئی رم کہو کیا ہے

منصور تو کہتا تھا ، انا الحق بھلا یارو — اوس[2] کی یہہ صدا اُس ستے[3] تھی صنم و صنم کہو کیا ہے

امتیاز[4] اب تو لیا تو نے ، پنہ دل سے علی کی ہی مقرر
کونین کا سب جائے الم غم ، پھر غم کہو کیا ہے

(۴۵)

شور صحرا میں مرے آنے کی، کچھ دھوم سی ہے — عمل قیس کے اوٹھ[5] جانے کی، کچھ دھوم سی ہے

کشورِ عشق میں شاہی کا مری ڈنکا ہے — نوبتِ وصل کے بجوانے کی، کچھ دھوم سی ہے

اب کے میں شورِ جنوں سے، نہیں بچتا یارو — خلق میں میرے جگر کھانے کی، کچھ دھوم سی ہے

کوئی پرستندہ بُتِ تازہ ہی کافر آیا — بے طرح آج صنم جانے[6] کی، کچھ دھوم سی ہے

خونِ دل چشمِ صدف سے ہی نکل عالم میں — کیا مرے سرخ ہی دُردانے کی، کچھ دھوم سی ہے

ہو غضب پردۂ فانوس میں چُھپتی شمع — اوس[7] کے پروانوں میں جھنجلانے کی، کچھ دھوم سی ہے

ذوفنوں میں یہہ نافہم ، ہے گرچہ لاکن[8]
امتیاز اب تو طبع آزمانے کی، کچھ دھوم سی ہے

۱- ذرہ : ذرا — ۲- اوس : اُس — ۳- ستے : سے
۴- تخلص امتیاز — ۵- اوٹھ : اُٹھ — ۶- جانے : خانے
۷- اوس : اُس — ۸- لاکن : لیکن

دیگر اصناف

قصائد

۱

اوراد اسمِ ذات کروں لیل اور نہار
قائم اسی پہ رکھیو مجھے میرے کردگار

مت کھو تو رائیگان اے دل دم کا پاس رکھ
ہر دم ہی اُس کی یاد کا جیئوں درِ شاہوار

جن و ملک و دیو و پری حوش اور طیور
ہوئیں مطیع تیرے اگر ہو یہہ اقتدار

خاتم مثال کر تو سلیماں کا نقش جیئوں
کندہ ہے اسمِ اعظم و بردل نگینہ وار

انوار اُس کی ذات کا ذرّہ ہی عکس پر
روشن ہوئیں ہیں شمس و قمر ہو کے آبدار

دو حرف کے سے ڈھونڈ نکالا ہے غور کر
کہتے ہیں کُن کی آہ دو عالم ہو برقرار

نشو نمائی کیسی ہی ہوگئی اُسی گھڑی
خلقت نے خالق اپنے کا اقرار کی پکار

ہر شئے کی تھی علٰیحدہ گویا زبانِ حال
پیدائش ہم اُسی کی جو ہے گا وو کردگار

توحید کے ہی بعد اے دل فکرِ نعت کر
باعث سے جس کے ہوئی ہے خدائی یہہ آشکار

دریائے حسن کو ہی اُٹھے عشق کی جو موج
اُس موج سے نمود ہوا عاشق ایک بار

معشوق کر کے ایک نکالا وو بحر سے
کیا بحر تھے کہ جس کا نہ تھا کچھ بھی وار پار

گونام زد ہوا جیسے دونو جہان میں
عاشق وو بے شبہ ہے دو عالم کا پاس دار

لولاک جس کا تاج و اورنگ جس کا عرش
معراج کا مسافر و برّاق کا سوار

وو شہسوار جس کے جلو میں پیمبراں
صف باندہ آرزو سے چلے تھے ہی بے شمار

جبرئیل سا ہی جس کا تھا یارو لجام کش
کرّوبیوں کے ہات تھی مشعل بھی نور بار

شب گشت ہی جو پھرنے کو نکلا وو شہ جواں
جلوہ کی تھی عروسِ دو عالم اُمیدوار

انسان اور فرشتے کا پہونچے[1] جہاں نہ فہم
وو ذاتِ پاک واں[2] تبھیں[3] جا کر کیا گذار

۱- پہونچے : پہنچے ۲- واں : وہاں ۳- تبھیں : تب ہی، اُسی وقت

در وقتِ وصل عاشق و معشوق دیکھیئے ‏ ‏ کیا کیا مزے ہوئے وو ہوئے زور ہی بہار

مطلع پڑھوں میں اس گھڑی ایسا اے دوستو ‏ ‏ جس کی چمک کے آگے رہے مہر در کنار

اقلیمِ عشق کا ہے وو ہی بن کے تاجدار ‏ ‏ بخشا کیا انتظام جب عاشق سے ہو دوچار

معشوق کا تھا ناز اور عاشق کا تھا نیاز ‏ ‏ واقف نہ تھا جو کوئی مگر میرِ ذوالفقار

محبوب اور محبّ کے سوا تھا سو بوتراب ‏ ‏ جس جا[1] نہ ہوسکا کہیں روح الامیں کو بار

کہنا جو کچھ تھا باب اُمم میں سو عفو کا ‏ ‏ کہہ کر جزا کے دن کا کیا قول اور قرار

ایسا پھراؤ کرکے ہی جولاں مثالِ برق ‏ ‏ ساتوں طبق فلک کے کیا طے وو شہسوار

پھر خاص خلوت اپنی اُسی آن میں پہونچ[2] ‏ ‏ وقتِ صبح ہی شب کا کیئے بھید آشکار

بخشی ہو امر و نہی کی جس کو ہے حق نے تیغ ‏ ‏ دو ٹکڑے کیا کیا ہے وو کفّار و دیندار

لے اپنے دور سے ہی وو تا روزِ حشر تک ‏ ‏ یوں فرق کردیا ہے چلا کر جو اک ہی وار

کہا[3] زخمِ تیغ مرتے ہیں اُس دن سے جو پلید ‏ ‏ دوزخ میں جاتے ہیں چلے اشرارِ نابکار

ہو کر شفیع اُمم کو کہا گوشِ جان میں ‏ ‏ جنت کی کرنا سیر مرے سات[4] گلعذار

ویسے مکان پر بھی مقیم ہو کے ہم رہیں ‏ ‏ پھر واہ واہ مدام میسّر ہو دید یار

ایسا شفیع ہم کو دیا ہے اے مومنو ‏ ‏ شکرِ خدا ادا ہی کرو لکھ[5] ہزار بار

جس کے سبب ہوا ہے ظہورِ یہہ کائنات ‏ ‏ دونوں جہاں کا ہات[6] دیا جس کے اختیار

نوری و ناریوں پہ نظر کرکے کبریا ‏ ‏ ایسا نہیں ہے کوئی کہ عشق کا اوٹھاوے[7] بار

تب دیکھ کائنات میں پایا نہ کچھ مزہ ‏ ‏ اس میں ہی پا مزہ تو کیا اُس کو طرح دار

جلوہ گری میں دیکھنا محبوب کے مزے ‏ ‏ چاہا کہ ہو ظہور میں وو صاحبِ وقار

خلقت سے اپنی ڈھونڈ نکالا امین کو ‏ ‏ کر معتبر ہی خاکی کے تیئں دے کے اعتبار

۱- جا : جگہ ‏ ‏ ۲- پہونچ : پہنچ ‏ ‏ ۳- کہا : کھا

۴- سات : ساتھ ‏ ‏ ۵- لکھ : لاکھ ‏ ‏ ۶- ہات : ہاتھ

۷- اوٹھاوے : اُٹھاوے

جانا کہ گنجِ مخفی چھوپیکا[1] ہی خاک میں — آدم کو اس سبب سے ہوا عزّو افتخار

پہونچے[2] جو اس بہانے سے تا اپنے دور تک — از پشت تا بہ پُشت ہے وو شاہِ نامدار

پیدا ہوا تھا سب سے ہی اوّل اگرچہ وو — کھینچا[3] تھا اپنے وقت کے آنے کا انتظار

روزِ ازل سے نام برابر تھے لوح پر — احمد احد کے سات تھا از کلک مشکبار

جبروتیوں نے نام و نامی کو دیکھ کر — بولے کہ کوں ہوئیگا ایسا ذوی الاقتدار

تب تو خطاب اون[4] کو ہوا ہے مرا حبیب — دونو جہاں کا جس کو کروں گا مدارِ کار

لولاک کے ہی بھید سے واقف نہیں ہو تم — خازن وو ہی ہے مخزنِ عرفاں کا راز دار

سُن کر ہی اس خطاب کو کہنے لگے الٰہ — ہم کو دیکھا[5] نہیں تو رہیں گے جگر فگار

جب وقت پہنچا آن کے معراج کر سب — دیکھلا[6] جمال اون[7] کا کیا مدعا برار

دیکھے جو ذاتِ پاک کو بولے کہ مرحبا — صلوات اور درود کے گوہر کیئے نثار

تب ساکنان ساتوں فلک کے یہی کہے — لایق ہے تیرے عشق کا یہہ نازنیں نگار

کلمہ ہی پڑھ کہے ترا آئیں ہے بے خطر — قایم رہے گا حشر تلک دین استوار

تھے گرچہ بہت صاحبِ اُمت پیمبراں — نہ دین کو قیام نہ اُمّت ہی پائیدار

ہے گا علی سا قوتِ بازو ترا اے شاہ — جب ذوالفقار لیوے شہنشاہِ کامگار

کیا پوچھنا ہے اوس[8] گھڑی ویسے شجاع کا — کیا دیکھنا ہے اوس کو ہی بروقتِ کارزار

جن و پری و انس کا اس میں ہے ذکر کیا — آگے نہ ٹھیرا اوس کے سبھی ہوتے ہیں فرار

آ کر اگر جلال میں مارے وو ذوالفقار — کاوی زمیں میں پیٹ پہ جا بیٹھے اُس کی دھار

ہو لعن دشمنوں پہ اونہوں[9] کے ہی لکھ[10] ہزار — رحمت خدا کی اُن پہ جو کوئی ہوئیں دوستدار

۱- چھوپیکا : چُھپے گا — ۲- پہونچے : پہنچے — ۳- کھینچا : کھینچا

۴- اون : اُن — ۵- دیکھا : دکھا — ۶- دیکھلا : دکھلا

۷- اون : اُن — ۸- اوس : اُس — ۹- اونہوں : انھوں — ۱۰- لکھ : لاکھ

دنیا کے چار رکن ہیں اور دین کے چہار
ذیشاں بلند وسیع ہوا ہیگا یہہ حصار

صدق وصفا وعدل (وُ) حیا وشجاع سے
مزبوط کیوں نہوئے کہ ایسے ہوں برج چار

مسند نشیں محمد و وہ رہنمائے دیں
تھے پیروانِ احمد و وو اکبر و کبار

ہیں سید النساء ہی شفیع یومِ حشر کی
اُمت گناہ گار کی بروقت گیرو دار

یہہ گوشوارے عرش کے جن نے بنایا آہ
قربان اس کے ہونا ہی کیا صنعتِ سُنار

وہ سبز پوش ہائے جو سَم کا شہید ہے
ساری خدائی جس کے سبب سے ہے اشکبار

ہے لعلِ بے بہا وو ہے جس کا لباس سرخ
جس کے طفیل خلق خدا زار اور نزار

ہر سال ہیگا تازہ ہی جن کا یہہ غم الم
ہر آہ اُٹھتی دل سے مُحبّوں کے پُرشرار

تج سے یہہ التجا ہے خدایا مری مدام
رکھیو اونہوں کے غم میں مرے دل کو سوگوار

وو بھوک پیاس سن کے ہی کھانا ہے سَم مجھے
خونِ جگر پیوں ہوں بہ جا آبِ خوشگوار

دُرِّ یتیم بحرِ امامت کا عابدیں
نورالبصر نبی کا ہے وو ہی بزرگوار

شمس الضحیٰ ہی باقر وجعفر ہیں بے شبہ
بدرالدجی (ہے) وو ہی امامانِ روزگار

کاظم رضا کی آہ شہادت کا حال سُن
پرخوں جگر ہے چاک مرا ہائے جیوں انار

یا شہ تقی و شاہ نقی دیکھو داغِ دل
ہے عرض تم سے باغِ رسالت کے لالہ زار

سُن داد دے شہا مری فریاد عسکری
محشر کو ہو شفیعِ شفیعِ گناہ گار

اے ثانی محمدؐ و اے مہدیؑ لقب
بندے سے بندگی یہہ قبول عجز و انکسار

ہفتاد اور دو تن ہیں جو شہدائے کربلا
کرتو قصیدہ بیت بہتّر پہ اختصار

حامی ہو امتیاز کے معصوم چاردہ
کوئی بلا نہ آنے دو اُس پر ہی زینہار

۱- تشکیل : "وُ"
۲- مزبوط : مضبوط
۳- صنعتِ : صنعت
۴- اونہوں : انہوں
۵- تشکیل "ہے"

(٢)

دیکھے سے زلف کی ہی عجب پیچ وتاب ہے — ابرِ سیاہ بجلی پہ جیسے نقاب ہے

مطلع مری زباں ستے[١] فی الفور ہے رواں — دل کا ہی جس سبب ستے خانہ خراب ہے

ساقی کے دور میں ہمیں یہہ ہی شراب ہے — خونِ جگر کا جام کلیجہ کباب ہے

جس مخزنِ جمال کا یہہ دل خراب ہے — اُس کو کہو کہ لطف گدا پر صواب ہے

دونو جہاں میں ووہی مرے دل کی ہے مراد — سب گلرخوں میں جو کہ نزاکت مآب ہے

برسے ہے آنکھ ستے یہہ باران اشک کا — مانندِ برق دل کے تئیں اضطراب ہے

تاریک دل پڑا ہے کہو کھول دے نقاب — کیوں زیرِ ابر آیا مرا ماہتاب ہے

سِن چاردہ میں فضلِ الٰہی سے یہہ صنم — نشہ غرورِ حسن کا مستِ شباب ہے

کھینچے[٢] اگر وہ نیند سے خمیازہ دل فریب — کیفی پہ اُس ہائے یہہ کیسا عذاب ہے

خوش وقت ہو سبھوں سے کرے اُلفتوں کے رمز — کچھ سامنے ہمارے ہی اُس کو حجاب ہے

روزِ ازل سے کیفی ہیں اُس کی نگاہ کے — سرشار ہیں گیں یاد کی ہم کو شراب ہے

یھاں[٣] بُو سنگا[٤] کے جان چھپانا شتاب ہی — گیسو صنم کے آہ عجب مشکِ ناب ہے

دیوانِ حُسن کی جو کیا فکر سے میں سیر — اُس لعلِ لب کا خالِ نقط انتخاب ہے

کب ھوئے اس کو حالِ غریبوں پہ کچھ نظر — گھوڑا فلک ہلال کی جس کو رکاب ہے

لے تازیانہ باد کا ھوتا ہے جب سوار — پتّا جو زر جھلک کا بھی (اکٗ)[٥] آفتاب ہے

تازی سپاہ ہو کے چلے ہیں رکاب میں — ہے بارگاہ اُس کی جہاں تئیں سحاب ہے

اک پل میں جا کے پہنچے ہے کون ومکاں تلک — یوں جانِ عاشقاں کہ جو عالی جناب ہے

اُس کا ہی میں فریفتہ یارو ازل سے ہوں — عاشق نواز جس کا سبھوں میں خطاب ہے

آ کر پڑا ہے پردہ جدائی صنم کے سات[٦] — گر وصل ہو تو دل کو یہی فتحِ باب ہے

کوشش پہ دل کی سعی کرو امتیاز گر — یہہ وقت اِمتحان کا یا بوتراب ہے

ہر چند دیکھنے میں تو وھاں[٧] سے میں دور ہوں — شکرِ خدا کہ دل تو مرا باریاب ہے

١- ستے : سے   ٢- کھینچے : کھینچے   ٣- یھاں : یہاں

٤- سنگا : سنگھا   ٥- تشکیل "اک"   ٦- سات : ساتھ

٧- وھاں : وہاں

(٣)

آفریں ہو دل تجھے قرآن پر قربان ہے
جس میں تعریف محمد اور ھُو یزدان ہے

حضرتِ زہراو اور حسنین کی ہی شان میں
جاں حسن قرآن کا ہے اور حسین ایمان ہے

سربسر نازل ہوا لبریز ہو بھیدوں سے پُر
رمز و نکتے واسطے ہی حضرتِ انسان ہے

کھول کر عقدے بتایا ذاتِ والا نے سبھی
عاشقو رہبر کو سمجھو دوجہاں کا جان ہے

جان و ایماں نفس و شیطانی جنے[1] واقف کیا
خازنِ مخزن امانت دارِ حق عرفان ہے

ذاتِ احمد ہے جناب وہ جہان آرا سبھی
پادشاہِ دوجہاں اعظم عظیم الشان ہے

عارفوں نے جب سمجھ ارشاد کو عاشق ہوئے
وھاں[2] تو جولانی کیجیے جو عرصۂ مردان ہے

اک انا منصور سے سرزد ہوئی واصل ہوا
اک انا ابلیس سے ھوئی حشر تک شیطان ہے

دشمنی خاکی سے کر ویسا مقرب خوار ہے
باب کے دشمن کو بجا[3] تو نہ کوئی انجان ہے

وہ تو چہتا یہہ کہ لے ایمان کو غارت کرے
حافظِ مطلق کا گر ھووے نظر آمان ہے

وو تو ہے گا مستعد آدم پہ ہے[4] جو لینے قصاص
جس گھڑی سے ہی کہ وو مغضوب اور سرسان ہے

اُس عدو کو آشکارا حق کیا قرآن میں
سازش اُس کی مت کرو بندوں پہ یہہ فرمان ہے

وسوسہ ڈالے کبھی جو عاشقوں کے دل میں جا
کفش کھا لاحول کی وھان سے گریز اُس آن ہے

اے الٰہا واپسیں دم کو بچالے مکر سے
پاک کر کر صاف لے قطرہ جو یہہ رخشان ہے

جو کہ انساں ہو نہ سمجھے بازگشت ہی کی طرف
میری دانش میں وو انساں بدتر از حیوان ہے

آہ خاصوں کے تو یہہ نزدیک دیتا پیچ ہے
اور عوام الناس تو اس پیچ میں پیچان ہے

دیکھ دل عبرت پکڑ اب ہی تو کچھ تو مرد ہو
کارِ مرداں کر گذر تجھ میں اگر اوسان ہے

١- جنے : جس نے　　٢- وھاں : وہاں　　٣- بجا : بھیجا
٤- "ہے" زاید

کر نظر ٹک[۱] غور سے فرزند آدم ایک ہیں
ہیں جہاں تک سب بشر صورت نہ گر ایک ساں[۲] ہے

جن نے جہد و سعی کر کر اُس کے تئیں دیکھا یہاں
جو گیا ملکِ عدم میں سو وہاں سلطان ہے

خاص ہی کا تج پہ روشن ہے گا درجہ اور عوام
مانگ لے اُس سے یہی[۳] جو دل میں ترے ارمان ہے

جا پہونچ[۴] جلدی سے تو بھی اب مکاں سے لامکاں
رخشِ ہمت آہ دل تیرا اگر جولان ہے

ہو نڈر اب ڈوبنے سے کود پڑ جا کر شتاب
ہو اُلوالعزم پیر جا دریا تو یہہ عمان ہے

یا الٰہا تو یدِ قدرت سے غفلت توڑ دے
بے شبہ یہہ جائے دنیا ہائے خارستان ہے

تو تصدق سے جیب اپنی کی جھلکاریں دیکھا[۵]
ہو تفضل اس گھڑی نہیں[۶] عقل یھاں[۷] حیران ہے

لے کرم سے کھینچ[۸] تو اپنی طرف اور وصل دے
نہیں تو یہہ عالم مرے پر بدتر از زندان ہے

جن[۹] نے پایا دید تیری دو جہاں میں مرد ہے
وو ہی تو طالع پر اپنے ہی سدا نازان ہے

کوئی مقصد ہم لے جاویں وھاں[۱۰] سے جلدی بہ باز
ہے جہاں چوگان بازوں کا ہی جو چوگان ہے

سرخ رُو کر کر اُٹھا تو صفِ عشاق میں
آبرو رکھ لے وہاں مردوں کا جو میدان ہے

آہ گلگوں پوش ہی ہے عشق کا گھائیل سدا
وہ تڑپتا روز و شب آنکھوں سے خون افشان ہے

امتیاز آقا پہ اپنے تو بھی ہو جا جاں نثار
بندگی میں دل سے جیسا قنبر و سلمان ہے

ڈوبتی بحرِ گنہ[۱۱] میں عمر کی کشتی ترا
بے شک و لاریب تو اُمت کا کشتی بان ہے

چھوڑ اُس در کو کدھر جاؤں میں اب فریاد لے
اے مرے شاہا تو ہی تو اب شہ شاھان ہے

ہوں مسافر آہ بے توشہ نہیں وسعت مجھے
کر گدا کا کچھ بھی ساماں بے سر و سامان ہے

رحمۃ للعالمین برحق جو ہے تیرا خطاب
اور شفیع المذنبین ہم پر ہر اک عنوان ہے

دیکھ دریا معصیت کا غرق ہونے کے سبب
دل تو اب اعمال اور افعال پر لرزان ہے

۱- ٹک : ذرا
۲- ایک ساں : یکسان
۳- یہی : ہی
۴- پہونچ : پہنچ
۵- دیکھا : دکھا
۶- نہیں : نہیں
۷- یھاں : یہاں
۸- کھینچ : کھینچ
۹- جن نے : جس نے
۱۰- وھاں : وہاں
۱۱- گنہ : گناہ

اب تو اپنی روسیاہی کا ہی سارا خوف ہے / دھو سیاہی منھ کو کر جیسا مہِ تابان ہے

شکر یہہ اُس کا ادا کر جس کا ہے حقِ نمک / نامِ والا ہی جسے تو رستمِ دوران ہے

بخشیو اُس کو شفا جلدی سے اے مطلق حکیم / پاس تیرے تو سبھی ہر درد کا درمان ہے

کیا تعجب ہے تری قدرت سے اے قادر رحیم / تندرستی آن میں دیوے کہ تو رحمان ہے

ہے ہمیں فریاد رس تیرا محمد سا وزیر / اور علی سا دادِ دہ شاہا ترا دیوان ہے

دو جہاں کی مشکلیں جلدی سے حل ہوں یا علی / اے مرے حاجت روا محسن ترا احسان ہے

چاردہ معصوم دل بے شک شفاعت خواہ ہیں / حشر میں ان سے ہر اک اُمت کا پشتی بان ہے

ان سے ہی کر ایک ہو جس کا شفیعِ دو جہاں / خوف نہیں اُس کے تہیں وو حشر تک خندان

دیو صلہ میری ہی مدّاحی کی تم آلِ نبی / دل تو اب کرنے ثنا خوانی پہ خوش شادان ہے

جاں فدا اپنے کو کیجو دو جہاں میں سرفراز / بے شبہ چودہ دَروں کا ہی تو یہہ دربان ہے

ارمغاں تیرے ہی لایق کچھ نہیں بہتر اللہ / جاں نذر لایا ہے تیرے گھر تو یہہ مہمان ہے

جو گدا جاوے کبھی شاہوں کے گھر مہمان ہو / اُس کی کیا عزت کریں اور اُس کی کیا کیا مان ہے

ایک قطرہ مجھ پہ چھڑکے فضل سے گر اے رحیم / آہ کچھ بحرِ کرم کا ہی نہ اب نقصان ہے

ہوں گدا اب مستحق اس خوانِ نعمت کا ترے / کیوں نمک خواراں میں ہوں جیسے یہہ نازل خوان ہے

ہے تمنّا منزلِ مقصود کو پہنچوں شتاب / گرچہ راہی راہ میں افتان اور خیزان ہے

راہ میں رہرو ہے کب سے بن قصورِ ضعف ہی / دیکھ اپنی ناتوانی اشک کا یاران ہے

رات دل[1] کیسی لگی ہنگاپو وصل کی / دل تو اس ہی فکر (میں[2]) پیچان اور غلطان ہے

جس نے غواصی کیا (ہے[3]) بحرِ اُلفت میں ترے / چشم سے اُس کی درِ شہوار ہی ریزان ہے

کاش ہر قطرہ جتن کر ہی ہر اک درِ یتیم / دودِ آہِ ابر سے باراں تو یہہ نیسان ہے

کر دلا بچپن ہی بیتوں پر قصیدہ اختتام
مدّعا قرآں سے تھا اور ختم بر قرآن ہے

۱- دل : دن   ۲- تشکیل "میں"   ۳- تشکیل "ہے"

قصیدہ در توصیفِ نواب آصف جاہ

(۴)

شکر صد شکرِ خدائے کارسازِ بندگاں
کس مزے سے پھر کیا دل ہائے عالم شادماں

ہو خوشی سے ہی صدائے تہنیت سب خلق نے
شاد ہو پہنچائے ہیں گے از زمیں تا آسماں

چو طرف خُرسندگی کے ابر نے بارش ہی کر
کیا منوّر سبز دِلہائے زمیں ہوئی بے گُماں

پھر نسیمِ صبحِ عیش آ کر گذر ہر دل پہ کر
خار و خس کو فکر کی لے کر اُڑا دی از جہاں

صاف ہور نگیں چمن دل کی ہے سب تازہ بہار
کیا شگوفے گل و غنچوں کے ہی لائے بردہاں

ہر زباں گُل ریز ہے اب وصفِ شاہنشاہ میں
حق سلامت تا قیامت رکھ اِسے شاہِ زماں

تیغ کی اُس کی صفت ہے شرق سے لے غرب تک
زور بازو سے ہی خود اشجع ترینِ اشجعاں

سیف کی توصیف کیا لکھے قلم بادو زبان
ہے عجائب تر یہی اعدا کُشِ گیتی ستاں

کیا ثنا کوئی کر سکے اُس کی فقط اس ملک میں
جس کی خوبی کا ہے شہرہ ہند سے تا اصفہاں

ہر طرف سے شاہ و شہزادے ہی اس در گہہ پہ آ
ہو مطیع منقاد حکم اُس کا بجالاتے یہاں

رکھیہ[1] ہمیشہ ہی اسے یارب تو باجاہ و حشم
شاد رہویں دوستاں ذلت نصیبِ دشمناں

ایک شب اس فکر میں نک[2] سو گیا میں امتیاز
یہہ صدائے غیب سے ہوئی نازل بہ جاں

کیا تفکّر ہے تجھے محفوظ وہ در حفظِ حق
شافیِ تحقیق نے اُس کو شفا دی ہے وہاں

سنتے اس مژدے کی میں یکبار جان و دل سے اب
شکر کے سجدے بجالانے لگا ہر ہر زماں

اے زباں اُس شاہ آصف جاہ ثانی کی ہی تو
ہو مؤدب کر ادب سے غسلِ صحت کا بیاں

جشن میں سب ساکناں ارض و سما کے شاد ہو
فیض بر ہو جس کی شادی سے ہی سارے انس و جاں

یہہ دعا دیتے ہیں یارب اب یہیں تو حشر تک
رکھ سلامت با ریاست آصفیہ خانداں

۱- رکھیہ : رکھ   ۲- نک : ذرا

توصیفِ نواب آصف جاہ

(۵)

نظامِ دکن شاہِ والا تبار
ہے زیب آورِ تخت وہ تاجدار

سکندر مثال و سلیماں عصر
ہے دارائے ثانی شہ نامدار

ہے آصف اسی دور کا بے شبہ
رعایا پہ ہے لطفِ پروردگار

ترحّم عنایت سے پروردہ خلق
کرم پیشہ ہے اور سخاوت شعار

شجاعت کے میداں میں جولاں ہو گر
تو اُٹھ جائے رستم دلوں سے قرار

ھژویر[1] ہمتاں ہو کے رُوبہ مثال
تو ہو جاویں آہو سے پل میں شکار

ہے جود و کرم سے ہی یکتائے وقت
وہ بحرِ سخاوت کا دُر آب دار

دکھایا ہے منھ آ کے نو روز نے
برنگ صندلی پر ہی ہو آشکار

ملبس ہوا رنگ سے داد گر
کرے کامرانی شہِ کام گار

مبارک یہہ نو روز شاہا تجھے
یہی اک تو کیا ہے ہزاروں ہزار

بہ عیش و طرب ہو بقائے حیات
قیامِ زمیں پر فلک پائیدار

رہے بہجت افزائے خاطر مُدام
مقاصد کے میداں پہ ہو شہسوار

بہ فتح و بہ نُصرت کرے سلطنت
جہاں تک ہیں اعدا[2] رہیں خوار و زار

نشست آ کے ہوتی ہے مجلس کی جب
ہے نادر تماشا عجائب بہار

ہیں محفل نشیناں مؤدب سرشت
خوشی سات[3] پھولا ہے کیا گلعذار

خدا رکھ سلامت یہہ بزمِ نشاط
مع نورِ چشماں ذوالاقتدار

ہے فدوی تو بندہ شہا امتیاز
کرم اور تلطّف کا اُمیدوار

۱- ھژویر : قابلِ تحسین و تعریف ۲- اعدا : دُشمن ۳- سات : ساتھ

توصیفِ نواب آصف جاہ

(۶)

ہو کوئی شاہِ شہاں یا محسن و جواد ہو
زیرِ فرماں ہو کے تیرا ہے مطیع منقاد ہو

دو جہاں کا ہو مقاصد بر ہی تو شاہنشہا
خاطرِ دل خواہ تیرے سب طرف سے شاد ہو

اب عنایت اور کرم سے ہی ترے سر پر شہا
سایہ گستر مصطفیٰ و آلِہ الا مجاد ہو

رہوے جاری تو ثنا ہی سب کے منھ سے حشر تک
کیا فرشتہ کیا پری اور کیا ہی آدم زاد ہو

پوچھنا کیا ہے گا اُس کی جاہ و حشمت کا اے دل
فضلِ حق سے یہہ ریاست جس کو مادر زاد ہو

جس طرح سے ہے بزرگی عرش کو رفعت کے سات[1]
سلطنت کو تیری ایسے طرز کی بنیاد ہو

ہے سکندر تو ہمارے عصر کا لاشک و ریب
عمر کا رشتہ ترے جیوں رشتۂ فولاد ہو

تو سلیماں وقت آصف کار فرمائے جہاں
عدل و احساں سے ترے سارا جہاں آباد ہو

داد دہ فریاد رس ہے نائبِ خالق صحیح
چاہیئے مخلوق پر تیرا کرم ایزاد ہو

ہیں جہاں تک انس و جاں مداح ہیں تیرے مدام
مدح میں تیرے غزل گر مج[2] سے ہی ایجاد ہو

کیا تعجب سب نمک خواروں میں ہوں کمتر میں ایک
گر عنایت سے مرے پر اس گھڑی امداد ہو

ملتمس کر کر جناب عرش رفعت میں کہوں
خواہشِ دل یہہ ہے بندے کی کہ اب آزاد ہو

تارکِ دنیا ہے دل واللہ نکیں[3] ہے کچھ خلاف
وصل ہوں مطلب سے جا کر تیری استمداد ہو

مدعا یہہ ہے کہ پہنچے کعبۃ اللہ امتیاز
حرفِ رخصت اب زبانِ خاص سے ارشاد ہو

۱- سات : ساتھ   ۲- مج : مجھ   ۳- نکیں : نہیں

۷

جب کہیں آتا نظر وہ چہرۂ گلنار سے
سلسلہ ہوتا ہے برپا آہ آتشبار سے

دیکھنے میں ہے مزہ یا کچھ دکھانا لطف ہے
جی میں آتا ہے کہ پوچھوں ساقیٔ سرشار سے

ڈرتے ڈرتے کہہ دیا کہہ کر کہا دیجو جواب
کچھ تو فرماؤ کہ تا معلوم ہو اظہار سے

سنتے ہی رو رو کہا سُن لے ارے غافل مزاج
مج کو آتی ہے ہنسی تیرے یہہ استفسار سے

جب تلک جس کے مزے سے آپ ہی واقف نہ ہوں
کیا مزے داری ہے اُس میں اب بتا تکرار سے

یہہ مۓ گلگوں تو وہ ہے جو مکاں سے لامکاں
پار کر دیتی ہے پل میں چرخِ کج رفتار سے

کفر یا اسلام ہو کعبہ ہی یا تو دیر ہو
مدعا تسبیح سے حاصل ہوۓ[1] یا زنار سے

مقصد اپنے پر نظر رکھنا جہاں سے ہو حصول
بحث کرنے سے گذر اقرار سے انکار سے

مرشدِ وقت نے کیا ارشاد اُس کے رمز سُن
سب جہاں کے سارے میخواروں کے اُس سردار سے

یہہ نکاتیں سُن کے یارو جلد جا چوما قدم
راہ بر سمجھا اُسے دل کی زباں اقرار سے

امتیاز آوے جو کچھ دل میں ترے سو تو بھی کہہ
بندہ گی حاصل کیا میں خانۂ خمار سے

دین و دنیا سے گذر کر جب ہوا ثابت قدم
تب مبارک باد آئی ہے در و دیوار سے

پھر مُغاں نے ہی سمجھ اپنا کیا میرے پہ لطف
مغبچے ہو مہرباں واقف کیئے اسرار سے

رمزداں ہی ہو گیا بھیدوں پہ اُس کے ایک ایک
پھر تڑپ کیسی ہوئی ہے اُس کے بن دیدار سے

رہنماؤں نے لے جا کر شاہِ معشوقاں کے پاس
باریابی کر دیئے یک آن میں دلدار سے

دیکھتے ہی ناز اور عشووں کی وہ جلوہ گری
دل نے تب کیا کیا مزے لوٹا ہے اپنے یار سے

ہوئی مریضِ عشق کو دیدار سے بے شک شفا
کیا تراشِ غم ہوئی ہے دیکھیو غم خوار سے

ہے رجا اتنی کہ بحرِ عشق میں ہو کر غریق
جس گھڑی ہو جائیں ہم دنیاۓ دُوں مکار سے

ہم کو تو اس کے سوا کچھ یادگاری ہی نہیں
گر کرے کوئی یاد پڑھ کر شعر و یا اشعار سے

چوک میں دنیا کے کیا ہے گا تماشا[2] ہیں اے دل
کچھ خریداری ہی کرتے آہ اس بازار سے

۱- ہوۓ : ہو　　۲- تماشاہیں : تماشے

(۸)

گھر چھوڑ کے پھرتا ہے تو بھولا ہے کدھر کو
آیا ہے جہاں سے ہی تو چل پھر کے اُدھر کو

کیا بیٹھنا لازم ہے تغافل سے ارے دل
جانا ہے تجھے ملکِ عدم کے ہی سفر کو

گر سازِ سفر ہونا شتابی ہے تو رہرو
دھو ڈال کے اب دل ستے[۱] سب خوف و خطر کو

یہہ گنبدِ جادوئی نما ارض و سما ہے
جو کچھ ہے یہہ اس بیچ سمجھ دیکھو فکر کو

کیا کاٹنا اس شب کا پڑا ہے ہمیں مشکل
جانا ہے مکاں اپنے کے کتیں[۲] وقتِ فجر کو

لایا ہے عجب پیکِ اَجل خطِ بولاوا[۳]
سیاہی پہ سفیدی ستے اسرار کے سر کو

جس ہاث[۴] سے دھوئے گئیے یہہ بال سیہ[۵] جنیوں
کرتا ہے نقارہ جیسا کوئی کوچ سحر کو

معلوم ہوا یہہ کہ اشاراتِ اَجل ہے
کرتی ہے جو ویران یہہ لاکھوں ہی کے گھر کو

مطلع ہی مرے منھ ستے اب ہائے رواں ہے
کر ٹکڑے ہی کہتا ہوں میں اب سے جگر کو

لیکن ہے ابوالبشر سے تا فخرِ بشر کو
اور سارے حسینوں میں شہِ شاہِ مصر کو

لاکھوں و کروڑوں کو زمیں بیچ کھپائی
ویرانے بنا دی ہے ہر اک ملک کو شہر کو

جس دن سے کہ آباد جہاں کو کیا اللہ
اُس دن سے لگایا ہے عجب موت کے ڈر کو

کیا بھید رکھا بود سے نابود میں صاحب
ہرگز نہ کیا واز کسی پر یہہ خبر کو

مُنھ جن کے منوّر تھے زیادہ ہی قمر سے
کر حق میں محاق اُن کے کیا آہ قبر کو

انسان گئیے پر ہی نظر آیا ہے مشکل
ہے چھوٹ گہن سے ہی دوبارہ تو بدر کو

ویسوں کا نشاں نام زماں[۶] نے رکھانا
جن پر ہی جو انعام کیا تخت و چتر کو

دو مطلع[۷] ہی کیا بر محل آئیں ہے زباں سے
منصف کر عزیزو ذرا انصاف نظر کو

کرتے تھے جو گفتار سے شرمندہ شکر کو
اور منھ سے خجل کرتے دیکھا[۸] مہر و قمر کو

۱- ستے : سے ۲- کتیں : تئیں ۳- بولاوا : بلاوا ۴- ہات : ہاتھ

۵- سیہ : سیاہ ۶- زماں : زمانے ۷- مطلع دوم ۸- دیکھا : دکھا

اب کوئی بتادے وو گئیے ہیں گیں کدھر کو
چلنا ہمیں بالفرض ہے سب گئے ہیں جدھر کو

مت پھنسیو[1] کوئی جال میں دنیا کے عزیزو
ہر چند دیکھاوے[2] ہے یہہ اب کرو فر کو

نا بھولو کوئی ناز و عشوؤں پہ جو اُس کے
باور کہیں کرتے بھی ہیں عورت کے مکر کو

کیا اس ستے[3] حاصل ہے مگر یہہ کہ جو دولت
خاطرِ میں کہیں مرد بھی لاتے ہیں گے زر کو

آتی ہے اگر عقد میں جس کے ہی یہہ مُردار
دے لَت اُسے بوجھے ہے یہہ کٹے سے بتر کو

آخر تو اِسے چھوڑنا اے ہم نفسو آہ
ناحق یہہ مچائے ہو پھر اس شور و شر کو

اتنیاز ڈرے کیوں ہے بتا موت سے جلدی
کر اپنا وسیلہ ہی تو شافیٔ حشر کو

ڈرتا نہیں مرنے سے ولیکن یہہ خدا نے
ڈالا ہے جگر بیچ یہہ حسرت کے شرر کو

یہہ نخل ہمارا بنا مرجان کا یا سرو
ڈھونڈے جو دوا کے ہی لیئے اس میں ثمر کو

ہرچند نہ پاوے کوئی اب برگ یا بَر ہی
رکھتا ہے جہاں میں کوئی کیوں ایسے شجر کو

دنیا میں خلیفہ نہ ہمارا ہے بجز نخن
جاویں گے تو ہم چھوڑ (کے[4]) یہہ عالی گہر کو

اس طفل کو آفت ہی نہیں دورِ فلک سے
کچھ ڈر نہ قیامت تلک اب اس کی عمر کو

۱- پھسیو : پھنسیو ۲- دیکھاوے : دکھاوے ۳- ستے : سے
۴- تشکیل "کے"

مثنوی

(سوانحی حالات)

یہہ موسم ہے اے ساقیٔ گلعذار
یہہ موسم ہے اے ساقیٔ نو بہار

یہہ موسم ہے اے ساقیٔ ماہ رُو
یہہ موسم ہے اے ساقیٔ مشک بُو

یہہ موسم ہے اے ساقیٔ خوش ادا
یہہ موسم ہے اے ساقیٔ دل ربا

یہہ موسم ہے اے ساقیٔ سبز رنگ
نہ رہ مج سے اب سخت دل مثلِ سنگ

یہہ موسم ہے اے ساقیٔ خور خُو
یہہ موسم ہے کچھ ہم سے کر گفتگو

یہہ موسم ہے اے ساقیٔ خوش لباس
نزاکت سرشت و معطّر ہے باس

خدا واسطے آشتاب اب یہاں
کہ تا جان پاؤں کہ ہوں نیم جاں

خدا واسطے تو نہ ہو اب غضب
کہ ہوں بے قراری سے میں جاں بلب

ذرا تو مرے دل کی شورش کو سُن
مسافر ہوں دل خستہ و بے وطن

نکوئی ہے مرا ہائے ہھاں[۱] غم گسار
نکوئی ہے مرا اس جگہ ہم دیار

نہ وہ دلرُبا ہے نہ ہے کوئی رفیق
نہ ہم درد اس حال پر کوئی شفیق

نہ کوئی یار و غمخوار ہے ہھاں مرا
نہ ہے پاس میرے نگار اب مرا

نہ ہے خویش ہھاں اور نکوئی اقربا
ہوں بے چین میں دُور ہے دلرُبا

خدا کی قسم ہے کہ تو غم کو سُن
گہر اشک کے جلد دامن سے چُن

قسم ہے تجھے اب نبی الہدا
کہ ٹک[۲] کان دھر[۳] سُن مرا ماجرا

قسم ہے تجھے مرتضیٰ کی مرے
قسم تج کو خیر النساء کی مرے

قسم ہے تجھے میرے حسنین کی
قسم ہے مری جان بے چین کی

قسم تج کو زین العبا کی اے یار
کہ ہوں بے وطن چھوڑ اپنا دیار

۱- ہھاں : یہاں   ۲- ٹک : ذرا   ۳- دھر : رے

قسم ہے تجھے باقرِ راہ بر
قسم تج کو جعفر کی ہے سربسر
قسم تج کو موسیٰ کاظم کی ہے
قسم ویسے شافیٔ اعظم کی ہے
تجھے ہے گی شاہِ رضا کی قسم
وو ہادیٔ راہِ ہُدیٰ کی قسم
قسم ہے گی شاہِ تقی وہر کی
وو صاحب کرم جود کے بحر کی
تجھے ہے امامِ نقی کی قسم
پھر اُس پر حسن عسکری کی قسم
تجھے ہے امامِ زماں کی قسم
ہے بے شک شہ دو جہاں کی قسم
ہے مہدی و ہادی شہ نامور
شفیعِ قیامت جو ہے سربسر
اسی چھاردہ تن کی تج کو قسم
تلطّف مُدارا سے کچھو کرم
تجھے بھی تو آخر انہوں سے ہے کام
تو ہو قدرداں مج سے اے نیک نام
انہوں کی تو کافر بھی مانے ہیں آن
ارے بے وفا ٹک[1] تو ہو مہربان
نہ حسنِ و جوانی رہے گی سدا
نہ انکھیلیاں مج سے کر خوش لقا
غرورِ جوانی کو کر برطرف
ذرا ہو کے غمخوار آ اس طرف
ہیں سب عاشقاں جاں تُہیں[2] پاک باز
قسم ہے یہہ سب کی تجھے دل نواز
تجھے حسنِ یوسف کی سوگند ہے
پھر عشقِ زلیخا کی سوگند ہے
زلیخا کی اُس کج نگاہی کی سُوں[3]
ہے یوسف کی اُس بے گناہی کی سُوں
مسلسل تجھے زلفِ لیلا کی سُوں
ہے مجنوں کی اب وائے ویلا کی سُوں
ہے فرہاد کے سر چڑانے کی سُوں
ہے شیریں کے اُس تملانے کی سُوں
قسم عاقلوں کی تجھے عقل کی
قسم ناقلوں کی تجھے نقل کی
تجھے شور رندوں کی غوغا کی سُوں
تجھے مئیے کشوں کی تمنّا کی سُوں
یہہ مستوں کی اب ہا و ہو کی قسم
تجھے مئیے کی ہی رنگ و بُو کی قسم
تجھے خُم کے ہی جوش ہونے کی سُوں
یہہ رندوں کی اب ہوش کھونے کی سُوں

۱- ٹک : ذرا ۲- تُہیں : تو ہی ۳- سُوں : قسم

تجھے ہے مُغاں کی مطانت[1] کی سوں　　تجھے اس کی تمکیں لطافت کی سوں
تجھے مغبچوں کے اکڑنے کی سوں　　یہہ مستوں کی جاجا پکڑنے کی سوں
تجھے اپنے مینا کے سر کی قسم　　ہے صہبا کے جان و جگر کی قسم
قسم تج کو لوہو[2] کے ہی جام کی　　عقیقی بلوریں و گُلفام کی
صراحی کی اب خوش تراشی کی سوں　　ہے ساغر کی مینے کی تلاشی کی سوں
تجھے ارغوانی کی سرخی کی سوں　　تجھے زعفرانی کی زردی کی سوں
قسم تج کو مینے کی کہ ہے رنگ رنگ　　تو کر دُور مج[3] سے ہی اپنے یہہ ڈھنگ
مجھے بھی دے ساقی پیاپے وہ جام　　کہ جس جام سے میں بنوں شادکام
کہوں بے خودی سے میں سب رازِ دل　　ارے بے رحم مج سے یک دل ہومل
تجھے تو کہیں مل کے سب غم تراش　　معالج ہوکر غم جگر کا خراش
شتاب آ کے محفل میں ہو جلوہ گر　　ترے بن تو ویراں ہے دل کا شہر
شتابی سے اوجڑ[4] کو آ کر بسا　　تسلّی دلاسا دے سُن ماجرا
تجھے اس سفر میں ارے دل کے سنگ　　مرا دردِ سر دیکھ اور زرد رنگ
ارے مفلسوں پر بھی رکھ اپنا پیار　　کبھی تو ترے ہم بھی تھے یار و غار
میں اس مفلسی پر بھی اب شاہ ہوں　　قناعت کے افلاک پر ماہ ہوں
خزانوں سے کس کے مجھے کام نئیں　　بغیر از دل آرام آرام نئیں
مرے دل سے اب چین کھویا گیا　　یہہ کیوں تخمِ غم آہ بویا گیا
ہزاروں درخت ہائے اوگتے[5] یہاں　　ثمر غم سے پُر بار جھکتے ہیں ہاں
خوشی کا گلستان ویراں ہوا　　میں اس غم سے افسوس حیراں ہوا
کہاں امتیاز آہ خامے کو ہے　　کہ وو دو زباں سے یہہ سب غم کہے

۱- مطانت : متانت　۲- لوہو : لہو　۳- مج : مجھ
۴- اوجڑ : اُجڑ　۵- اوگتے : اگتے

نہ برداشت ہے دل کو غم کی اے یار
شب و روز کب تک رہوں اشک بار

ہے اوّل مجھے اس سفر میں یہہ غم
کہ تنہا ہوں میں ہے بڑا یہہ ستم

پھر اُس پر بھی اب تندرستی نہیں
یہہ اعضا کو غیر از شکستی نہیں

نکوئی پوچھتا حال میرے کو اب
یہہ شب تو کٹی آہ و افغاں میں سب

کہ راتوں کو بیداریاں ہیں مجھے
یُہیں آہ و فریادیاں ہیں مجھے

نکوئی منھ دکھاتا ہے آ دوستدار
نہ کہتا کوئی کیوں تو ہے بے قرار

کسی کو مری آہ و زاری سے کیا
کسی کو مرے اشک جاری سے کیا

جو کوئی دوست ہو دل اُسی کا بُھنے
یہہ حالت مری دیکھ وہ سر دُھنے

مِرے حال پر غور فرما ہے کون
حقیقت اذیّت کی سُنتا ہے کون

مِرے لطف فرما تو سب دور ہیں
تبھی بحرِ غم میں نپٹ[1] شور ہیں

بیاں اس سفر کا میں کیا کیا کروں
ہر اک دَم کی ایذا کو کیوں کر لکھوں

قلم کے تھکے پانوں چلنے ستے[2]
یہہ کاغذ ہے کیا تاؤ جلنے ستے

لگی آگ قرطاس کی جان میں
قلم سر کٹاتا ہر یک آن میں

قلم کو کہاں تاب جو لکھ سکے
مفصّل بیاں دل کا کچھ کہہ سکے

رہا نہیں[3] ہے مجھ میں ذرا امتیاز
ہے مشفق کہاں جس سے کہیئے یہہ راز

تو بہتر ہے اب دوسری کیفیت
رقم ہی کروں اُس کی سب سرگذشت

سنو ہائے اے غم چشیدو یہہ بات
غم و درد آمیز ہے یہہ نکات

سنو ہائے اے غم کشیدو یہہ درد
بھروسُن کے تم دَم بہ دَم آہ سرد

کہ آنکھوں سے اب مِہ[4] برسنے لگا
تڑپ کر مِرا جان جانے لگا

نہ طاقت زباں کو کہ وہ گفتگو
کرے کچھ بھی تقریر جو ہُو بہ ہُو

۱- نپٹ : زیادہ   ۲- ستے : سے   ۳- نہیں : نئیں
۴- مہ : مینہ، بارش

اوٹھا[1] کوہِ غم سے یہہ ابرِ ستم — بہ شدّت ہی برسا ہے بارانِ غم

مصیبت کے دریا کو طوفاں ہوا — میں ایسی قیامت سے لرزاں ہوا

گئی ڈوب ہی دل کی کشتی جو ٹوٹ — جمع کر سکے کیوں پڑی آ کے پھوٹ

خرد صبر فہم و فراست لُٹا — میں ملکِ جنوں کی ریاست کیا

اُٹھا وادیٔ اب ستم سے غُبار — پُر اندوہ جور و جفا آشکار

پڑا دیکھ دل پر یہہ بارِ الم — فلک بھی مرے غم سے ہے پشت خم

فلک کی دو آنکھیں جو ہیں مہر و ماہ — بکھیرا ہے رو رو ستاروں کو آہ

فرشتوں نے پوچھے ہیں رورو ہو دنگ — ارے آسماں سچ کہو کیا ہے رنگ

کہا بے قراری سے اُن نے بھڑک — اُٹھا شور و افغاں سے ایسا کڑک

گرجنے سے جس کے یہہ کاوی زمیں — تو سُن تلملا اور لرزی دوہیں[2]

لرزنے سے ساتوں طبق کھلبلا — کہ بھونچال آیا ہوا غُلغلا

زمیں کانپ گئی ہو درخت برگ ریز — سمایا ہوا چو طرف حشر خیز

جلا دل کی حسرت کی آتش نکال — کیا آسماں برق اظہارِ حال

نکالا دھواں دل کا باندھا ہے ابر — چھڑا کے چھڑا چھڑ گیا آہ بھر

جسے ابر سمجھو سو دل کا غبار — جسے مینہ جانو تو ہے اشک بار

دیا تب فرشتوں کو رو رو جواب — کروں کیا بیاں اب نہیں مج میں تاب

نہایت شکیل و جمیل یک جواں — کہ تھا چشمِ آہو وو ابرو کماں

بنا کر وو آنکھوں کے دوروں[3] کے پھاند[4] — لگا لاوے لیا (کر[5]) محبت کا باند

ہر یک صید کا وو ہی صیّاد تھا — جو بیدادیوں کا وو ہی داد تھا

وو تھا نازنیں حور خو خوش مزاج — نہایت نزاکت سے نازک مزاج

١- اوٹھا : اُٹھا
٢- دوہیں : دہیں
٣- دوروں : ڈوروں
٤- پھاند : جال
٥- تشکیل "کر"

قدِ سرو تھا باغِ جانِ جہاں | جسے دیکھ خوش تھے زمین و زماں
کہ عین جوانی کی اُس پر بہار | وجاہت پہ اُس کی جہاں بے قرار
تکلّم تبسّم سے آمیز تھا | وو ہر نکتہ اُس کا دل آویز تھا
صفِ قابلوں پر ہی لایق تھا وو | جمع خوبیوں کا ہی لایق تھا وو
ہر یک بات اُس کی کمند ہر گلو | یہہ جرأت کہاں کوئی کرے گفتگو
نہ طاقت کسی کو کچھ اپنا فن | کرے تا کہ اظہار اُس میں سخن
کرے بند اُس کو ہر یک بات پر | وو شاہِ سخن اُس کا دے مات کر
کمیت شعر کا ہی تھا شہسوار | سخن کے اقالیم کا شہر یار
کہ تھے شعرا اشعار کے کل وہاں | ہزاروں ہیں رنگ کے وو تازہ بیاں
اوسی[1] نے کیا شعر ہی آب دار | تھا عرصے میں شعرا کے چابک سوار
وو سب خوبروؤں میں تھا نامدار | کہ تھا کشورِ حُسن کا تاج دار
شبابِ گلستاں ہوا نوبہار | عجب سبز و سیراب وو گلعذار
کہ تھا نازنیں خوش شکل نوجواں | رکھے تیرِ مژگان و اَبرو کماں
کہ جس کی نظر اُس پہ جا کر پڑے | وو کر آہ بے تاب ہوکر پڑے
کہے آکے حسرت میں اے ذوالجلال | زمیں پر یہہ نکلا ہے بدرِ کمال
کہ ہے نازنیں خوش شکل نوجواں | کہ قربان تھی جس پہ عالم کی جاں
عجب خوش ادا تھا نزاکت مآب | وو سب ماہ روؤں کا تھا آفتاب
اُسی کا تو خوان[2] تمنّا تھا نام | اَسد تھا علی کا تھے روباہ رام
حَسین و عجب نازنیں خوش جواں | کہ جس پر ہوں آنکھوں سے میں خوں فشاں
کہ اعلیٰ و ادنا[3] سبھی مل مجھے | بُرا میری گردش کو سب نے کہے

۱- اوسی : اُسی ۲- خوان : خاں ۳- ادنا : ادنیٰ

جو گردش سے اِس چرخ کی وہ جواں ہوا ہائے زیرِ زمیں مہ نہاں

زمیں گود میں اپنی لے کر ہی ہائے نہ کچھ عار کر شہ جواں کو سُلائے

نہ پھٹ کر زمیں کا کلیجا گیا کہ جس وقت ایسا یہ جا سو رہا

بنائی تھی اپنی میں وو خواب گاہ اُسے کیوں سُلائے کہو ہائے آہ

فلک نے کہ جس کا کیا ہو یہہ غم تو پھر پُوچھنا کیا ہے میرا اَلم

مِرا قرۃ العین وو خوش خصال میں عاشق وہ معشوق صاحب کمال

ہے تاریک آنکھوں میں سارا جہاں تڑپتا شب و روز ہے گا یہہ جاں

کیا ہے گا فرقاں میں رب عالمیں کہ تحقیق ان اللہ مع الصابرئیں

تو صابر صبر کر کے ہو امتیاز کہ بندہ ہے جس کا وو بندہ نواز

کہوں کس سے میں یا علی درد و غم جو کچھ چرخِ کج رَو دکھایا ستم

کہ ایسے میں پہنچے مدد آپ کی تو ٹھیرے گی طاقت مرے تاب کی

وگرنا ہے لغزش میں اب صبر پا مرا ہوش رخصت ہو مج سے چلا

مرا عشق ہے سال چھتیس کا سو برباد پل میں یہہ کیا گیا

بجز ذاتِ والا کے شاہِ اُمم کروں کس سے میں شرحِ دل کا الم

کروں کس آگہی[1] (میں[2]) فریاد و داد وو دے داد دل کو کرے کون شاد

جہاں میں تو کوئی نہ آیا نظر سوا ذاتِ عالی کے اے داد گر

مرا داد دہ تو ہی دل کا علیم ذرا غور کر کیا ہے ظلمِ عظیم

کہ اس چرخ کو چرخ دیو یا علی کرو دُور گردش برائے نبی

کیا شیشۂ دل کے تئیں پیس چُور اُٹھا جوش کر دل میں غم کا وفور

مشقت برس ہائے چھتیس کی سو یکبارگی ہائے دھوئی گئی

۱- اگہی: آگے ۲- تشکیل "میں"

جگر کے ہی دریا کو طوفاں ہوا　　جہاز آہ دل کا ہی لرزاں ہوا

گئی ٹوٹ ہی ہائے کشتیٔ جاں　　ہُوا غم کے دریا کا غوطہ زناں

مرے دل پہ ڈالا ہے کوہ ہائے غم　　یہہ حسرت سے کیا کیا کیا ہے گا ظلم

اگر ابتداً سے کہوں ماجرا　　تو داناؤں کا نا ہوش رہوے بجا

کیا چال کج رو سے کیسا عذاب　　جو آیا خمِ دل سے غم کی شراب

ہوں سرشار میں دمبدم زیاد تر　　گزک ھوئے ہمیشہ ہی لختِ جگر

کہ اوّل جدائی کیا باپ و ماں　　سوا برس کی بے شبہ تھی یہہ جاں

تو پائی اُسی عمر میں ماں نے فوت　　دی خلعت بسیرے کی جب آکے موت

موئی تو ہوا ایک عالم پہ غم　　مرے پر جدائی کا غم تھا ستم

دو چھُٹ پن[۱] میں کیا کیا چھوٹھ[۲] جان　　رہا ہوگا کس طور گریہ کُناں

قیامت ہر اک آن ہوگی مجھے　　ارے چرخِ کج رو کہوں کیا تجھے

ترے ہات کیا آیا اس جور سے　　ذرا فکر کر دل میں کچہ غور سے

تجھی سے عداوت پہ باندھا کمر　　نہایت کو کیا ہے کہاں ہے خبر

ہوا پرورش ہائے غیروں کے سات[۳]　　ہوئے اُن پو دن عید شب برات

کیئے پرورش وہ تو چاؤں[۴] کے سات　　رکھے دائیاں نیک اور پاک ذات

ولیکن نہ میں ذُود[۵] کس کا پیُوں　　فراقِ جنی ماں سے ہر دم جھروں

کیئے پرورش وہ جو پالی تھی ماں　　زر و مال کیا تھا تصدق تھی جاں

نہ اولاد تھی اُن کو اور آل تھی　　دو ہوتے تھے صدقے یہہ دیکھ حال ہی

تڑپنا وو رونا مرا کام تھا　　نہ یہہ مج کو معلوم انجام تھا

سبھی گھر کے تھے لوگ بے صبر و تاب　　کسی سے نہ دیکھا یہہ جاتا عذاب

۱- چھٹ پن : بچپن　۲- چھوٹھ : چھوٹی　۳- سات : ساتھ

۴- چاؤں : لاڈ پیار　۵- ذود : دودھ

تو لے ہاتوں ہات اور جھولے جھلائیں ۔۔۔ وو خود آپ جاگیں سبھوں کو جگائیں

بنا آگے ضد ہی سے نازک مزاج ۔۔۔ چلے ضد کے آگے نہ کس کا علاج

ہو ناچار جو کچہ کہوں سو سُنیں ۔۔۔ کروں میں تو جو سو سبھی وو کریں

ہوا جب شروع آ کے سالِ پنجم ۔۔۔ تو سونپے معلّم جو تھے خوش رقم

وو بسم اللہ جب دھوم سے میں پڑھا ۔۔۔ ہوا اِسمِ اللہ مرا رہنما

ہوئے چند روز اس کسب میں جو صرف ۔۔۔ وو قسمت کے حاصل ہوئے جتے حرف

پڑھا اور لکھا کر ہی قابل کیئے ۔۔۔ گویا چرخ کجرو کو قاتل کیئے

مرے پالنے میں کیئے نا قصور ۔۔۔ ہزاروں اُٹھائے وہ دل کر کے چُور

جو لازم تھا عمداؤں کی نسل کو ۔۔۔ نجیبوں امیروں کی اولاد کو

کیئے پرورش وو اِسی طور سے ۔۔۔ کمر چرخ باندھا تبھی جَور سے

اگر پالتے وو کمینوں کے طور ۔۔۔ تو شاید کہ یہہ چرخ لاتا نہ دور

مجھے اپنی گردش میں کیوں پیتا ۔۔۔ یہی بیرِ مکار پشتِ دوتا

وہ کیوں کر جو اس طور پالیں مجھے ۔۔۔ ہزار آفتوں سے لیئے تھے مجھے

وو[1] غم باپ و ماں کا مجھے بے شمار ۔۔۔ قبیلا ہی میرا تھا کچہ کم ہزار

تھے سب خویش غیور اور اقربا ۔۔۔ غضب ناک عمدہ سبھی جابجا

کہوں کیوں نہ میں جورِ افلاک سے ۔۔۔ چھڑایا یہہ ملک وُ املاک سے

کچہ یک اقربا آ کے ملنے لگے ۔۔۔ وو نو سال کے بعد باپ آ ملے

رہی نا شنا سائی اُن کی مجھے ۔۔۔ کہ قبلہ ہے میرا یہہ کوئی غیر ہے

و لیکن اُنہوں کا تو لختِ جگر ۔۔۔ میں تھا قوّتِ جان نُورالبصر

فدا دمبدم مجہ پو کرتے تھے جان ۔۔۔ وو قربان ہوتے تھے ہر آن آن

۱- و : اور

غرض کیا کہوں اتنی مدت کا غم | کہ اس سے ہوا مجھ پہ کیا کیا ستم
مقدّر کا تھا جتنا لکھا پڑھا | تکاور جوانی پہ جب جا چڑھا
لڑکپن سے یہہ شوق دل نے کیا | یہہ کچھ شعر و اشعار کا مشغلا
لیاقت تو کیا شعر کہنے کی تھی | ہوس یوں ہی چپ کہنے سُننے کی تھی
فراست کدھر شعر فہمی کی ہائے | یہہ ہو حوصلہ جس کا وہ کیا بنائے
نہ کچھ زمرہ ہائے شعرأ کے ہوں | نہ کچھ سلسلہ میں ہی عُقلا کے ہوں
سبب بحث کی ہی نہ کس کی کیا | نہ یہہ نامداری کا نغمہ لیا
سمجھ ناقصِ عقل نے یہہ شکل | کہ دودِ دل سوختہ جائے نکل
کیا کلّم الناس حق نے عیاں | علیٰ قدر عقولہم کا بیان
کرے نامہ اعمال کوئی سیاہ | کیا برس چھتیس اس میں تباہ
ولیکن تو محنت یہہ برباد گئی | جو بر[1] عرشِ عُلا تک ہی فریاد گئی
کِرم موش نے سب کو اغذ ہی کیا | نہ اُن کا ہی نام و نشاں کچھ رہا
ہو ناچار اس دہر سے برق وار | تو کر رخش قرطاس خامہ سوار
یہہ کر جلد جولان و چابک خرام | تو دیوان کو ہی دیا انتظام
پڑے اس پہ قاتل[2] کی گر آ نظر | کرے نکتہ چینی نہ اس کی مگر
ظرافت سے گویا کرے نازباں | یہہ بندہ ہے کم وسعت و ہیچمداں
نجیبوں سے ہے گی رجا یہہ تمام | کہ اصلاح دے کریں اس کا نام
وگرنہ ہے بے عیب ربُ العلأ | ہے بندے کی جرأت وقدرت یوکیا
تکبر کا لایق سزاوار حق | نمود ہے کیا جن نے چودہ طبق
کہ ہووے مدد نکتہ سنجوں سے گر | کدورت کو دھودیں جو لے آب زر

۱- "بر" زاید ۲- قاتل : قابل

کریں گرچہ خامے کو گوہر فشاں   نہ ہوگا ہی اجر تو رائیگاں

اگر ہو بزرگوں کا لطف و کرم   چھڑکنے سے قطرہ نہ دریا کو غم

نصیب امتیاز اب تجھے ہو یہہ ہی   ہووے وصل حق ہی بحق نبی

مناقب قصائید مدح جو لکھا   مخمس دگر ریختہ جو ہوا

ہیں تعداد ابیات دیوان جو   ہوئے دو ہزار ساٹھ اور ایک سو

کیا سن ہے ہجری کو میں جب عیاں   ہوئے یک ہزار دو سو پہ بارا ہے جاں

مرتب تو دیوان اتنا ہوا   دو پیش از لکھاوے ہے کیا کبریا

مطیع اور منقاد حاکم کا ہوں   لکھاوے دگر خوب یا کچہ زبوں

مرا کلک محکوم ہے مُشک بار   دو خر مہرہ لکھے یا دُر شاہوار

یہہ ہے فکر غوطہ زنِ بحرِ جاں   تہی بات آوے یا گوہر فشاں

بھلا جو ہوا سو ہوا لطف سے   تو پھنیں[1] بزرگاں نظر مہر سے

کہ اوّل تو تھا لُطف بُن امتیاز[2]   مُبدّل ہوا کیوں چھپا کر ہی راز

تو ہو باغباں نخل بند گلعذار   چلا ہے مگر چھوڑ کر یادگار

ہے مقصد یہی جان و دل کی مراد   بزرگوں سے ہو آفریں رُوح ہو شاد

نہ کوئی ہے خلیفہ نہ کوئی جانشیں   مُشبہٗ یہہ دو حرف نقشِ نگیں

ہمارے سے یہ یادگاری رہے   تو قابل کوئی دیکھ رحمت کہے

کہ خوانندہ پڑھ کر کہے آفریں   تو شاید کہ ہوں مغفرت سے قریں

اگرچہ گنہ گار ہوں بس عظیم   یہ مرا تو رب ہے غفور و رحیم

شفیع مجھ کو ہے چاردہ تن کی ذات   بحقِ محمد علیہ الصلوات

یہہ لاویں فہم میں ہی دانائے راز

کہ کیوں لُطف سے بن گیا امتیاز

١- پھنیں : پھیریں   ٢- تشکیل "امتیاز"

رُباعیات

کیا زباں کا ہوگیا اوراد بسم اللہ کا
رات دن دل سے مسافر ہوں گا میں پا در رکاب
جانِ زائیر بن گیا احمد کی ہی درگاہ کا
طوف کرنے مرقدِ حضرات کی اب راہ کا

زلفِ بل دار کو اپنا نہ دینا سو دیا
دوستو دیکھو گیا آن بنی ہے جی پر
سر پہ یہہ کالی بلا ہائے نہ لینا سو لیا
عشق کا زہر بھرا جام نہ پینا سو پیا

محتسب شیشۂ مئے چھین اگر پھوڑے گا
ناصحا کیوں تو بکے ہے کہ قبول آزادی
کچھ خبر ہے گی تجھے عرشِ خدا توڑے گا
قید کو کاکلِ مشکیں کی نہ دل چھوڑے گا

جو کچھ کہ تو جو رکھے ہے نگار کیفیت
جہاں کے نشہ خوروں میں نہیں وواب تک آہ
کہاں بتانِ دکھن میں وو بار کیفیت
تری جو آنکھ میں دیتا خمار کیفیت

پس دیوار ہو مہ رُو کے کیا نالہ بلند
ہم سے خونیں کفنوں کا ہی نشاں دینے کو
آہ کی بنیاد سے جو گرد کیا ہالہ بلند
داغ کہا سرکوز میں سے ہی (کیا)[1] لالہ بلند

ترے غم میں ہم نے کیئے خوں فشانی لباس
ڈھلائیں آنکھوں سے آمیز کر اشکِ خوں
چھڑ کوا کے لوہو[2] جگر سے یہہ جانی لباس
نمایاں اُسے کر گئے ارغوانی لباس

آہ کیوں کرتے ہو یاروج سے دیوانے پہ ضبط
گندمی رنگوں کی اب مہر (و)[3] محبت میں صریح
چل نہیں سکتا ہے میرا جب کہ غم کھانے پہ ضبط
کچھ ہی ہوسکتا نہیں ہے دل کے پس جانے پہ ضبط

۱- تشکیل ''کیا''   ۲- لوہو : لہو   ۳- تشکیل ''و''

نزاکت ناؤں کا مائل ہوا دل
کیا دو جہاں میں یہی کام بہتر

تبھی[1] سے تو کیا خوب گھائل ہوا دل
کہ فعلِ عشق پر آج فاعل ہوا دل

شرح سوز دل اگر میں جس گھڑی انشا کروں
مو بہ مو بھڑکے مرا جاہوں کہوں کچھ غیر سے

دو جہاں کا بھید یک دم خلق پر افشا کروں
شعلۂ واز حضرت معشوق جب برپا کروں

نہ میں نہ دلبر و ساقی کے اب نکاتیں ہیں
تو کچھ بی[3] مخزنِ لب لعل سے دلاوے گا

کچھ اک بہار کے دن ہیں سو یوہیں[2] جاتے ہیں
کیا یوں ہیں[4] باو پر عاشق کے اب براتے ہیں

خوش قدوں پر گر نظر نے ہی قیامت من سے کی
دیکھتے اوس[5] مو کمر آہو نگہ کے غم سہے

جیسا خوں فرہاد کا مشاطہ کس کس فن سے کی
بال سا باریک کر کیا کیا سیاست تن سے کی

چلا کر تیر مژگاں کو بھلا ابرو کماں تو نے
کہاں یہہ کون ہے جو اس طرح سے جان دیتا ہے

کیا ہے دل ہمارا صید ناحق نوجواں تو نے
گلی میں رات کو سُن کر مرا شور و فغاں تو نے

شکرِ للہ خانۂ دل عیش سے آباد ہے
شکرِ حق آتے ہیں اب نواب صاحب مہرباں

راحتِ جانِ جہاں ہو کر خوشی سے شاد ہے
چو طرف سے ہے ہجوم اور لیو مبارک باد ہے

ہم سے کیا ہے گا ترے دل میں غبار اے ساقی
دور تیرے میں ترستے و تڑپتے رہ گئے

لے گیا دل سے خور و خواب و قرار اے ساقی
رخصت ہو کر تو چلی ہم سے بہار اے ساقی

کیا کیا کیئے تھے جان تری ہم نے چاوڑے[6]
جو کوئی کہ دیکھتے تھے ہمیں تم کو کہہ کے واہ

برباد کر دیئو ہو سبھی تم نے عیش ڑے
یہہ بھی مرے جہان میں ہوتے ہیں واجبے

۱- تبھی : تب ہی ۲- یوہیں : یوں ہی ۳- بی : بھی
۴- یوں ہیں : یہیں ۵- اوس : اُس ۶- چاوڑے : لاڈ پیار

قطعات

(توصیفِ نواب آصف جاہ رُستمِ دوراں ارسطوئے زماں)

(۱)

ذاتِ والا بہتر از روشن چو مہر و ماہ شد
چوں خطاب از نزدِ حق اے آں کہ آصف جاہ شد

از برائے آں ہمیشہ فتح و با نصرت توئی
زانکہ از نامِ تو با نامِ علی ہمراہ شد

(۲)

مبارک برتو اے شاہِ دل افروز
بہر روزِ تو بادا روز نو روز

ہمیشہ فتح و نصرت یارِ تو باد
شود تیرِ تو براعدا جگر دوز

(۳)

چہ جشن است ایں کہ جشنِ فرحت انگیز
شدہ نو روز بردل ہا طرب ریز

ندا رسید زہاتف کہ رستمِ دوراں
فرو نشست معاند تو باظفر برخیز

(۴)

نویدِ تہنیت بادا اے شاہا
بذاتِ اقدسِ عالم پناہا

چو ایں سالِ گرہ یکساں و صد سال
سلامت صاجبش باشد الٰہا

(۵)

بحمداللہ شد شمعِ ریاست
منور محفل آرائے ولادت

شہا برتو ہمایوں مقدمش باد
شگفتن گل زگلزارِ وزارت

(۶)

نمود جلوہ چو آں رایتِ ظفر پیکر
بماند چشمِ عدو خیرہ زاں زفتح و ظفر

یکے مبارکِ نو روز شددویم اعدا
چو بندہ بردرِ آقا کہ می نہادش سر

(۷)

نمود روئے طرب در جہان بعد از سال
کہ جشنِ سال گرہ خسروِ ہمایوں فال

رسد زہاتفِ غیبی بگوشِ عالمیاں
صدائے تہنیت از پیر تا جواں اطفال

(۸)

آب بازی میکنی اے شہ میانے حوض و نہر — می نمائید عکس در آب از فلک مانندِ بدر
ماہ رویاں ایں ہمہ مانندِ انجم گردِ تو — فی الحقیقت راست بینا را توئی شمس و قمر

(۹)

نسیم بوئے مشک تاتار آورد — نہالِ شاہیٔ آں بار آورد
منوّر شد چراغِ دود مانت — بفضل اللہ چو دولت یار آورد

(۱۰)

عجب بہار سے آیا ہے اَب کے تو نوروز — خدا کرے کہ مرا شاہ ہو سُرور اندوز
بعمرِ طول و صحّت سے اپنے اعدا پر — رہے مُدام مظفر شہِ جہاں افروز

(۱۱)

اے دل زیار کذب ہجراں کشیدۂ — ہیہات مثلِ گُل شدو داماں کشیدۂ
قاتل اگرز تیغ کُشد آہ ایں زماں — خوش باش جانِ تو کہ بہ جاناں رسیدہ

(۱۲)

عاشق جو پری روکا ہوا ہے گا تو ہم نے — پھر شیشۂ دل اُس کا بجز چُور نہ دیکھا
ہر چند کیا سیر کوئی شہر و قریہ — معمورۂ بن عشق کے معمور نہ دیکھا

(۱۳)

غرض کہنے میں آ نہیں سکتی — جو کہ حالت ہے دل ہمارے کی
ہم کو کس پیچ و تاب میں لالا — داؤ دیتے ہو ہت تمہارے کی

(۱۴)

باز آ کہے جو ناصح مجھے دردِ عشق سے — پیدا ہوا ہے مجھ کو یہہ آزار خود پسند
کوئی کہو وہ کوئی سنو اپنے فعل پر — سُنتا ہے کب کسی کی وہ مکّار خود پسند

(۱۵)

ایسی پیجئے شراب اے رندو — میکشی کا بھی نام رہ جاوے
کیا مزہ ہے جو مئے کشی میں مریں — شیشے روئیں ہنستا جام رہ جاوے

مخمسات

(۱)

ساقیا بزم میں تم آن کے تیار ہوئے ہم تو اس دور تمہارے میں بہت خوار ہوئے
کیا بلا ایک ہی پیالے کے گنہ گار ہوئے ناحق اس دردِ مصیبت کے گرفتار ہوئے
فرقتِ مئے سے زبس دیدۂ خونبار ہوئے

اور پیویں ہیں[1] رہیں ایک ترستے ہم ہی کچھ تو انصاف ہی فرما کہ سسکتے ہم ہی
نشۂ جوش میں سر کو پٹکتے ہم ہی حسرت افسوس کناں ہائے تڑپتے ہم ہی
باعث اندوہ و غم کے ہی تم اب یار ہوئے

یہہ نہیں شرطِ مروّت کہ سنو ہم سے تم ذرّہ ذرّہ ہی ہوا مہر یہہ لے جامِ کرم
آہ کس آنکھوں سے دیکھیں کہ تمہاری ہی قسم ہم کو جھوٹے ہی نہ پوچھو تو یہہ کیا ہے گا ستم
کیا وو تقصیر کیئے جس کے سزاوار ہوئے

رند و بدنام ہی ہو ہم تو جہاں میں کہلائے یہہ رجا ہم کو نہ تھی جو کہ جو تم نے دیکھلائے[2]
کہہ تو اب جان ہماری سے کنو[3] نے سکھلائے روسیاہ ہائے رقیبوں نے کیا یہہ ہی سکھلائے
کر کے برباد ہی الفت کو دل آزار ہوئے

جان کے سات[4] لگی ہے ہمیں مینا کی طلب زندہ گی[5] سے ہی مقدم ہوئی صہبا کی طلب
کیا ہوا تم کو نہیں عاشقِ رُسوا کی طلب امتیاز اب تو کیا جان نے صحرا کی طلب
ہم تو سب چھوڑ غلام حیدرِ کرّار ہوئے

۱- ہیں : ہی ۲- دیکھلائے : دکھلائے ۳- کنو نے : کس نے
۴- سات : ساتھ ۵- زندہ گی : زندگی

(۲)

جاں نثاری درگہہِ والا پہ چھوٹے سن سے کی ہے تجھے شاہ باش دل جا کر غلامی کن سے کی
صاحب کون و مکاں ہیں دوستی تو جن سے کی اپنی قربانی پہ جاں کچھ نا تفاوت ان سے کی
ہوں باقرارِ زباں میں بندگی جس دن سے کی

ہوں تصدق شہ نجف پر معتقد پروانہ وار ہوں میں ویسے شمع روکا آہ یارو جاں نثار
روشنی افزائے محفل دو جہاں ہے نامدار جب تلک قالب میں دم ہے یہہ کہوں گا میں پکار
ہوں باقرارِ زباں میں بندگی جس دن سے کی

ھَل اَتَا کی پہر خلعت تاجدارِ لافتیٰ قُل کفیٰ کی کر کے مسند و علی مرتضٰی
اَنّمَا سے پا سرافرازی جو اس دنیا میں آ کارفرمائے دو عالم ہے گا اے حاجت روا
ہوں باقرارِ زباں میں بندگی جس دن سے کی

ہے خدائی کا تو بے شک میر ساماں یا علی خلقتِ آدم میں تو ہے شاہِ مرداں یا علی
ذات تیری کے سمجھنے رمز سنجاں یا علی بہت فکر و غور کر کر ہیں گے حیراں یا علی
ہوں باقرارِ زباں میں بندگی جس دن سے کی

کر نوازش سے مجھے کونین میں تو سرفراز جان کر اپنا مجھے دونو جہاں کے کارساز
اب نجف میں لے بولا[1] جلدی سے کہتا امتیاز نئیں رہی ہے تاب دوری کی اے بندہ نواز
ہوں باقرارِ زباں میں بندگی جس دن سے کی

۱- بولا : بلا

(۳)

وارث ہے دو جہاں میں جو تخت و کلاہ کا
ہے شاہِ بے نظیر وہ کیا عز و جاہ کا
نئیں آسرا ہے اُس کے بغیر از پناہ کا
شافع ہے حشر میں جو ہمارے گناہ کا

کیا دلکشا مکاں ہے مری سجدہ گاہ کا

دل نے کیا تھا قول یہہ روزِ الست میں
رہوے گا ہو غلام یہہ تا اپنی ہست میں
دیکھا ہے جہاں عالمِ بالا و پست میں
جا کر چکا ہے اُن کے قدم کی نشست میں

کیا دلکشا مکاں ہے مری سجدہ گاہ کا

مولا علی سا کون ہوا ہے گا شیرِ نر
لاکھوں دلوں کو چیر کے وہ صفدر مگر
سب سرکشوں کو زیر کیا خود ہوا زبر
جاں سجدہ کر کے اوس[1] کو کرے سب کو یہہ خبر

کیا دلکشا مکاں ہے مری سجدہ گاہ کا

نشوونما جہان کی کس واسطے ہوئی
مظہر عجائبات سے مظہرِ علی
احمدؐ کے سات[2] آیا جہاں بیچ ہو ولی
اُس سے ہی ہے اُمیدِ شفاعت کی خوش دلی

کیا دلکشا مکاں ہے مری سجدہ گاہ کا

فخر البشر کا ہے گا اَفی شاہِ هَل اَتیٰ -
سونپا ہے جس کو عز و جل قدر اور قضا
یہہ مصرع سراج لگا دل کو خوشنما
پھر پھر کے امتیاز محبّوں کو تو سنا

کیا دلکشا مکاں ہے مری سجدہ گاہ کا

۱- اوس : اُس ۲- سات : ساتھ

(۴)

تجہ جنابِ پاک میں آ کر شہنشاہ بوتراب ہے دکن کا رستمِ دوراں ہوکر فیض یاب
ذاتِ والا سے وہ مقصد اپنا پا کر فتح یاب دے مراد اور شاد کیجو اُس کے تئیں تم اب شتاب
کارفرما ہو دو عالم کے شہا عالی جناب

ختم ہوئی حاجت روائی ذات پر جب تیری شاہ اُمت ابنِ عم نہ دیکھا با گناہ اور بے گناہ
حلِ مشکل کر اُنہوں کے تئیں دکھایا شاہ راہ فضل سے اپنے کیئے ہو اُن کے دل جو مہر و ماہ
کارفرما ہو دو عالم کے شہا عالی جناب

عرضیاں گذری ہیں تیرے پاس بے حد بے حساب زندگی سے مجیں کسے اب تک کسی کو ردّ یاب
التماس اُس کا اونہوں[1] سے کر شتابی انتخاب دستخطِ عالی سے وو ھوئے مزین فیض یاب
کارفرما ہو دو عالم کے شہا عالی جناب

شافیٔ برحق ہو تم یا شاہِ دیں مطلق حکیم ذاتِ والا بے شبہ ہے گی کریم ابنِ کریم
نایبِ محبوب بے شک ہو کے تم رب الرّحیم مرض کا اوس[2] کے علاج اب ھوئے ایسا مستقیم
کارفرما ہو دو عالم کے شہا عالی جناب

آصفِ ثانی کو کرنا تندرست اب یا علی مرض کا اوس میں نہ رہوے ایک شمہ یا علی
دست و پا کر وو اے شکر کرتا یا علی اور زبانِ دُرفشاں سے مدح گویا یا علی
کارفرما ہو دو عالم کے شہا عالی جناب

واسطے اس مرض کے بے تاب ہو آیا یہاں جس درِ عالی پہ سجدہ کرتے ہیں سارے شہاں
دستگیرِ بے کساں فریاد رس در ماندہ گاں دردمندوں کے ہو تم پشت پناہ شاہِ جہاں
کارفرما ہو دو عالم کے شہا عالی جناب

اس دعا کو کر کرم سے اے شہا تو مستجاب مقصد اپنا ہی وو اس درگاہ سے پاوے شتاب
باخوشی باصحت ھوئے سلطنت پر کامیاب اِمتیاز اس عرض کا پاوے جوابِ باصواب
کارفرما ہو دو عالم کے شہا عالی جناب

۱- اونہوں : اُنہوں ۲- اوس : اُس

مسدّسات

(۱)

اُمید زندگی ہے کچہ اک تیری آس پر ورنہ یہہ اختتام ہے گر آویں یاس پر
قرباں ہوں تیری الفتِ گل کی ہی باس پر گردِ قدم کے پھر کے دوں جاں آس پاس پر
مطلب کو دیکھ غور سے لاکر قیاس پر
دستخط بزودی ہوئے شہا التماس پر

کردو شعارِ راستی یا شہ مجھے عطا دھو غفلت و خیالِ بد و حرص اور ہوا
یامرتضیٰ شتاب سے ہو میرے رہنما شاہِ دو کون[1] پاس کی دکھلا رہِ ہدا
مطلب کو دیکھ غور سے لاکر قیاس پر
دستخط بزودی ہوئے شہا التماس پر

یٰسین دل قرآں کے ہوئے جس کی شان سے بخشا گناہ میرے شہ و جہان سے
احکامِ شرع پر ہے قصور آن آن سے لاکن[2] نثار نام پہ ہوں دل و جان سے
مطلب کو دیکھ غور سے لاکر قیاس پر
دستخط بزودی ہوئے شہا التماس پر

پردے میں میم کے جو چھپا ہے وو دلربا آ کر حجاب میں ہی وو کیا کیا مزے دکھا
کر شرع مستقیم اک عالم دیا بندھا وہ پردہ و ازحق میں ہی عشاق کے کیا
مطلب کو دیکھ غور سے لاکر قیاس پر
دستخط بزودی ہوئے شہا التماس پر

۱- کون : کونین ۲- لاکن : لیکن

ہیں فاطمہ ہی محرمِ وہ رازِ بے بدل　　بعد از تم ہی تو شاہ ہو ہمدم ہی بے مثل
مخزن ہیں اوس[1] خزانے کے حسنین خوش شکل　　اون[2] کے طفیل نامۂ اعمال کر بدل

مطلب کو دیکھ غور سے لا کر قیاس پر
دستخط بزودی ھوئے شہا التماس پر

ہے گا سیاہ گرچہ گناہوں سے وہ لکھا　　پُرزے ہی کر دھولاو[3] اوسے[4] اے مرے شہا
تیار کر کے از سرِ نو نیکیوں سے لا　　کیجو مزین اوس کو بہ مُہرِ تو مصطفا

مطلب کو دیکھ غور سے لا کر قیاس پر
دستخط بزودی ھوئے شہا التماس پر

بحرِ عطا و لطف ہیں سجّاد عابدیں　　صدقے سے اُن کے مجھ کو چھڑا یومِ آخریں
چنگل پڑے گا قابضِ ارواح کا یقیں　　کیجو مدد تمہی[5] سے گڑوں جا کے در زمیں

مطلب کو دیکھ غور سے لا کر قیاس پر
دستخط بزودی ھوئے شہا التماس پر

قرباں ہوں دمبدم شہِ باقر کے نام پر　　ہوں جاں نثار دل سے ہی جعفر امام پر
میں جان و دل صدقے ہوں خیر الانام پر　　ہو مستعد یا کاظمِ شہ میرے کام پر

مطلب کو دیکھ غور سے لا کر قیاس پر
دستخط بزودی ھوئے شہا التماس پر

راضی ہوئے رضا پہ ہی اے موسیِٔ رضا　　صابر ہی ہو کے خواہش حق پر سہے قضا
اے آفتابِ برجِ اسد شاہِ ھَل اَتَا　　ہے دمبدم ہی (یہہ[6]) شہ والا سے التجا

مطلب کو دیکھ غور سے لا کر قیاس پر
دستخط بزودی ھوئے شہا التماس پر

١- اوس : اُس　　٢- اون : اُن　　٣- دھولاو : دھلاؤ
٤- اوسے : اُسے　　٥- تمہی : تُمہی　　٦- تشکیل "یہہ"

یاشاہِ دوجہان تقی صاحب کرم　　لینا عطا و لطف سے سایہ میں اپنے تم
ہونا شفیق میرے پہ اے والئ اُمم　　ٹک[1] رحم سے مطالعہ فرما اے ذوالفہم

مطلب کو دیکھ غور سے لاکر قیاس پر
دستخط بزودی ھوئے شہا التماس پر

ہو درِ بحرِ صبر شہادت کے گلعذار　　اے جانشین مسندِ جد کے ہو تاجدار
تم ماہ ہو سپہرِ رسالت کے نور بار　　دیکھو کرم سے عاصئ مذنب پہ بار بار

مطلب کو دیکھ غور سے لاکر قیاس پر
دستخط بزودی ھوئے شہا التماس پر

اے شہ نقی جناب میں تیرے میں عرض کی　　گذرا دیئے ہیں عرضی سبھی اپنی غرض کی
دیجو دوا حکیم پہنچ میرے مرض کی　　وردِ اسمِ ذات کا تری جانے ہے فرض کی

مطلب کو دیکھ غور سے لاکر قیاس پر
دستخط بزودی ھوئے شہا التماس پر

ہے عسکری کی ذات سے قائم یہہ دوجہاں　　جد کے مکان کا ہی مکیں ہو کے بے مکاں
رونق فزا ہو کیا ہی پڑھایا ہے دیں کی شاں　　قرباں شہا ترے پہ ہر اک دم ہے دل بہ جاں

مطلب کو دیکھ غور سے لاکر قیاس پر
دستخط بزودی ھوئے شہا التماس پر

قائم ہے دین مہدئ والا جناب سے　　کیجو ظہور صاحبِ امر اب شتاب سے
تا خلق جلد چھوٹے شہا اس عذاب سے　　کہویں ہی مدعا یہی کیا پیچ و تاب سے

مطلب کو دیکھ غور سے لاکر قیاس پر
دستخط بزودی ھوئے شہا التماس پر

۱- ٹک : ذرا

لیجو پناہ میں مجھے اور اقربا مرے　　　اُمیدوار ہیں گیں سبھی فضل سے ترے
زحمت و مفلسی سے سبھوں کو ہی رکھ پرے　　　کھوٹا پنا نکال دے ہو جائیں سب کھرے

مطلب کو دیکھ غور سے لا کر قیاس پر
دستخط بزودی ہوئے شہا التماس پر

ہوں سیر لے کے نعمتیں میں دستگیر سے　　　مشہور اسم ہے جسے پیرانِ پیر سے
اور فیض برہوں چشت کے گھرانے کے میر سے　　　ہوں عشق میں ہدف ہی اوسی[1] کے میں تیر سے

مطلب کو دیکھ غور سے لا کر قیاس پر
دستخط بزودی ہوئے شہا التماس پر

دریافت اب تو کرنا شہا امتیاز سے　　　دل کو چھڑانا جلد ہی دنیا کے ساز سے
کر عرض زود وصل کرو بے نیاز سے　　　تا کچھ بھی سمجھیں عشق کے راز و نیاز سے

مطلب کو دیکھ غور سے لا کر قیاس پر
دستخط بزودی ہوئے شہا التماس پر

۱- اوسی : اُسی

(۲)

ہر وقت پکاروں ہوں میں اے حیدرِ صفدر　　اپنا ہی مجھے جان کہ تو ساقیِ کوثر
اب جلد خبر لیجو مری شافعِ محشر　　آیا ہوں میں اس درگہِ والا پہ ہو مضطر

کرتا ہوں میں اب عرض جو کچھ ہے مرے دل پر
حل کر مری مشکل کو تو اے نائبِ سرور

اس چرخِ ستم گار نے کیا سر ہی اوٹھایا[1]　　کچھ عمرِ جوانی کا مزہ ہم نے نہ پایا
یکبارگی کر عیش کو برباد دیکھایا[2]　　لیکن مرے سر پر ہے تری ذات کا سایا

کرتا ہوں میں اب عرض جو کچھ ہے مرے دل پر
حل کر مری مشکل کو تو اے نائبِ سرور

کیا ڈر ہے مجھے چرخ کی گردش سے جہاں میں　　اوراد ترے نام کا ہے میری زباں میں
بستی ہے محبت کی تری اب دل و جاں میں　　لے اپنے کرم سے مجھے تو امن واماں میں

کرتا ہوں میں اب عرض جو کچھ ہے مرے دل پر
حل کر مری مشکل کو تو اے نائبِ سرور

اے شاہ بجز تیرے یہہ غم کس کو سنانا　　فدوی ہو کے اب آپ کا پھر کس کا کہانا
اُمید ہے یوں ہمتِ نوبت کو بجانا　　دنیا کے کسی شاہ کو خاطر میں نہ لانا

کرتا ہوں میں اب عرض جو کچھ ہے مرے دل پر
حل کر مری مشکل کو تو اے نائبِ سرور

دنیا میں نہ محتاج کسی کا مجھے کر تو　　شافی ہو شفاعت کو مری روزِ جزا کو
پہچان کر اُس عرصۂ محشر میں تو مجکو[3]　　اُس وقت چھڑا دام سے عصیان کے مجکو

کرتا ہوں میں اب عرض جو کچھ ہے مرے دل پر
حل کر مری مشکل کو تو اے نائبِ سرور کرتا ہوں

۱- اوٹھایا : اُٹھایا　　۲- دیکھایا : دکھایا　　۳- مجکو : مجھ کو

خواہش ہے مجھے حاجتِ کونین برآوے　　　اب شاہ مرا چہرۂ مقصود دکھاوے
وابستہ کوئی کام مرا رہنے نہ پاوے　　　دُنیا سے مجھے صاحبِ ایمان لے جاوے
کرتا ہوں میں اب عرض جو کچھ ہے مرے دل پر
حل کر مری مشکل کو تو اے نائبِ سرور

جلدی سے مجھے سُنیو ذرا صاحبِ قنبر　　　رکھ دونو[1] جہاں میں مجھے خوش حق کے غضنفر
تحقیق تو ہی ہے گا مرا ہادی و رہبر　　　کر پاک شتابی سے تو اے والدِ شبر
کرتا ہوں میں اب عرض جو کچھ ہے مرے دل پر
حل کر مری مشکل کو تو اے نائبِ سرور

جس وقت لے جا مجکو[2] رکھیں قبر کے اندر　　　شبیر کے صدقے سے دیکھا[3] منھ مجھے آ کر
کر قبر کو روشن مری تب مہر سے حیدر　　　دیدار سے خوش ہو کے رہوں تا دمِ محشر
کرتا ہوں میں اب عرض جو کچھ ہے مرے دل پر
حل کر مری مشکل کو تو اے نائبِ سرور

امتیاز سبھی حال کہا شاہ سے اپنا　　　کہنا تو کہا وو شہ باجاہ سے اپنا
لینا سو لیا دل اسی درگاہ سے اپنا　　　روشن تو کر اب دل کے تئیں ماہ سے اپنا
کرتا ہوں میں اب عرض جو کچھ ہے مرے دل پر
حل کر مری مشکل کو تو اے نائبِ سرور

۱- دونو : دونوں　　۲- مجکو : مجھ کو　　۳- دیکھا : دکھا

(۴)

میں دل سے مصطفیٰ کا جاں فدا ہوں　　محبِّ شیر یزداں باصفا ہو ں
جہاں میں بندۂ خیرالنسأ ہوں　　یہی ہر دم کہوں گا اور کہا ہوں

محبِ اہل بیتِ مصطفیٰ ہوں
غلامِ خاندانِ مرتضٰی ہوں

پڑھوں جاکر یہی میں عارفوں میں　　کہوں گا بیٹھ کر اب عاشقوں میں
سناؤں جاکے بزمِ کاملوں میں　　کروں تکرار سارے شاعروں میں

محبِ اہل بیتِ مصطفیٰ ہوں
غلامِ خاندانِ مرتضٰی ہوں

ڈروں رندوں سے نامستوں سے کچھ بھی　　شرابِ شوق اون[۱] کی یہاں[۲] تہیں[۳] پی
اگر آوے کوئی لینے مرا جی　　زباں سے یہہ نکل جاوے گا تب بھی

محبِ اہل بیتِ مصطفیٰ ہوں
غلامِ خاندانِ مرتضٰی ہوں

اگر لے تیغ آویں خاص و سب عام　　کہیں ہُوئی زندگی تیری باتمام
ڈراویں قتل سے وو نیک فرجام　　تو ھوۓ جیب[۴] کا منھ میں یہی کام

محبِ اہل بیتِ مصطفیٰ ہوں
غلامِ خاندانِ مرتضٰی ہوں

یہی ہے آرزو اب دل میں مجھ کو　　کہ جلدی جا پہونچہ[۵] اوس[۶] سرزمیں کو
منور طوف سے کر جسم وجاں کو　　رکھوں ذاکر ہمیشہ اُس سے دل کو

محبِ اہل بیتِ مصطفیٰ ہوں
غلامِ خاندانِ مرتضٰی ہوں

۱- اون : اُن　　۲- یھاں : یہاں　　۳- تہیں : تب ہی
۴- جیب : زبان　　۵- پہونچہ : پہنچ　　۶- اوس : اُس

پسند آئی کسی کی یہہ مجھے بات　　نہیں واقف ہوں میں نام ونشاں سات[1]

پن[2] اتنا یہہ مقالا باکرامات　　کیا ہے دل میں گھر اس نے ہی دن رات

محبِ اہل بیتِ مصطفیٰ ہوں

غلامِ خاندانِ مرتضیٰ ہوں

کرے ہے امتیازؔ اب عرض تم سے　　دلِ پُر غم سے اور اس چشمِ نم سے

نکالو یاعلی اس بحرِ غم سے　　ہر اک دم میں رکھو جاری یہہ دم سے

محبِ اہل بیتِ مصطفیٰ ہوں

غلامِ خاندانِ مرتضیٰ ہوں

۱- سات : ساتھ　　۲- پن : لیکن

(۴)

ہوئے قرباں رسولِ ہاشمی پر ملایک اِنس و جن اوُن[1] کی شمی[2] پر
پھرا کرتو بیاں اُن کے وصی پر فدا ملکوتیاں ہو کہہ ولی پر

ہوئے ہم جاں نثار آلِ نبی پر
تصدق دل سے اولادِ علی پر

ہیں جتنے ساکناں عرشِ بریں کے ہیں جتنے رہنے والے اس زمیں کے
زباں پر ہے یہہ ہر یک مومنیں کے ہوئے تابع یہہ بیتِ دلنشیں کے

ہوئے ہم جاں نثار آلِ نبی پر
تصدق دل سے اولادِ علی پر

ملایک نُہہ[3] طبق کے آرزو سے سبھی جن و بشر اس گفتگو سے
جگر جاں شاد کر اس رمزِ ھُو سے یہی پھر پھر کے کہتے مو بہ مو سے

ہوئے ہم جاں نثار آلِ نبی پر
تصدق دل سے اولادِ علی پر

کبھی جا عاشقوں کے بیچ بیٹھا کبھی جا عارفوں کے بیچ بیٹھا
کبھی جا کاملوں کے بیچ بیٹھا کہا یہہ فاضلوں کے بیچ بیٹھا

ہوئے ہم جاں نثار آلِ نبی پر
تصدق دل سے اولادِ علی پر

۱- اون : اُن ۲- شمی : شبیہ ۳- نُہہ : نو

جو سوتے شہرِ خاموشاں میں وہ بھی کہاتے ہیں جو ذی ہوشاں میں وہ بھی
جو ہیں مشہور مئے نوشاں میں وہ بھی کہیں سب دلق جاپوشاں میں وہ بھی

ہوئے ہم جاں نثار آلِ نبی پر
تصدق دل سے اولادِ علی پر

میں اپنی کیا کہوں چاہوں کسے سات[1] کروں کچھ بھی مقالات و حکایات
زباں کا ورد ہوا ہے گا یہہ دن رات نکل آتی مرے منھ سے یہی بات

ہوئے ہم جاں نثار آلِ نبی پر
تصدق دل سے اولادِ علی پر

کھڑا روضہ طرف ہو دست بستہ محبّ و جاں نثار و دل شکستہ
پہنچ جاوے نجف میں جانِ خستہ کہے ہے یا علی یہہ بیت شستہ

ہوئے ہم جاں نثار آلِ نبی پر
تصدق دل سے اولادِ علی پر

دکھاؤ حج کو بیت اللہ جلدی مدینہ اور نجف یا شاہ جلدی
دکھا حضرات کی اب راہ جلدی یہہ کہتا امتیاز اب آہ جلدی

ہوئے ہم جاں نثار آلِ نبی پر
تصدق دل سے اولادِ علی پر

۱- سات : ساتھ

(۵)

ذاتِ اقدس کو کیا حق نے امامِ راستیں　　　قوتِ بازو ہوئے محبوبِ ربِّ العالمیں
تو کشف کی بات میں شاگرد ہے روح الامیں　　　عارفوں کا سن پڑھا اس رمز سے صدق و یقیں

بندۂ فدوی سمجہ[1] کر یا امیرِ المومنیں
کر نوازش سے کرم مج پر شہِ دنیا و دیں

ہوں گا میں محتاج اور صاحب مرا حاجت روا　　　جس کے در پر مُستمند ہیں گے سبھی شاہ و گدا
فخرِ ہفتاد و ملت شمعِ جمعِ اصفیا　　　عرض یہہ ہی ہے مقرر دیکھوں راہِ مدعا

بندۂ فدوی سمجہ کر یا امیرِ المومنیں
کر نوازش سے کرم مج پر شہِ دنیا و دیں

در گہِ عالی پہ ہوں دل سے ہمیشہ ہی نثار　　　دہیاں[2] سے ہر دم پہنچتا ہوں میں ہو پروانہ وار
آرزو ہے جا کے دیکھوں چشم سے روشن مزار　　　تب تو میرے جی کو ہو آرام جاں کو کچہ قرار

بندۂ فدوی سمجہ کر یا امیرِ المومنیں
کر نوازش سے کرم مج پر شہِ دنیا و دیں

جل گیا ہوں دہر کے ہاتوں[3] سے ہو انگارہ وار　　　آہ کر بھڑکوں ہوں میں مانندِ شمعِ اشکبار
نا رہا خویش و رفیق و آشنا کوئی غم گُسار　　　جس کے آگے کہہ کے کچہ خالی کروں دل سے غبار

بندۂ فدوی سمجہ کر یا امیرِ المومنیں
کر نوازش سے کرم مج پر شہِ دنیا و دیں

تو ہے تو آقا ہی مرا اے شہِ دُلدل سوار　　　انبیا کے بعد تو ہے اولیاؑ کا تاجدار
تو ابو طالب کے گھر کا ماہ ہے گا نور بار　　　امتیاز اب دل سے کرائے دادرس ہی ایک بار

بندۂ فدوی سمجہ کر یا امیرِ المومنیں
کر نوازش سے کرم مج پر شہِ دنیا و دیں

۱- سمجہ : سمجھ　　۲- دہیاں : دھیان　　۳- ہاتوں : ہاتھوں

مثمن

بادِ نسیم جاوے ہے تو گلعذار تک   میرے پیام کو بھی لیئے جا نگار تک
جو دردِ سر نہ ہوئے پہنچنے میں یار تک   کہہ دے کے[1] حیف تو نہ کیا بے قرار تک
اے کاش کہ گہ جلد اوس[2] کے مزار تک   پہنچے تو خیر ورنہ رہے گا بہار تک

زیرِ زمین خفتہ کشادہ است چشم او
از بہر دیدنت کہ و راہست آرزو

ورنہ رہے گا حشر تلک یہہ ہی آرماں   آرام سے نہ سوئے کبھی زیرِ آسماں
کرکر ہمیشہ قبر میں فریاد اور فغاں   چھینے گے سب کا چین وو بے چین ہو جہاں
کہویں گے آ مزار پہ اوس کے ہو یک زباں   آیا نہیں نظر میں کہیں تج سارے نوجواں

کز بہرِ کیست ایں ہمہ شور و فغانِ تو
مارا خبر بکن کہ بیاریم جان تو

کہوے گا سب کے سامنے وو ہو کے بے قرار   اہلِ جہان دیکھو مصیبت یہہ آشکار
میں نے تو کچہ انوٹھا[3] کیا نئیں جہاں میں یار   انصاف اوڑ گیا[4] ہے زمانے سے جو نگار
پھر خاک میں ملا نہ دیکھے مرا مزار   یھاں[5] تک جفا کرے ہے کہوں کس سے میں پکار

ما مردہ ایم ایں ہوس از دل نہ رفتہ است
خواہش کہ دیدنت بہ دلم جا گرفتہ است

۱- کے : کہ   ۲- اوس : اُس   ۳- انوٹھا : انوکھا
۴- اوڑ گیا : اُڑ گیا   ۵- یھاں : یہاں

یا اوس[1] طرح سے میرے لیئے بے قرار تھا | پہلے تو ہو گنوار کہ پھر کنوں کو یار تھا
عالم میں سب جگے ہی عجب پر بہار تھا | جو دیکھے میرے سات وہ کہتا پکار تھا
ہے وہ ہی شخص ہے نہ کہیں جس کو بار تھا | سارے جہان میں ہی جو کم اعتبار تھا

یا این زماں بہ بین در آفت چو باز گرد
برروئے خلق آہ عجب فتنہ ساز گرد

میں نے تو اپنا ہوش و خرد دے تو جی لیا | ایتے[2] جہاں سے ایک خریدار میں ہوا
پھر بعد سارے خلق نے نشو ونما کیا | یہہ بھی نہ آیا دل میں ترے حیف بے وفا
کیا کیا جفا و جور و ناز و ادا سہا | خونیں[3] جگر کو ان نے مئے ناب کر پیا

افسوس ایں جگر کہ در آتش کباب شد
از بوئے او شمیدہ و عالم خراب شد

کیا اب کہیں کہ کہنے میں آتی نہیں ہے بات | وے عشق ڑے کدھر گئے وے رمزوے نکات
جو دن کہ تھا سو عید تھی ہر رات شب برات | اوس شاہ رُخ کی آٹھ پہر دل پہ تھی یو بات
بازی میں تھے یہہ ہات[4] جو اون[5] گیسوؤں کے سات[6] | اب خاک بھی نہیں بجز حسرت کہ رہوے سات

جانم نہ لب رسیدہ زدرد اُو دوانہ داد
غیر از برائے خوردنِ من غم غذا نہ داد

۱- اوس : اُس　۲- ایتے : اتنے　۳- خونیں : خونِ
۴- ہات : ہاتھ　۵- اون : اُن　۶- سات : ساتھ

کیسے مرے نصیب بنایا تھا اے اِلٰہ — میں اس جفا کا مارا ہوں جا کس سے داد خواہ

جو کوئی کہ پوچھے مج سے تو میں کیا کہوں کہ آہ — یوہِیں[1] لکھا تھا غم مری قسمت میں واہ واہ

چاہوں کہ جا چھپوں کہیں اس دکھ سے نئیں پناہ — اپنے میں آپ دنگ کیا ایسا کیا گناہ

کز بہرِ آں جدا شدہ ساقی و جانِ من

اوہم نمی دہد زمئے ارغواں بہ من

ہیہات کیوں نہیں نظر آتا وو غم گُسار — کیا جا کے ڈوبیئے کہیں جل مریئے ایک بار

اب دینے جی کو باند کمر ہو پتنگ وار — تو موت پر رولا[2] اوسے[3] جیوں شمع اشکبار

جب آپ ہی جہاں سے گیئے دل تو وو ہے یار — اور جاویں بھاڑ میں یہ سبھی سیر اور بہار

بر مُردنم ملول شود کاش یارِ من

زیں ہم نشست گاہ کُند بر مزارِ من

وو جگہ عیش وو مزا جو ہمیں مُستدام تھا — اس ہجرِ روسیہ سے نہ کچھ ہم کو کام تھا

یوں سیرِ باغ (وٗ)[4] دلبر و ساقی مُدام تھا — یک دھُر[5] ہی امتیاز جو وہ احتشام تھا

کہہ دے صبا کہ اتنا ہی اوسؐ[6] کا پیام تھا — جو تو نبھاتا اوس سے تو تیرا ہی نام تھا

حالا تو امتیازِ محبت بہ او مکُن

چوں جاں بہ تن در آ و کہ یا بوئے در چمن

۱- یوہِیں : یوں ہی — ۲- رولا : رُلا — ۳- اوسے : اُسے

۴- تشکیل "وٗ" — ۵- دھر : سمت، طرف — ۶- اوس : اُس

فردیات

پند سے ناصح کے دوزخ کا مجھے کچھ خوف نئیں[1] مغفرت بے شک ہوئی جس کا علی والی ہوا

قاتل کب آ کے قتل کرے گا ہمیں کہ اب ہم منتظر ہیں ہات[2] میں سر کو دھرے[3] ہوئے

سرنوشت میں مری اب آن کے ایسے ٹھیرے کس طرح شرح کروں غم کی کہ کیسے ٹھیرے

معلق آسماں کیوں کر کھڑا ہے ستوں جا آہ کا میری اڑا ہے

جنوں کے شاہ نے جب سے لیا ہے قلعۂ دل کو یہہ ملکِ عقل ویراں ہو گیا کس کس خرابی سے

زمیں سے آسماں تک جلوہ افروزی ہے آدم کی جو کوئی دیکھے تو اُس خاکی سے اب کیا کیا جھگڑے ہیں

سنا نہیں ہے کسی نے جہاں میں کیا یہہ خبر کہ جگر جگر ہے آخر کے تیئں دگر ہی دگر

کچھ زور بنے بج ہی جو اے شیخ تمہارے ایسا تو کہیں عمر میں لنگور نہ دیکھا

میں مر گیا ہوں سننے کو شیریں نکات کے لیکن نہ بات کرنے کو غنچہ دہن کھلا

یہہ خواہش رہ گئی دل میں مرے اے یار بے پروا ترے اس تشنہ خنجر کو لہو اپنا چٹا دینا

کہ اک دن میں گیا کرنے کو سیر پانی میں لگی تھی آگ وہاں تجھ بغیر پانی میں

۱- نئیں : نہیں ۲- ہات : ہاتھ ۳- دھرے : رکھے

میں (نے[1]) جب مالن سے مانگا شاخ ہوکر ترش رو　　اشارہ کر کہے ہے مج[2] کو ڈر اس عام کا ......

کرتے ہیں مج سے ہائے یہہ ایسا بتاں سلوک　　اب جایئے اودھر کو کہ اپنی جدھر بنے

یار ہے بے دماغ ساقی غصے ہے　　کس طرح کے یہہ تانے اُلجھے ہے

شاعر قدرت کی میں دیوانگی ہی کرکے سیر　　منتخب یہہ مصرعۂ رنگین قد یار تھا

میاں ہر دم کبوتر جان کر دل کو اوڑاتے[3] ہو　　یہہ بازی گر بھی کیسا بازیوں میں طاق ہے

ہے عیش سے ملبب کیا دلکشا مکاں ہے　　نزہت فزا مقرر عشرت کا یھاں[4] نشاں ہے

عشق کے گھاٹ پہ سنبھل کر چڑ[5]　　کیوں کہ اوس[6] کا چڑھاؤ مشکل ہے

خانہ خراب سچ تو کرے ہے یہہ جی کی چاہ　　لیکن عجب مزہ ہے جدائی میں وصل کا

جان کندن میں یار جان آیا　　دیکھتے اوس کو جاں میں جان آیا

نشہ میں سُن کے زمزے[7] قمری　　ہے گی خواہش کباب کوکو کی

دیکھاتا[8] تھا مجھے ہر دم قمر عقرب کو اے ظالم　　وو دونو ایک جاہیں تفرقہ ہم میں پڑا ......

قسم ہے امتیاز اب سچ بتا تیرا لقب یہہ کیا　　کہیں ہیں امتیاز اب خلق تو دریافت ...... کو

۱- تشکیل "نے"　　۲- اودھر : اُدھر　　۳- اوڑاتے : اُڑاتے

۴- یھاں : یہاں　　۵- چڑ : چڑھ　　۶- اوس : اُس

۷- زمزے : زمزمے　　۸- دیکھاتا : دکھاتا

عرضی بہ جنابِ امامت پناہ حضرت امام حسین علیہ السلام

ہے یہی اب التماس و مدعا — اُس جنابِ پاک میں لے جا صبا
ہو مودّب جا کے تو تسلیم کر — بندگی کہہ عجز سے تعظیم کر
فدویٔ صادق کا کہہ عرض و نیاز — ہے وہ بندہ اور تم بندہ نواز
کہہ شہنشہ سے کہ اے عالی نسب — سرورِ کون و مکاں والا حسب
مصطفٰی کے قرۃ العینین ہو — رہنما ہو ہادیٔ کونین ہو
مرتضٰی کے ہو سرورِ انس و جاں — مرہٰم[1] خستہ دل و جانِ جہاں
حضرتِ خیرالنساء کے نورِ عین — راحتِ دل دافعِ ہر رنج و دَین
ہو اخی حضرت حسنؑ کے یاامام — ہے تمہارے پر صلوات اول سلام
سرجدا تشنہ دہن زخمی بدن — ہو لباسِ سرخ سے گلگوں کفن
عرضِ مطلب سن مرا شاہِ زمن — مدّعا برلاؤ بہرِ پنجتن
بیکس و عاجز مسافر بے وطن — فکرِ دنیا کچھ نہ ہو بہرِ حسن
واسطے زین العبا مظلوم کے — باقرِ عالی ہمم معصوم کے
جعفرو کاظم کے تم صدقے سے اب — اور برائے موسیٰؑ والا حسب
ہیں گے فرزنداں تقی و جوں نقی — اور امامِ دو جہاں ہے عسکری
ہے جو مہدی صاحبِ آخر زماں — واسطے اُس کے کرم کر مہرباں
آبرو دینا مجھے دنیا میں شاہ — اور شفاعت گاہ میں دیجو پناہ
مقصد اپنے سے ہوں جلدی کامیاب — کر نوازش نورِ چشمِ بوتراب
دے مرے دل کی مرادیں یاحسین — اپنی بخشش سے بخشو مجھ کو چین

ہے تمہارا جان و دل سے امتیاز
جان کر اپنا اِسے اِس کو نواز

۱۔ مرہٰم : مرہم

مناقب

(۱)

شان میں کہتے ہیں جس کی ہوشمنداں اجمعیں — آفتابِ اوج (وُ[1]) عزت ہے گا وہ مسند نشیں

روز و شب سارے ہی اعدا پر کرے صمصام فتح — ملک و مال و جاہ کا صاحب ہی ہے گا بالیقیں

کبریا سے یہہ تمنا ہے کہ دل نواب پر — ہو رہے فرمان پر اوؑں[2] کا ہی تو چرخِ بریں

فیض پر ہو ذاتِ عالی سے زباں پر لاثنا — شکر (وُ[3]) احساں خلق کے دل پر ہو انقشِ نگیں

امتیاز اوںؑ[4] کا ہی کر کر غور دایم اونکتیں[5]

کر پناہ سایۂ حضرات رب العالمیں

(۲)

اے وصیِّ مصطفیٰ ہو صاحبِ لولاک کے — حکم پر ہیں جن و انس اور ساکناں افلاک کے

دیکھ یہہ جاہ و حشم اور دیکھ ویسا ہی جلال — ہوش پرّاں ہو گئے ہیں قیصر و ضحاک کے

ہیں سکندر سے ہزاروں در کے تیرے درباں — تو تیائے چشم کو ہیں منتظر اُس خاک کے

آن میں ہی صید ہو سر کو پٹک کر مر گئے — رستم داور بھیم سے لاکھوں بندھے فتراک کے

ہر کرشمہ میں کروڑوں توڑ کر زنّار کو — کیا ہی گبرو کیا ہی ترسا معتقد تھے آگ کے

کافروں پر کیا ہی چمکا کر جِلہ[6] دیں پر کیا — اب تصدق جایئے اُس تیغ کی ہی لاگ کے

سات اس جرأت کے تھا کوئی لب سبھوں سے باج خواہ — سرنگوں ہیں پشت خم آگے شہِ بے باک کے

سرکشاں رُوئیں تناں[7] ہو گئے سبھی رُوبہ[8] مثال — خوف سے ہی الاماں کہتے تھے حق کے باگ کے

جس نے لعلِ بے بہا ایسا نکالا ہے تراش

معدنِ قدرت سے قرباں ہو جے اُس حکّاک کے

۱- تشکیل "وُ"
۲- پراوں : پراُن
۳- تشکیل "وُ"
۴- اون : اُن
۵- اونکتیں: ان کے تئیں
۶- جِلہ : چلا
۷- روئیں تناں : فولادی جسم
۸- رُو : لومڑی

(۳)

خاک کو اشرفِ خلقت کیا کِن[1] نے اُن[2] نے
ذات کو جلوہ گر اُس میں کیا کِن[1] نے اُن نے

جن نے کہہ کُن فیکوں سے کیا چودہ ہی طبق
نور اور نار کو روشن کیا کِن نے اُن نے

ساتھ وسعت کے یہہ ساتوں ہے سماتا بہمک
آن میں بے ستوں برپا کیا کِن نے اُن نے

عرش کرسی کو وسیع تر ہے کیا ان سے ہی
اُن میں اپنی نہ سمائے گیا کِن نے اُن نے

پاک کر خاک کو اتنا دیا ہے عزّ و شَرف
عشق کے بار کا حامل کیا کِن نے اُن نے

قومِ ملکوت بنا بے عدد اور اُن کو ہی
ذات کا عکس نہ ان پر کیا کِن نے اُن نے

حسن کی جلوہ نمائی کے سبب آئینہ
دلِ خاکی کو ہی روشن کیا کِن نے اُن نے

لامکاں تک ہی مکاں سے کہ جو پہنچا آدم
اُس کو پرواز ہی بے پر کیا کِن نے اُن نے

اپنی ساری ہی خدائی کو کیا اُس میں نمود
خازنِ مخزنِ عرفاں کیا کِن نے اُن نے

دو جہاں کا یہہ ہوا زیب دِہ و زینت بخش
اِس کو آرایشِ خلقت کیا کِن نے اُن نے

پری و جن و ملک سے ہی لگا وحش و طیور
سب پہ ذوالقدر و ذیشاں کیا کِن نے اُن نے

مہر و مہ ارض و سماں اور بہشت و دوزخ
سب کا اس بیچ جھمکڑا کیا کِن نے اُن نے

روزِ اول ہی کیا عشق کے جذبے نے غرور
تب تو مسجودِ ملایک کیا کِن نے اُن نے

جب کہ قابل نہ تھا کوئی بھید کا ہو محرمِ راز
راز پر اِس کو شناسا کیا کِن نے اُن نے

اپنی صنعت سے کیا رنگ برنگ کے عالم
جلوۂ بوقلمونی کیا کِن نے اُن نے

اُس کی توحید کسی سے نہ ادا ہوئی لاکن[3]
شعر و اشعار و شاعر کیا کِن نے اُن نے

امتیاز ھوئے ہمیں ہائے یہہ چشمِ بینا
دیکھیں ہر شے میں ظہورا کیا کِن نے اُن نے

۱- کِن نے : کِس نے　　۲- اُن نے : اُس نے　　۳- لاکن : لیکن

(۴)

سُن دلا میں تو ہوں اب بندۂ درگاہِ حسین
دونو عالم کا تو وہ ہے شہِ باجاہ حسین

جس کی ایجاد کے باعث ہیں منور کونین
فی الحقیقت ہیں یہاں مہر وہاں ماہ حسین

جن نے سر بازی ہی کر کر کیا ہو جی کو نثار
کشورِ عشق کا بے شک ہی (ہے[1]) تو شاہ حسین

امتیازؔ تو نے سنا ہے گا تمنا دل کی
سر کو دیتا ہے یہہ جی سے بسرِ راہ حسین

ہے رَجا سر کی اوسی[2] قدموں پہ ھووے قرباں
جان جانے کو نہیں اس کے سوا راہ حسین

بندہ[3] کی اور محبت میں تری نکلے دم
دمِ آخر تلک اے دل تو رکھ اب چاہِ حسین

کھینچ[4] لے اپنی طرف بندہ نوازی سے مجھے
تو تو ہے کاہ رُبا میں تو ہوں اب کاہِ حسین

اپنے اس بندۂ سرکار کو دارین میں تو
لے بچا لیجو نکر مجھ کو تو گُمراہ حسین

کر کرم ایسا تو سر عرش تلک جا پہنچے
رہوے تا حشر ہلاکی ہی میں بدخواہ حسین

۱- تشکیل "ہے"
۲- اوسی : اُسی
۳- بندہ کی : بندگی
۴- کھینچ : کھینچ

(۵)

اے تو ملعوں خارجی پیدا ہوا گر خاک سے
کیوں رکھے دعوا وصیِّ صاحبِ لولاک سے

نھیں[1] سنا اے کورو گر اُس کا لقب کھیں[2] بوتراب
باپ ہی ہے خاک کا حکمِ رسولِ پاک سے

وو تو ہے گا باپ تو پیدا ہوا ہے خاک سے
یہہ بجھ[3] کر کیوں حسد رکھتا ہے حق کے باگ سے

بے شبہ وو ہی مقرر باپ مائی کا نہیں
کیوں نہ ڈر اُس کے غضب کی تیغ کی ہی لاگ سے

کوئی بھی دادا سے اپنے کینہ جو ہے اے لعین
کیا بنے جب لے گا دعوا حاسد ورشّاک سے

زندگی سے تا مزارِ پاک پر سارے ملک
آستاں بوسی کو آتے ہیں چلے افلاک سے

وو ہے میرا میر میداں شہسوارِ لافتیٰ
جان دے کا وی زمیں سُن نعرہ دہشتناک سے

رزم گہہ میں آ کھڑا ہو جب کہ میرِ ذوالفقار
ہوش پرّاں رستم و دارا شہ بے باک سے

کیا طراوت بخش زیب آرا کیا گلزارِ دیں
صاف کر کر کفر کے سارے خس وخاشاک سے

بھیدِ معراجِ نبی سنیے کہ جو پیش از پہنچ
جا کے ماہر ہو گیا وو ہیں[4] شہ چالاک سے

اُس شکار انداز کا گر مقصد ہو بہرِ شکار
صید ہو کر جن وانس لاکھوں بندھیں فتراک سے

جب کہ گنگا جمنی زر کا تو کرے شاہا لباس
مہر و مہ بے تاب ہو کر گر پڑیں افلاک سے

دے کے دیدارِ مبارک کر منوّر میری چشم
عفو فرما گر قصور ہو دیدۂ نمناک سے

ہے ہلاکی زہر کی عصیاں سے اب لیجو بچا
اے حکیمِ مطلق اپنے فضل کے تریاک سے

کر پناہ میں اپنی کیوں ہو اُمّتِ خیرالبشر
تو عذابِ قبر سے دوزخ کے ہی ادراک سے

اے علیمِ دو جہاں چلنے کی طاقت طاق ہے
عمر کی سوزش کو پوچھو آہِ آتشناک سے

روسیاہی دھونے کر اُمید آیا امتیازؔ
ماجرا سُن داد دے آقا ترے غمناک سے

۱- نھیں : نہیں ۲- کھیں : کہیں ۳- بجھ : بجھ
۴- وو ہیں : وہیں

امتیاز کی نثر نگاری

(مقفٰی و مسجع عبارت : دعائیہ)

اے نورِ رب العالمیں ، اے جانِ ختم المرسلیں ، اے زیب دہ عرشِ بریں ، اے رہنمائے عاشقیں ، تو پیشوائے سالکیں ، حلاّلِ مشکل مومنیں ، اعظم امام المتقیں ، امر تو شد علم الیقیں ، حکم تو ہست صدق الیقیں ، گفتارِ تو حق الیقیں ، دیدارِ تو عین الیقیں ، اُستادِ جبریلِ امیں ، تو کاشفِ سرِ متیں ، شد مقتدائے واصلیں ، شافع یومِ آخریں ، برحق شفیع المذنبیں ، شاہاں بہ در سر برزمیں ، پشت پناہ مسلمیں ، شد دشمنانت خارجیں ، اے ردکنندہ کافریں مقتولِ تیغ یک لعیں ، بر اُو نہ شد تو خشمگیں ، بادا ہزاراں آفریں ، بر جانِ شاہِ صابریں بسپردہ ہمہ تن بقضا را (ط) شاہنشہِ ملکِ بقا ، اے تاجدارِ لافتیٰ ، اے حلہ پوشِ ھَلۡ اَتٰی ، مسند نشین قُلۡ کَفٰی ، اورنگ آرائے اِنَّما ، اسمش علی مرتضیٰ ، دامادِ احمد مجتبےٰ ، نائب رسولِ مصطفےٰ ، کافر کش از تیغ دوتا ، فتاحِ درخیبر کشا ، گنج کرم کانِ سخا اے میر سامانِ خدا ، منشی دیوانِ قضا ، کشافِ رمز کبریا ، حاجت برآرِ انبیا ، عقدہ کشائے اولیاء ، اے شمع جمع اصفیا ، روشن چراغِ اتقیا ، دل با خدا محو لقا ، ذاتش ہمہ فضل و عطا ، آں والیِ ہر دو سرا ، آں ساقیٔ روزِ جزا ، فریاد رس شاہ و گدا ، ظاہر ہمہ صدق و صفا باطن ہمہ نورِ ضیا ، شرمندہ کن شمس و ضحیٰ را (ط) اے شاہِ شاہانِ جہاں ، اے صاحبِ کون و مکاں ، حکمش رواں بر انس و جاں ، تو رمز دانِ مستعاں ، اے واقفِ سرِ نہاں ، اے بر درت ملکوتیاں ، ہستند بجاں جبروتیاں ، چوں چاکراں خدمت گراں ، کروبیاں شاداں از آں ، بر درگہت چوں پاسباں ، اے سر شکن تو سرکشاں ، اے باج گیر از شہاں ، وے تاج بخشِ عاجزاں ، تو دستگیرِ بے کساں ، چارہ کن بے چارگاں ، تو داد دِہ بیدادگاں ، جانِ جہانِ عاشقاں ، تو پیش روئے عارفاں ، ہمراہ جانِ مقبلاں ، ہستی تو وصل واصلاں ، ایجادِ تو از بہر آں ، تا باعثِ امن واماں ، ہستند مطیع ارض و سما ، با ساکناں افلاکیاں ، یا بر زمیں جلوہ زناں ، یا زیر آں خوابیدگاں ، دارند اُمید از تو ازاں ، در یومِ حشر پس دواں ، عالم ہمہ افغاں کناں ، افتاں و خیزاں ورواں ، حیراں پریشاں با فغاں ،

بروقتِ داروگیرآں، ہستی شفیع عاصیاں، تو کہ قسمے از خباں، مرشد ہمہ از مرشداں، ارشادتو ہست بیکراں، دیدندو ہمہ راہِ ہدارا (طِ) شاہا توئی بحرِ کرم، شاہِ عرب میرِ عجم، ہردو جہاں زیرِ قلم، باحشمت و جاہ وحشم، نقاشِ قدرت رارقم، بہتر نشد جز تو صنم، پیدائش تو در حرم، اوشد مشرف از قدم، از باعث ِ ایں محترم، شد طوف گاہش دمبدم، مردم ہمہ آیند بہم، فارغ شوند از غم الم، آں یافتی چوں جامِ جم، بخشائش فضل ورحم، اے شہ توئی عالی ہمم، سردادۂ بہرِ اُمم، از خاطرِ آں ابنِ عم، ملعون شد چوں منہزم، گرچہ براُوشد منتقم، صاحب نوا تیغ دودم، اولیاء وپیغمبراں زیرِ علم، درعرصہ گاہِ حشر ہم، من بندہ خاکِ درگہم، از بندگاں کمتر منم، خاکِ رہت از جاں شوم، قرباں براولادِ تو ام، روزِ جزا مارا چہ غم، بنما جمالِ خود شہم ہستم گدایم بردَرَم، تاجان باشد درتنم، با قابضِ روحِ خودم، من ہرگز ایں جاں نسپرم، از تو گدائے ایں کنم، از گدیہ بمن دہ تولقارا (طِ) نادِ علی درشانِ تو، کردہ ثنا یزدانِ تو، شد لافتی فرمانِ تو، عالم ہمہ مہمانِ تو نعمت خوانداز خوانِ تو، ممنوں ہمہ احسانِ تو، خلقت ہمہ قربانِ تو، علم لدن درجانِ تو، سینہ پراز عرفانِ تو، کروبیاں دربانِ تو، حسنین جاناں (جانِ) تو، جا(ن) ودل شادانِ تو، آں لعل ہا از کانِ تو، آں سنبل و ریحانِ تو، آں گلبن از بستانِ تو، چوں چاکراں شاہانِ تو، قیصر فدا خاقانِ تو، آں کفش بردالانِ تو، بر امتیاز افشانِ تو، ابر از کرم بارانِ تو، من بندہ از بندانِ تو، بنما رخِ تابانِ تو، آں چہرۂ خندانِ تو، آں عارضِ رخشانِ تو، لطف و کرم شایانِ تو، بنواز ہمیں دم تو گدارا (طِ)

کُلّیات کی تدوین اور ترتیب کے دوران امتیاز کی ایک فارسی تحریر بعنوان ''مقفّٰی و مسجع عبارت (دُعائیہ) دست یاب ہوئی ہے۔ کُلّیات میں یہ کوئی مناسبت نہیں رکھتی، لیکن محض امتیاز کی طرز نگاری کا ایک نمونہ پیش کرنا مقصود ہے اس لیے شاملِ کُلّیات کیا جارہا ہے۔

احمد علی شکیل

فارسی غزل و خاتمہ

شورِ دلم اے یار بارض و سما فتاد | لاکن اثر نہ بر دلِ آہن و شا فتاد
حیرت رُبود جاں چہ صدائے قیامت است | مفہوم شد کہ دل زِ دلِ دلرُبا فتاد
پشتِ کہ خَم شدہ فلکِ تیرہ روزگار | شاید زدستِ آہ منِ او عصا فتاد
عشقِ کہ داشتیم زجاں مخفیؔ بہ دِل | در حیرتم چگونہ بہ عالم صدا فتاد
تا کے کنیم شرح زہجرے تو اے نگار | از گردشِ فلک بہ سرِ ماچہ ہا فتاد
گلچیں ملول کردہ دلم را، زسیرِ باغ | مانع کہ شد بہ گلشنِ او صد بلا فتاد

مارا کسے بعقدہ کشادن چہ حاجت است
کارے تو امتیازؔ بہ اہلِ عبا فتاد

چوں از کنیزِ حضرتِ خاتوں دریں زماں | اشعارِ تازہ جمع شدہ دل شگفتہ شد
از روئے یمن سالِ ہمایونِ ایں کتاب | "دیوان امتیازؔ بخوانید" گفتہ شد

۱۲۱۳ ہجری

تمت تمام شد

در شہرِ حیدرآباد بتاریخ پنجم جمادی الثانی ۱۲۲۳ ہجری نبوی صلعم نوشتہ شدہ

سیّد محمد علی خاں بہادر

KULLIYAT-E-IMTIYAZ

Edited by :

Dr. AHMED ALI SHAKEEL

ڈاکٹر احمد علی شکیل

ایم۔اے۔ ایم فل۔ پی ایچ۔ڈی (عثمانیہ)

مرتب کی دیگر تصانیف

۱- مثنوی انیہ درپن کا ادبی جائزہ — ۱۹۹۶ء

۲- کلیاتِ امتیاز (تنقیدی تدوین) — ۲۰۰۴ء

۳- فکرِ رخشندہ (تحقیقی مضامین کا مجموعہ) — غیر مطبوعہ

۴- سُلگتے ارمان (افسانوں کا مجموعہ) — غیر مطبوعہ

۵- مثنوی پھول بن کا تنقیدی جائزہ — غیر مطبوعہ

۶- مثنوی یوسف زُلیخا (تنقیدی تدوین) — غیر مطبوعہ